سنسنی خیز واقعات سے بھرپور ناول

# روح کی پکار



مظہر الحق علوی

# پیش لفظ

مظہر الحق علوی صاحب کا ناول "روح کی پکار" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ صدیوں سے تڑپتی، سسکتی ایک بے چین روح کی کہانی ہے۔ اسے اپنے قالب میں ڈھالنے کے لئے کسی حسین و جمیل اور مرمریں بدن کی تلاش ہے۔ بالا آخر روح کو اپنی منزل مل جاتی ہے۔ ایک خوبصورت اور شباب سے بھرپور دوشیزہ اس میں سمو جاتی ہے۔ یہیں سے ایک قیامت خیز کہانی شروع ہو جاتی ہے جس کا نام "روح کی پکار" ہے۔

اس کے بعد ہم علوی صاحب کی مزید تین کتابوں کا انتخاب کر چکے ہیں۔ "طاغوت" تار عنکبوت اور بھونرا" مذکورہ ناول کمپوزنگ کے مراحل سے گزر کر جلد ہی آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

نیز "روح کی پکار" کا دوسرا حصہ "خونخوار" بھی ساتھ ہی شائع کیا جارہا ہے۔ اپنے پہلے حصے کی طرح "خونخوار" بھی ایک بیحد دلچسپ، سنسنی خیز اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور ناول ہے جسے پڑھ کر آپ ششدر رہ جائیں گے۔

ناول پڑھنے کے بعد ہمیں اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیے۔

شکریہ

ادارہ



میں ایلن کواٹر مین اب وہ کہانی بیان کرنے والا ہوں جو حیرت انگیز، عجیب و غریب اور سنسنی خیز ہے۔ میری کہانی "گنج سلیمان" پڑھنے والے جانتے ہیں کہ میں ایک شکاری ہوں۔ میری عمر افریقہ کے جنگلوں میں گزری ہے اور اتفاقات نے مجھے عجیب و غریب مہمات سر کرنے پر مجبور کر دیا ہے لیکن یہ مہم جس کا واقعہ میں ان صفحات میں بیان کرنے جا رہا ہوں، میری زندگی کی پچھلی تمام مہمات سے زیادہ عجیب ہے۔

میری اس کہانی میں آپ دوسرے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات کے علاوہ ان لوگوں کے ساتھ ایک جنگ کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیں گے جو افریقہ کے ایک دور دراز اور گمنام خطہ میں آباد تھے اور جو " کالے کاندھ " کے نام سے مشہور تھے اسی کہانی میں "کالے کاندھ " کے دیوتا کی موت کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے ان لوگوں کا دیوتا ایک زبردست ہاتھی تھا جب میں اس مہم سے لوٹا ہوں یہی سوچ رہا ہوں کہ کالے کاندھ کا یہ دیوتا واقعی ایک غیر معمولی طور پر بڑا ہاتھی تھا یا کوئی اور چیز تھی؟ ایسے ڈیل ڈول کا ہاتھی پہلے کبھی کسی جگہ نہیں دیکھا گیا۔ چنانچہ کیا وہ عجیب و غریب دیوتا حقیقت

میں ہاتھی ہی تھا؟ اس سوال کا جواب کم سے کم میں نہیں دے سکتا۔ آپ یہ کہانی ملاحظہ فرمایئے اور خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔

"سفید کاندھ" کے مذہب اور جادو میں ان کی مہارت کے متعلق بھی یہاں کچھ کہنا فضول ہے۔ میرا کام تو بس واقعات کو بیان کر دینا ہے ان واقعات کو پڑھ کے "کالے کاندھ" اور ان کے ہاتھی دیوتا، جس کا نام "جانا" تھا اور سفید کاندھ اور ان کے جادو کے متعلق کوئی نتیجہ اخذ کرنا قارئین کا کام ہے البتہ یہاں میں یہ کہنے کی اجازت ضرور چاہوں گا کہ اگر واقعی دنیا میں جادو جیسی کوئی چیز ہے تو سفید کاندھ کا جادو مکمل ترین اور قطعی تھا۔ ثبوت کے طور پر ہم اس واقعہ کو پیش کر سکتے ہیں کہ سفید کاندھ کے دو مذہبی رہنماؤں ہاروت اور ماروت کو مقدس روح کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ کالے کاندھ کے ہاتھی دیوتا "جانا" کو میں۔ صرف میں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں اور اسی لیے ہاروت و ماروت نے مجھے "کاندھ لینڈ" میں آنے کی دعوت دی تھی لیکن یہاں پھر ایسا بھی ہوا کہ "جانا" کو مارنے والا میں نہیں بلکہ میرا وفادار خادم اور مخلص دوست ہنیس تھا۔ میں "جانا" کو کیا ختم کرتا۔ البتہ جانا خود مجھے تقریباً ختم کر چکا تھا اور اگر ہنیس نہ ہوتا تو میں یہ داستان عالم بالا میں ہی بیٹھ کر لکھتا۔ خیر تو اس تمہید کو میں یہاں ختم کر کے اصل قصہ کی طرف آتا ہوں۔

میں اسکروپ نامی ایک نوجوان کیساتھ افریقہ سے انگلستان آگیا تھا۔ انگلستان آنے کی ضرورت نہ تھی لیکن دو باتیں ایسی ہو گئیں کہ مجھے افریقہ سے انگلستان آنا ہی پڑا۔ اول تو یہ کہ اسکروپ کیساتھ شکار میں ایک حادثہ ہو گیا تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ لاؤ خود اسے انگلستان پہونچادوں اور دوسری وجہ یہ تھی کہ میں ایک خاص قسم کی بوٹی تلاش کر کے اپنے دوست کے لئے تحفتہً لے آیا تھا۔ میرا یہ دوست انگریزوں میں "برادر جون" اور افریقہ کے سیاہ فاموں میں "ڈاگیتاہ" کے نام سے مشہور ہے۔ جون کو لوگ پاگل کہتے اور سمجھتے تھے لیکن وہ پاگل نہ تھا اس کے برخلاف میں تو یہ کہوں گا کہ اس کا سا صحیح الحواس اور سلیم العقل شخص کم سے کم میری نظر سے تو نہیں گذرا۔

خیر تو انگلستان میں میرا قیام اپنے دوست اسکروپ کے مکان پر ہی رہا بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ میرا قیام اس کی منگیتر کے مکان پر رہا۔ یہ مکان انگلستان کے

مضافات میں واقع تھا اپنے اسی مختصر سے قیام کے درمیان مجھے ایک بیحد عمدہ اور دلچسپ جگہ دیکھنے کو ملی، یہ ایک قدیم طرز کا قصر تھا بڑے بڑے دروازوں اور برجوں والا قصر جسے بڑی مہارت سے تقریباً جدید قسم کے محل یا حویلی میں تبدیل کر دیا گیا تھا جب میں انگلستان پہنچا ہوں تو اس وقت اس قصر کا مالک ایک نوجوان تھا اس کا نام تھا لارڈ ریجنال۔ چنانچہ مناسب ہو گا کہ ہم اس قصر کو بھی "قصر ریجنال" کا ہی نام دیدیں۔

لارڈ ریجنال کے متعلق میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن چونکہ میری عمر کا زیادہ حصہ افریقہ میں گزرا تھا اس لیے لارڈ ریجنال سے ملنے کا اب تک اتفاق نہ ہوا تھا جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ میں لارڈ ریجنال کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا اور جو کچھ میں نے سنا تھا وہ یوں تھا۔

لارڈ ریجنال مردانہ حسن کا مکمل ترین نمونہ ہے وہ اسکالر ہے، بہادر ہے، ورزش کا شوق رکھتا ہے۔ کشتیوں کی دوڑ میں حصہ لیتا اور اول آتا ہے۔ بے حد عمدہ شکاری ہے اس لیے ہندوستان میں شیروں، چیتوں اور ہاتھیوں کا شکار کیا ہے، ادب نواز ہے خود ایک عمدہ شاعر ہے۔ اس کی نظموں کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ ایک عمدہ سپاہی ہے اور فوج میں کارہائے نمایاں انجام دے چکا ہے اور سب سے بڑی اور آخری بات یہ کہ وہ انگلستان کا امیر ترین شخص ہے اور بہت بڑی جاگیر اور کوئلے کی کانوں کا مالک ہے۔

"میرے خدا" اسکروپ کے منگیتر لارڈ ریجنال کے متعلق مندرجہ بالا فہرست سنا چکی تو میں نے سانس کھینچ کر کہا۔ "تمہارا یہ ریجنال واقعی قسمت کا دھنی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ محبت وغیرہ کے معاملہ میں یہ شخص بڑا ہی بد قسمت ہو گا"

"مسٹر کواٹر مین!" اسکروپ کی منگیتر نے جواب دیا۔ اس معاملہ میں تو وہ سب سے زیادہ خوش قسمت ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ ریجنال کی منگیتر انگلستان کی حسین ترین، زیرک ترین اور نازک ترین لڑکی ہے۔ ریجنال اور اس کی منگیتر ایک دوسرے پر صحیح معنوں میں جان چھڑکتے ہیں۔"

"خدایا" میں نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر کہا۔ "اگر یہ صحیح ہے تو پھر حیران ہوں کہ اس خوش نصیب جوڑے کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے کون سے مصائب پر تول رہے ہوں گے۔"

افسوس! کون سی منحوس گھڑی تھی وہ کہ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ نے لارڈ ریجنال کی قسمت پلٹ دی۔ دنیا کسی کو زیادہ دن خوش نہیں رہنے دیتی۔ ریجنال کی خوشیاں اور بے فکری مقدر سے نہ دیکھی گئی اور ان واقعات کا سلسلہ چلا جو اس کہانی میں بیان کئے گئے ہیں اور ان واقعات میں ریجنال کے ساتھ میں بھی برابر کا شریک رہا اور ایک ایسی مہم پر روانہ ہونے کے لیے مجبور ہو گیا جسے میں نے اپنی زندگی کی عجیب ترین مہم کہا ہے۔

چنانچہ جب دوسرے دن مجھ سے پوچھا گیا کہ آیا میں قصر ریجنال کی نوادرات دیکھنا پسند کرونگا تو میں فوراً تیار ہو گیا مجھے قصر ریجنال کے نوادرات سے نہیں بلکہ خود ریجنال سے دلچسپی تھی اور میں اس نوجوان سے ملنے کا مشتاق تھا جس میں اتنی بہت سی خصوصیات یکجا ہو گئی تھیں۔

ایسے بہت سے لوگوں سے میں مل چکا ہوں جو انسان کے روپ میں شیطان تھے لیکن ایسے شخص سے ملنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا جو انسان کے روپ میں فرشتہ ہو۔ لارڈ ریجنال کے متعلق میں نے جو کچھ سنا تھا اس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ریجنال ایک ایسا ہی یعنی فرشتہ صفت انسان ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی امید تھی کہ شاید ریجنال کی منگیتر کو بھی ایک جھلک دیکھ سکوں۔ اس حسین ترین، زیرک ترین اور پتہ نہیں کیا "ترین" خاتون کا نام مجھے بتایا گیا، مس ہومز تھا، چنانچہ میں فوراً تیار ہو گیا اور میں نے کہا کہ قصر ریجنال دیکھنے کی آرزو ایک مدت سے میرے دل میں کروٹیں بدل رہی ہے۔

چنانچہ دوسرے دن میں اسکروپ اور اس کی منگیتر کے ساتھ قصر ریجنال پہنچا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ لارڈ ریجنال قصر کے پچھواڑے والے جنگل میں شکار کو گئے ہوئے ہیں۔ ریجنال کے خادم خاص نے فوراً اپنی خدمات پیش کر دیں اور کہا کہ اگر ہم قصر کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو وہ سیر کرا دے گا۔ ہم تینوں فوراً تیار ہو گئے۔ قصر کا خادم ہمیں لے کر غلام گردش میں آیا۔ یہاں ہمیں ایک دوسرے خادم کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ خادم ہمیں لیکر قصر کے برج والے دروازے پر پہنچا اور یہاں ہمیں پھر تیسرے خادم کے حوالے کر دیا گیا۔ دوسرے خادم نے اس تیسرے خادم کو "وحشی" کہہ کر مخاطب کیا

اور میرے کان میں کہا۔

"صاحب! یہ سیو تج لارڈ ربجنال کا خادم خاص ہے۔"

اس تیسرے خادم کا نام مجھے اسی وقت سے یاد رہ گیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت اسم بامسمّٰی تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی نواب بھیس بدل کر ربجنال کے خدمتگاروں میں شامل ہو گیا ہو۔ وہ کالے رنگ کا اور بیحد عمدہ سلا ہوا نفیس کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ وحشی (سیو تج) بڑا ہی نفاست پسند، نازک مزاج اور بانکا جوان تھا۔ طنز کی حد تک خوش اخلاق اور شائستہ لیکن اس کے لب و لہجے اور حرکات و سکنات میں تکبر کی جھلک تھی۔ یہ وحشی صاحب قبول صورت بھی تھے۔ ستواں ناک، عقاب کی سی آنکھیں اور سر پر ذرا سی چندیا۔ اس کی عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ قصر میں داخل ہونے کے ساتھ ہی وحشی نے بڑے پھرتیلے انداز میں میرے ہاتھ سے چھڑی اور میرا ہیٹ لیکر ایک طرف رکھ دیا۔ وحشی (جو دراصل اس کے خاندانی نام سیو تج کا ترجمہ ہے) کی یہ حرکت اس کی شخصیت کے ایک پہلو کو روشن کرنے کے لئے کافی تھی۔ اس کی ذات میں بے اعتباری تھی اور وہ ضرورت سے زیادہ محتاط تھا۔ غالباً وحشی نے خود مجھے وحشی سمجھ لیا تھا اور سوچا تھا کہ میں اپنی چھڑی سے قصر کے نوادرات اور تصویروں کو کوئی نقصان پہنچادوں گا۔

بعد میں خود سیموئیل سیو تج نے (کیونکہ یہی اس کا نام تھا) مجھے بتایا کہ میرا یہ اندازہ غلط نہ تھا۔ اس نے کہا کہ میری ظاہری وضع قطع کیوجہ سے اس نے مجھے "ہنگامہ پسند" (یہ لفظ میں اس طرح لکھ رہا ہوں جس طرح کہ اس نے ادا کیا تھا) سمجھ لیا تھا یہ سیو تج کی ایک اور خصوصیت تھی۔ اس کے "الف" کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا وہ "ح" کی جگہ الف لگا دیتا تھا۔ جب وہ تیزی سے اور مسلسل بول رہا ہوتا تو تین ایسے لفظ جن کے شروع میں "ح" ہو تو صحیح بول جاتا لیکن اگر دوران تقریر میں پھر کوئی ایسا لفظ آجاتا جو "ح" سے شروع ہوتا ہو تو اس کی "ح" غائب ہو جاتی اور اس کی جگہ الف لگ جاتا مثلاً وہ "ہنگامہ پسند" کو انگامہ پسند کہہ جاتا۔ قصر ربجنال کی سیر کراتے وقت وہ بڑی روانی سے ربجنال خاندان کی تعریف بیان کرتا۔ اس شخص کی جس کی تصویر کے سامنے سیاح کھڑے ہوں، خصوصیات بیان کرتا۔ تصویر والے کی سوانح عمری بیان کرتا اور "ح" اور

"الف" باری باری سے ایک دوسرے سے جگہ بدلتے رہتے۔ میں یہ نہ معلوم کر سکا کہ ایسا کیوں تھا اور نہ یہ معلوم کر سکا کہ سیوتج کا خاندان کیا تھا اور وہ کہاں سے آیا تھا، یہ راز اس نے اپنے تک ہی محدود رکھا۔

قصہ مختصر اس نے ہمیں قصر کے ان کمروں کی سیر کرائی جو گویا عوام کے لئے کھلے تھے۔ سیوتج نے ہمیں ان کمروں کے نوادرات اور جدید و قدیم مصوروں کی دو سو سے زائد قیمتی تصویروں کی زیارت کرائی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مخصوص لہجے میں ان نوادرات اور تصویروں کی تاریخ بھی بیان کر دی۔ چونکہ یہ دسمبر کا مہینہ تھا اس لئے قصر کا ہر کمرہ ہمیں کچھ زیادہ ہی سرد معلوم ہوا۔ اس کے علاوہ مجھے نوادرات اور تصویروں سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ اسکروپ اور اس کی منگیتر کے دل میں چونکہ ایک دوسرے کے لئے محبت کی جوالا بھڑک رہی تھی اس لیے وہ دونوں شاید اتنی سردی محسوس نہ کر رہے تھے جتنی کہ میں محسوس کر رہا تھا اور پھر چونکہ وہ قصر کے نوادرات سے زیادہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھے اس لیے سیوتج کا سارا علم اور التفات مجھ غریب پر نچھاور ہو رہا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ میری طبیعت اب اکتانے لگی تھی۔

چنانچہ دوسرے کمرے میں پہنچنے کے لئے ہم نے مختصر راستہ اختیار کر لیا اور واپس غلام گردش میں آنے کے بجائے ایک چھوٹے سے درمیانی کمرے میں سے گذرے، یہ کمرہ خلاف معمول گرم تھا۔ یعنی اس کے آتشدان میں آگ جل رہی تھی۔ یہ غالباً لارڈ ریجنال کی مطالعہ گاہ تھی۔ میں اپنے سرد اور تھکے ہوئے جسم میں گرمی پہنچانے کے لئے ذرا دیر کے لیے آتشدان کے قریب رک گیا۔ مطالعہ گاہ کا معائنہ کرنے کے لیے میں نے کمرے میں سرسری سی نظر ڈالی تو ایک دیوار پر آ کر میری نظر ٹھہر گئی اس دیوار پر ایک کافی بڑی تصویر ٹنگی ہوئی تھی لیکن عجیب بات تھی کہ اس تصویر پر ایک نفیس ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے بھلا؟" میں نے سیوتج سے پوچھا۔

"وہ جناب۔ تصویر ہے۔" سیوتج نے جواب دیا۔

"اتنا تو میں نے بھی سمجھ لیا ہے۔ لیکن کس کی تصویر ہے؟"

"اسی حور صفت، اسی حسین ترین اور اسی نازک ترین، اسی خلیق ترین ہستی کی ہے جو

مستقبل قریب میں اس قصر کی ملکہ بننے والی ہے۔" سیو تج نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ لارڈ ریجنال کی منگیتر کی تصویر ہے؟"

"اور کس کی تصویر ہو سکتی ہے جناب؟"

لیکن یہ پردہ............؟"

اس لیے ہے کہ آپ جیسے لوگ مستقبل قریب کے مالکن کی تاب نہیں لا سکتے۔ اس تصویر کو میرے آقا کے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھ سکتا" سیو تج نے بڑے فخر سے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ کمرے میں نظریں دوڑاتا رہا۔ مطالعہ گاہ کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں سے وہ کمرہ نظر آرہا تھا جہاں سیو تج نے میرا ہیٹ اور "چھڑی جھپٹ" لی تھی۔ یہ دونوں چیزیں اسی کمرے میں رکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ جب سیو تج کی معیت میں اسکروپ اور اس کے ساتھی آگے بڑھے تو میں چپکے سے اسی کمرے میں کھسک گیا۔ اپنا ہیٹ اور چھڑی اٹھائی اور باغ میں نکل آیا کہ اسکروپ اور اس کی منگیتر کی واپسی تک اپنے بدن میں گرمی پہنچاتا رہوں اور جب میں ایک روش پر دھوپ میں ٹہل رہا تھا تو دفعتہ بندوق کے چند دھماکے سنائی دیئے۔ دھماکوں کی آواز اس طرف سے آئی تھی جس طرف کہ شاہ بلوط کے درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ یہ جھنڈ باغ سے کوئی پانچسو گز دور ہوگا۔ میں ایک شکاری ہوں اور جب سے سن بلوغ کو پہنچا ہوں بندوق چلا رہا ہوں چنانچہ بندوق کی آواز سنکر اندازہ لگا لیتا ہوں کہ وہ بندوق کیسی اور کونسی جگہ ہوگی جس سے فیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ آواز رائفل کی تھی۔ ان دھماکوں کی آوازیں سنکر اشتیاق بڑھ گیا اور میرے قدم بے اختیار شاہ بلوط کے جھنڈ کی طرف اٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی میں شاہ بلوط کے جنگل میں داخل ہو چکا تھا اور چند منٹوں بعد ہی اس میدان کے کنارے پر پہنچ چکا تھا جو جنگل کے بیچ میں چھپا ہوا تھا۔ اس میدان میں دو آدمی کھڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک تو شکار گاہ کا محافظ تھا، محافظ نوجوان تھا، دوسرا شخص جس کے لباس اور وضع قطع سے میں نے اندازہ لگایا قصر ریجنال کا مالک لارڈ ریجنال تھا۔

لارڈ ریجنال واقعی مرعوب کن شخصیت کا مالک تھا۔ طویل القامت، حسین

مضبوط کندھوں اور چوڑے سینے والا جوان۔ اسکی آنکھیں بڑی سیاہ تھیں اور ٹھوڑھی پر ترشی ہوئی نوکدار ڈاڑھی جسے غالباً چگی ڈاڑھی کہتے ہیں۔ بشرے سے خوش خلقی رحمدلی اور خوش مزاجی عیاں تھی۔ وہ مخملی سمور کا بے حد نفیس کوٹ پہنے ہوئے تھا اور کوٹ پر جو سرخ رنگ کا تھا۔ اس نے سیاہ لبادا ڈال رکھا تھا جیسا کہ ان دنوں نواب اور جاگیر دار عموماً پہنا کرتے تھے۔ ریجنال کے ہاتھ میں اس وقت ایک دونالی رائفل تھی۔

میں نے شاہ بلوط کے ایک درخت کے پیچھے چھپ کر دیکھا کہ وہ ان قمریوں کا شکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو شاہ بلوط کے ان پھلوں کو، جو زمین پر افراط سے پڑے ہوئے تھے چگنے کے لئے جھنڈ در جھنڈ آرہی تھیں۔ وقتاً فوقتاً قمریوں کے جھنڈ آتے، شاہ بلوط کے پھلوں پر منڈلاتے، ریجنال بندوق اٹھا کر شست باندھتا، لبلبی دباتا دھماکہ ہوتا اور قمریاں "پھر" سے اڑ جاتیں۔

"ہات تیری کی"۔ ریجنال بڑی بشاشت سے ہنستا۔ "یہ بارھویں دفعہ میرا نشانہ خطا کر گیا چارلس"۔

"سرِکار! آپکی گولی ایک قمری کی دم پر ضرور لگی ہے" شکار کے محافظ چارلس نے بڑے یقین سے کہا۔ "میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس قمری کا ایک پر جھڑتے دیکھا ہے اور سرکار! یہ حقیقت ہے ہی کہ کوئی بھی نشانے باز خواہ وہ اس فن میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو پرواز کرتے ہوئے پرندوں کو نشانہ نہیں بنا سکتا"۔

"لیکن چارلس میں نے ایک ایسے آدمی کے متعلق بھی سنا ہے جو پرواز کرتے ہوئے چھ پرندوں میں سے چار کو مار گراتا ہے"۔

"تو پھر وہ شخص اس دنیا کا نہ ہوگا"۔

"وہ اسی دنیا کا ہے ان دنوں لنڈن آیا ہوا ہے اور مسٹر اسکروپ کے یہاں مقیم ہے۔ اسکروپ کا یہ دوست بڑا ہی شکاری ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ پرواز کرتے ہوئے پرندوں کو سچ مچ مار گراتا ہے"۔

"تو پھر مسٹر اسکروپ کا یہ دوست، مجھے کہنا پڑتا ہے، اول نمبر کا جھوٹا ہے"۔

چارلس نے کہا اور دوسری بھری ہوئی رائفل اپنے آقا کے ہاتھ میں تھمادی۔

اب میں برداشت نہ کر سکا۔ شاہ بلوط کے پیچھے سے نکل کر ریجنال کے سامنے

جا کھڑا ہوا، اپنا ہیٹ اتار کے اسے سلام کیا اور بڑے اخلاق سے کہا :۔

"صاحب ! بے جا مداخلت کی معافی چاہتا ہوں لیکن سچ تو یہ ہے کہ آپ ان قمریوں کی طرف ٹھیک سے گولی نہیں چلاتے۔ ہر چند کہ یہ قمریاں شاہ بلوط کے دانوں پر بیٹھنے سے پہلے ان پر کافی دیر تک منڈلاتی نظر آتی ہیں لیکن دراصل انکے دانوں پر جھپٹنے کی رفتار آپ کے انداز سے زیادہ تیز ہے آپکے محافظ نے جو یہ کہا تھا کہ آپ کی بندوق کی گولی سے ایک قمری کے دم کا ایک پر جھڑ گیا تھا تو یہ اس نے بیشک غلط کہا تھا۔ غالباً آپ کا دل رکھنے کی غرض سے۔ اس قمری پر آپ نے دو فیر کئے اور دونوں ہی گولیاں قمری سے کوئی ایک فٹ اوپر سے گزر گئیں۔ جو چیز بندوق کی گولی نے گرائی تھی وہ قمری کا پر نہیں بلکہ شاہ بلوط کا ایک خشک پتا تھا۔

چارلس کے ماتھے پر بل پڑ گئے، اسکی تیوریاں چڑھ گئیں، وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا اور خشمگیں نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔ ریجنال کو بھی میری مداخلت بری معلوم ہوئی لیکن وہ فوراً ہی سنبھل کر مسکرانے لگا۔ اسے مجھ سے معلوم ہوتا ہے، دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

"جناب ! آپ کی ان ہدایات کا شکریہ"۔ ریجنال نے کہا۔ آپ غالباً ٹھیک ہی کہتے ہیں کیونکہ اب تک میں ایک بھی قمری کو اپنی گولی کا نشانہ نہیں بنا سکا لیکن اگر آپ اس لعنتی رائفل سے ایک آدھ قمری مار گرائیں تو مجھے بھی معلوم ہو جائیگا کہ پرواز کرتے ہوئے پرندے کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے اسکے بعد میں آپکا نہ صرف احسانمند بھی ہونگا بلکہ آپ کی شاگردی بھی قبول کرلوں گا"۔

میں نے کوئی جواب دیئے بغیر چارلس کو گھور کر دیکھا۔ مجھے شکار گاہ کے اس محافظ پر غصہ آرہا تھا۔ آخر اس نے مجھے سمجھ کیا رکھا تھا ؟ میری ایک عمر افریقہ کے جنگلوں میں شکار کرتے گذری تھی اور میں نے شیروں سے لیکر ہاتھیوں تک کا شکار کیا تھا

'لیجئے جناب ! سرکار کو نشانے بازی کا سبق دینے کا وقت آگیا۔ حالانکہ سرکار اس علاقہ کے بہترین نشانے باز تسلیم کئے گئے ہیں۔ تاہم آپ انھیں سبق دینے پر مصر ہیں تو دیجئے سبق"۔ چارلس نے فوراً کہا۔

جب چارلس یوں بک رہا تھا تو سامنے سے دو قمریاں نمودار ہوئیں۔ایک قمری آگے تھی اور ایک ذرا پیچھے،دونوں سیدھی سیدھی چلی آرہی تھیں دونوں شاہ بلوط کے درمیان چھپتے ہوئے میدان میں آگئیں اور اب وہ گھڑی بھر کے لئے اپنے بازو پھڑ پھڑ کے ہوا میں ٹھہر سی گئیں۔آگے والی کوئی ستر گز دور تھی۔میں نے فوراً بندوق اٹھا کر کندھے سے لگائی۔آگے والی قمری کو شست میں لیا اور لبلبی دبادی۔گولی "سوں" سے چلی اور قمری کا پوٹا ادھیڑ گئی۔قمری کے پوٹے میں سے تازہ چگے ہوئے دانے نکل پڑے اور خود قمری مردہ ہو کے گری،رہی وہ قمری جو پیچھے تھی،اس نے خطرہ محسوس کر لیا اور وہ اوپر اٹھنے لگی،میں نے جلدی سے رائفل کی دوسری نالی بھی چلادی،اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ دوسری نالی کی گولی قمری کا سر صاف اڑا گئی۔فوراً ہی میں نے چارلس کے ہاتھ سے وہ دوسری رائفل گھسیٹ لی جو بھری ہوئی اور تیار تھی۔دو دوسری قمریاں ہماری طرف سے چلی آرہی تھیں۔چارلس نے بڑے میکانکی انداز میں یہ دوسری رائفل میری طرف بڑھادی تھی۔یہ دونوں قمریاں کافی دور اور خاصی بلند تھیں اور نشانہ ذرا مشکل تھا۔تاہم میں نے آگے والی قمری کی طرف گولی چلادی قمری کی دم پوری کی پوری اڑ گئی اور خود قمری قلابازیاں کھاتی نیچے گری۔میں نے جلدی سے دوسری نالی کی لبلبی دبادی کہ اس قمری کو بھی نشانہ بنادوں لیکن بندوق نہ چلی اور اب مجھے چارلس کو سرزنش کرنے اور اس نے جو کچھ کہا تھا اس کا جواب دینے کا موقعہ مل گیا۔

"نوجوان" میں نے چارلس سے کہا۔جو منہ کھولے میری صورت تک رہا تھا"۔

یہ رائفل بڑا ہی خطرناک ہتھیار ہے۔تمہیں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ میرے ہاتھ میں خالی ہی بندوق تھمادو پھر یہ بھی کر سکتے ہو کہ احتیاط سے بھری ہوئی بندوق چلادو اور کسی بے گناہ کی کھوپڑی کے پرخچے اڑادو"۔

اور اب میں لارڈ ریجنال کی طرف گھوم گیا۔

"جناب!میں اپنے اس تیسرے نشانے کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ خود مجھ سے بھی وہی غلطی سرزد ہو گئی تھی جس سے میں نے آپ کو خبردار کیا تھا۔بہر حال یہ نشانہ بھی برا نہیں،یوں سمجھئے کہ تیسری قمری کی دم کو میں نے محض اس لیے نشانہ بنایا تھا کہ آپ کی شکار گاہ کے محافظ کو قمری کے پر اور شاہ بلوط کے خشک پتے میں تمیز کر

سکھادوں۔

"میرے خدا! یہ انسان ہے یا بھوت!" چارلس بڑبڑایا۔

ریجنال نے ہیٹ اتار کے مجھے تعظیم دی اور کہا :۔

"آپ کا نشانہ واقعی حیرت انگیز ہے بشر طیکہ یہ اتفاق نہ ہو"۔

"آپ کا جی چاہے تو بے شک اسے اتفاق ہی کہہ لیجئے"۔ میں نے جواب دیا "لیکن اگر دو چار قمریاں اور آگئیں اور مسٹر چارلس نے میرے ہاتھ میں خالی بندوق نہ تھمادی تو میں ان دو چار قمریوں کو بھی مار گراؤں گا۔ امید ہے کہ اس کے بعد آپ اسے ایک اتفاق نہ کہیں گے"۔

عین اس وقت خوشی کا فلک بوس نعرہ سنائی دیا یہ اسکروپ تھا جو اپنی منگیتر کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں آگیا تھا۔ اسکی منگیتر نے بھی خوشی کے اظہار کے طور پر ایک نعرہ لگایا اور ان دونوں کے نعروں نے بھی سمجھتا ہوں کہ نصف میل دور تک کی قمریوں کو بھی خوفزدہ کر کے اور بھی دور بھگادیا ہوگا اور میرے خیال میں یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ کیا پتہ میرا آئندہ نشانہ خطا کر جاتا۔

"میرے دوست مجھے بلا رہے ہیں۔۔۔۔ چنانچہ خدا حافظ"۔ میں نے بڑے بے ڈھنگے پن سے کہا۔

"ایک منٹ صاحب"۔ ریجنال نے جلدی سے کہا۔ "کیا آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟ مجھے ریجنال کہتے ہیں۔ لارڈ ریجنال"۔

"اور مجھ ناچیز کو کواٹر مین۔ ایلن کواٹر مین"۔ میں نے جواب دیا۔

"ایلن کواٹر مین!" ریجنال نے حیرت سے کہا۔ "تب تو بھائی صاحب میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ تین قمریوں کو آپ نے مار گرایا تو بے شک وہ اتفاق نہ تھا۔ چارلس یہی ہیں مسٹر اسکروپ کے وہ افریقی دوست جن کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ شخص۔۔۔ اہم۔۔ ذرا مبالغہ سے کام لے رہا ہے"۔ لیکن چارلس وہاں نہ تھا۔ وہ شاید ان قمریوں کو اٹھانے گیا تھا جن کا شکار میں نے کیا تھا۔

عین اس وقت اسکروپ اپنی منگیتر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔

"مسٹر کواٹر مین مجھے پرواز کرتے ہوئے پرندوں کا شکار کرنا سکھا رہے تھے"۔ ریجنال

نے اسکروپ اور اسکی منگیتر کو مطلع کیا۔

"اچھا!۔۔۔او۔۔۔۔ یہ ایلن تو اول نمبر کا شکاری ہے"۔اسکروپ نے خوش ہو کے کہا۔

"جی ہاں۔بالکل اول نمبر کے۔۔۔۔"ریجنال نے اسکروپ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "یقین نہ آئے تو چارلس سے پوچھ لو"۔

"یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے جناب۔لیکن صاحب شکار میرا پیشہ ہے اور فرصت کے اوقات میں مشق بہم پہنچانے کے لئے میں پرواز کرتے ہوئے پرندوں کو نشانہ بنایا کرتا ہوں۔تاہم مجھے اعتراف ہے کہ قمریوں اور اس قسم کے دوسرے چھوٹے پرندوں کا شکار کرنے میں آپ کا مقابلہ میں نہیں کر سکتا۔کیونکہ میرا شکار ہاتھی اور شیروں جیسے بڑے جانوروں تک ہی محدود ہے۔

"بے شک تم پرندوں کے شکار میں اعلیٰ حضرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے"۔ اسکروپ بیچ میں ٹپکا۔"لارڈ ریجنال کا شمار انگلستان کے بہترین اور چوٹی کے نشانہ بازوں میں ہوتا ہے"۔

"بھئی تو میں ایسا نہیں سمجھتا"۔ریجنال نے ہنس کے کہا۔"بہر حال میرا خیال ہے کہ شکار کے معاملے میں مسٹر کواٹرمین کا تجربہ اور مہارت حیرت انگیز ہے۔مسٹر کواٹرمین کل اگر آپ فرصت سے ہوں تو تشریف لے آیئے۔کل ہم اپنے ذاتی شکار گاہ میں تیتروں کے شکار کو جائینگے آپ آجائیں گے تو ذرا لطف رہے گا"۔

"اس دعوت کا شکریہ"۔میں نے کہا۔"لیکن افسوس ہے کہ میں اس شکار میں شرکت نہ کر سکوں گا"۔

"کیوں۔۔۔۔؟"

"میرے پاس بندوق نہیں ہے"۔

اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

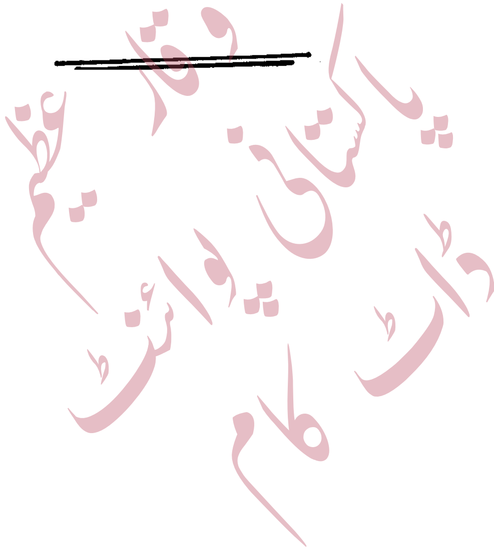
"اسکروپ!میں مسٹر کواٹرمین کو شکار کی دعوت دے رہا ہوں مقابلہ کی نہیں،اور مجھے یقین ہے کہ مسٹر کواٹرمین میری اس دعوت کو ٹھکرا نہ دیں گے"۔

اب حیل و حجت کرنا فضول تھا چنانچہ ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے ریجنال کی

دعوت قبول کرلی۔

"مجھے افسوس ہے اسکروپ کہ میں تمہیں شکار کی دعوت نہیں دے سکتا"۔ ریجنال نے کہا۔ "لیکن تمہیں تمہاری منگیتر کو اپنے یہاں رات کے کھانے اور رات قصر میں ہی گذارنے کی دعوت ضرور دوں گا کیونکہ میں تمہیں اپنی ہونے والی بیوی سے متعارف کرانا چاہتا ہوں"۔

اسکروپ کی منگیتر ریجنال کی منگیتر سے ملنے کی مشتاق تھی چنانچہ اس سے پہلے کہ اسکروپ کچھ کہتا وہ ریجنال کی دعوت قبول کر چکی تھی۔





دوسرے دن ٹھیک دس بج کر پندرہ منٹ پر میں اور اسکروپ قصر ریجنال پہونچ گئے۔

راستے میں بندوق کے کارتوس خریدنے کے لئے میں ایک دکان پر رک گیا تھا بندوق ساز جس سے میں نے تین نمبر کے کارتوس خریدے تھے۔ شکار کا مقابلہ دیکھنے چل رہا تھا۔ چنانچہ اسکروپ نے اسے بھی اپنی بگھی میں سوار کر لیا تھا۔

قصر ریجنال کے دروازے پر پہنچ کے جب میں بگھی سے اترا تو سب سے پہلے میری نظر وہاں کھڑے ہوئے ایک لحیم شحیم مگر قبول صورت شخص پر پڑی۔ وہ مخمل کا کوٹ اور سرخ رنگ کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا وہ کسی شہنشاہ کی سی شان اور تمکنت سے ہماری طرف بڑھا۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص چلا آرہا تھا۔ یہ دوسرا شخص کوئی اور نہیں بلکہ شکار گاہ کا محافظ چارلس تھا۔

"یہ جو موٹا شخص چلا آرہا ہے نا یہ محافظ اعلیٰ ہے"۔ اسکروپ نے میرے کان میں کہا "اسکے ساتھ ذرا احترام سے پیش آنا"۔

ذرا گھبرا کے میں نے اپنے سر سے ہیٹ اتار لیا اور اس کے سامنے ذرا سا جھک بھی گیا۔

"آپ ہی مسٹر ایلن کواٹر مین ہیں ؟" شہنشاہ نے اپنی گہری گمبھیر آواز میں پوچھا اور میرے میانہ قد اور دبلے پتلے جسم کا جائزہ لینے لگا۔

"جی ہاں۔ مجھے ہی ایلن کواٹر مین کہتے ہیں"۔ میں نے بڑی انکساری سے جواب دیا۔

"تو پھر جناب "اس نے کہنا شروع کیا۔ "مجھے قصر ریجنال کے مالک لارڈ ریجنال نے حکم دیا ہے کہ یہ بندوقیں میں آپ کو دے دوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان بندوقوں کو ذرا حتیاط سے استعمال کریں گے کیونکہ ان بندوقوں کو خریدا نہیں گیا ہے۔ اگر سرکار کو یہ ندوقیں پسند آگئیں تب تو بے شک خریدلی جائیں گی ورنہ انھیں لوٹا دیا جائے گا اور جناب تناتو جانتے ہی ہونگے کہ خراب اور بگڑی بندوقوں کو بندوق ساز واپس نہیں لیتے"۔ اور ب وہ چارلس کی طرف گھوم گیا "چارلس ان بدیسی صاحب کو بتا کہ یہ بندوقیں کس لرح چلائی جاتی ہیں اور دیکھو بندوق کی نال ہمیشہ نیچے رکھو۔ یوں زمین کی طرف۔ بے نک یہ بندوقیں بھری ہوئی نہیں ہیں تاہم احتیاط لازمی ہے"۔ "شکریہ"۔ میں نے ذرے خفا ہو کے کہا"۔ لیکن جہاں تک بندوقوں کے استعمال اور ان کی حفاظت کا تعلق ہے میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ اس لئے اس معاملہ میں مجھے سبق دینے اور لیکچر انے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

"یہ سن کے مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی"۔ شہنشاہ صاحب نے قدرے بے یقینی سے کہا۔ "چارلس معلوم ہوا ہے کہ ان بدیسی صاحب کی بندوقیں بھرنے کا کام اسکروپ کریں گے۔ امید ہے کہ اسکروپ صاحب بندوق بھرنا جانتے ہونگے، سرکار حکم ہے کہ تم ان دونوں صاحبوں کے ساتھ رہو اور کارتوسوں کو اپنے پاس رکھو۔ ان کا حساب بھی تمہیں ہی رکھنا ہے اور ہاں یہ بدیسی صاحب جتنے پرندوں کا شکار کریں۔ ان کو ھی تمہیں شمار کرنا ہے۔ خیال رہے صرف ان پرندوں کو شمار کرنا ہے جو جاں بحق ہو بائیں نہ کہ ان پرندوں کو جو زخمی ہو کر بھاگ جائیں۔ زخمی پرندوں سے میں اکتا گیا وں بہت گڑبڑ مچاتے ہیں وہ زخمی پرندے"۔

یہ ہدایات ان شہنشاہ صاحب نے بہت بلند مقام پر بیٹھ کے یا اپنے آپ کو ہم سے بہت بلند سمجھ کے دی تھیں۔ محافظ اعلیٰ کی ان ہدایات کا اسکروپ پر یہ اثر ہوا کہ وہ جھنکنے لگا۔ چارلس پر یہ اثر ہوا کہ وہ مسکرانے لگا لیکن میرے دل میں غصہ کا لاوا ابلنے لگا

میں نے چارلس کے ہاتھ سے ایک بندوق لے لی اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے اور تولنے لگا عین اسی وقت اصطبل کے کونے کے پیچھے سے ریجنال نکل آیا۔

"جانکن" ریجنال نے محافظ اعلیٰ سے کہا۔ "کیا کہا ہے مسٹر کواٹر مین؟ جاؤ اپنے کام سے کام رکھو۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ ان صاحب نے جنہیں تم لیکچر دے رہے تھے اتنے شیروں اور ہاتھیوں کا شکار کیا ہے کہ تم نے اپنی عمر میں اتنے چوہے بھی نہ مارے ہوں گے اور خیال رہے مسٹر کواٹر مین۔ اور میرے کسی بھی مہمان کو تمہیں ہدایت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جاؤ۔ ہانکا کرنے والوں کا انتظام کرو"۔

جانکن کا چہرہ جو اس جیکٹ کی طرح سرخ تھا، اب ایک دم سے زرد ہو گیا "معافی چاہتا ہوں سرکار"۔ وہ بولا۔ "مجھے کسی کی دل آزاری منظور نہ تھی لیکن سرکار ہاتھی اور شیر پرواز نہیں کرتے اور جو لوگ اس زمین پر رینگنے والے کیڑوں کا شکار کرتے ہیں وہ یقیناً اڑتے ہوئے پرندوں کا شکار کرتے وقت عادت سے مجبور ہو کر بندوق کی نال نیچے رکھیں گے۔ اور جب بندوق کی نال نیچے ہو تو سامنے کھڑا ہوا دوسرا شکاری خود شکار ہو جائے۔ سرکار! ہانکا کرنے والے شکار گاہ میں پہنچ چکے ہیں"۔

یوں گل افشانی فرما کر جانکن صاحب الٹے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کافی دور تک چلے گئے اور پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ریجنال اسے جاتے دیکھتا رہا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"جانکن کی گستاخیوں کی میں آپ سے معافی چاہتا ہوں مسٹر کواٹر مین۔"

وہ بولا"۔ لیکن یہ بوڑھا مجھے جاگیر کے ساتھ ورثے میں ملا ہے۔ لطیفہ تو یہ ہے کہ یہ حضرت دوسروں کو تو نصیحت فرماتے ہیں لیکن خود بندوق چلانے میں اناڑی ہیں۔ بہر حال آدمی بہت دلچسپ اور عمدہ ہے تشریف لے چلئے۔ چارلس آپ کے کارتوسوں اور بندوقوں کی حفاظت کرے گا"۔

چنانچہ ہم لارڈ ریجنال کے ساتھ قصر کے بڑے کمرے میں پہنچے اس کمرے میں تمام حضرات موجود تھے جو موسم سرما کے اس شکار میں شریک ہونے والے تھے ۔ ریجنال نے اس شکاری جماعت سے ہمارا تعارف کرایا ان میں سے اکثر لوگ وہ رات قصر ریجنال میں ہی گزارنے والے تھے ، یہ سب کے سب اپنے وقت کے بہترین اور

مشہور نشانے باز تھے اور اس گروہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھ کے مجھے بیحد حیرت ہوئی جس سے میں واقف تھا، یہ سچ ہے بارہ برس بعد اس دن پہلی دفعہ میں نے اس شخص کو ریجنال کے یہاں دیکھا۔ لیکن میرا حافظہ کمزور نہیں ہے اور ایک دفعہ میں جس کی بھی صورت دیکھ لیتا ہوں اسے پھر عمر بھر فراموش نہیں کرتا اور دوسری ملاقات کے وقت اسے فوراً ہی پہچان لیتا ہوں، خواہ ہماری ان دو ملاقاتوں کے درمیان کتنے ہی طویل سال کیوں نہ حائل ہوں چنانچہ اس وقت بھی میں نے اس شخص کو پہچان لیا وہ کرخت اور لمبوترہ چہرہ، بھوری اور باریک آنکھیں اور چقندر کی طرح سرخ اور ستواں ناک "وان کوپ" کے علاوہ کسی اور کی نہ ہو سکتی تھی۔۔۔۔وان کوپ۔۔۔۔جنوبی افریقہ کا جعلساز اعظم ۔۔۔۔وان کوپ ۔۔۔۔مکاری کے نام پر آخری حرف ،وان کوپ ،جو اپنی ہوشیاری اور چالاکی کے باعث ہمیشہ حکومت کی گرفت سے بچتا رہا۔۔۔۔وان کوپ، جو مجھے الوہنا کے مجھ سے بھی دو سو پچاس پونڈ اینٹھ لے گیا تھا اور مجھ جیسے پیشہ ور شکاری کے لئے یہ معمولی نہیں بلکہ خطیر رقم تھی۔

پچھلی مرتبہ جب میری ملاقات وان کوپ سے ہوئی تھی تو ہم دونوں میں چیخ ہو گئی تھی۔ ہمارے اس زبردست معرکہ کا خاتمہ میرے اس اعلان پر ہوا تھا کہ اب اگر کبھی میں نے اسے افریقہ میں دیکھا تو بلا تکلف اسے گولی مار دوں گا۔ غالباً میری اسی دھمکی کا اثر وان کوپ پر ہوا اور وہ جنوبی افریقہ سے دفعتہً غائب ہو گیا تھا کیونکہ یہ شخص جتنا زیادہ فریبی اور مکار تھا اتنا ہی زیادہ بزدل بھی تھا۔

معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی اپنی بگھی میں سوار ہو کر اپنی قیام گاہ سے قصر ریجنال آیا تھا اور یقیناً اس بات سے بےخبر تھا کہ میں بھی موسم سرما کے اس شکار میں شریک ہو رہا ہوں اگر اسے معلوم ہو گیا ہوتا کہ میں قصر میں موجود ہوں تو وہ اس طرف کا رخ نہ کرتا۔ قصہ مختصر اس نے گھوم کے میری طرف دیکھا اور مارے حیرت کے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"خدا کی قسم۔۔۔۔ایلن کواٹرمین!" اس نے یوں حیرت سے کہا کہ ریجنال جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔

"جی ہاں مسٹر وان کوپ ۔ایلن کواٹرمین ۔آپ کا پرانا دوست"۔ میں نے قدرے

بشاشت سے کہا۔

"امید ہے کہ مجھے یہاں دیکھ کر آپ کو بھی اتنی ہی مسرت حاصل ہوئی ہو گی جتنی کہ آپ کو دیکھ کر مجھے حاصل ہوئی ہے"۔

"آپ کو شاید کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے مسٹر کواٹر مین"۔ ریجنال نے کہا "ان صاحب کا نام وان کوپ تو نہیں بلکہ سر جیونس فاریکس ہے"۔

"اچھا! مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ ان صاحبوں کا کبھی یہ نام رہا ہو۔ بہر حال اب یہ سر جیونس ہوں یا کچھ اور اس سے تو ان کو بھی انکار نہ ہو گا کہ ہم دونوں پرانے دوست ہیں"۔ میں نے کہا۔

ریجنال ہمارے قریب سے قصداً ٹل گیا۔ غالباً وہ اس معاملہ کو جس کی تہہ میں اسے کچھ گڑبڑ نظر آگئی تھی، طول دینا نہ چاہتا تھا ہماری یہ گفتگو ریجنال کے علاوہ کسی اور نے نہ سنی تھی۔

"مسٹر کواٹر مین" وان کوپ نے تقریباً سرگوشی میں کہا۔ "افریقہ میں آپ سے رخصت ہونے کے بعد سے قسمت مجھ پر خوب مہربان ہو گئی ہے"۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے"۔ میں نے کہا۔ "لیکن میری حالت ویسی ہی ہے جیسی کہ تھی چنانچہ اب اگر آپ میرا قرض ادا کر دیں تو یہ آپکا احسان ہو گا"۔

"قرض!" وان کوپ نے حیرت سے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ وہی دو سو پچاس پونڈ۔ جو آپ نے دھوکہ سے مجھ غریب سے اینٹھ لیے تھے وہ دو سو پچاس پونڈ مع سود کے لوٹا دیجئے۔ اگر نہ لوٹائے تو میں آپ کا پول کھول دوں گا"۔

"مسٹر کواٹر مین!" وہ مسکرایا۔ وہی کینہ ورانہ مسکراہٹ جس سے مجھے نفرت تھی چنانچہ میرا جی چاہا کہ لات مار کے اس شخص کو باہر نکال دوں"

"مسٹر کواٹر مین! میں تمہارے اس قرض سے نہ صرف انکار کر سکتا ہوں بلکہ اسے جھٹلا بھی سکتا ہوں"۔

"اچھا!" میں نے کہا۔ "تو پھر شاید ان واقعات کو بھی جھٹلا دو گے جو میں یہاں اور ان لوگوں کے سامنے بیان کروں گا میرا مطلب ہے ان واقعات کو جن کا تعلق تمہاری ذات سے ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب میں نہایت ٹھوس ثبوت مہیا کر دوں گا اور

کھرے کھوٹے کو الگ کر دوں گا تو پھر کون احمق تمہاری بات کا یقین کرے گا؟"
وہ چند ثانیوں تک سوچتا رہا پھر بولا۔
"کواٹر مین! تم بڑے معقول آدمی ہو اور شرط بدنے میں ہمیشہ آگے آگے رہتے ہو۔ چنانچہ اس وقت میں ایک معقول و مناسب پیش کش کر رہا ہوں جسے امید ہے تم قبول کر لو گے۔"
"کہو۔۔۔۔"
"آج کے شکار میں اگر میں نے تم سے زیادہ تیتر مار لئے تو تم اپنی زبان بند رکھو گے یعنی میری اس زندگی کے متعلق جو میں جنوبی افریقہ میں نے گذاری ہے کسی سے کچھ نہ کہو گے اور نہ ہی اپنے دو سو پچاس پونڈ کا تقاضہ کرو گے لیکن اگر تم نے مجھ سے زیادہ تیتر مار لئے تو اسکے بعد بھی تم اپنی زبان بند رکھو گے البتہ میں تمہارے دو سو پچاس پونڈ مع چھ سال کے سود کے ادا کر دوں گا۔ سود ابرا نہیں۔ کہو منظور ہے؟"
"بہت اچھا ہے۔ مجھے منظور ہے"۔ میں نے کہا۔
"سر جیونس! کیا شرط ہے آپ کی؟" لارڈ ریجنال نے پوچھا جو خدا جانے کب ہمارے قریب آکھڑا ہوا تھا۔
"یہ تو خاصی طویل کہانی ہے" وان کوپ نے جواب دیا"۔ مختصر یہ کہ کئی سال پہلے جب میں افریقہ میں تھا تو پانچ پونڈ کی حقیر رقم کے لئے مجھ میں اور کواٹر مین میں ذرا گرما گرمی ہوئی تھی۔ مسٹر کواٹر مین کا خیال تھا کہ میں پانچ پونڈ کے لئے ان کا مقروض ہوں۔ بہر حال ہم دونوں کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے تھے۔ چنانچہ آج موقعہ غنیمت جان کے ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم انہی پانچ پونڈ سے شرط بد کے ایک دوسرے کے مقابلہ میں تیتروں کا شکار کرینگے اور وہی جیت جائے گا جو زیادہ تیتر مارے گا"۔
"بے حد دلچسپ" ریجنال نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ اس کے بشرے پر کے جذبات سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے وان کوپ عرف سر جیونس کی باتوں پر ذرا بھی یقین نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے ہم دونوں کی گفتگو کا زیادہ حصہ سن لیا تھا۔
اب یہ ایک اتفاق تھا کہ شکار کرنے کے لئے شکار گاہ میں پہنچ کے ہم پہلی اور قریبی جھاڑیوں کی طرف بڑھے ہیں تو میں ریجنال کے ساتھ تھا یہ جھاڑیاں قصر

ریجنال سے تقریباً نصف میل دور تھیں۔

"تو تم سر جیونس سے پہلے بھی مل چکے ہو۔ ریجنال نے پہلی دفعہ بے تکلفی سے مجھے "تم" کہہ کہ مخاطب کیا۔

"جی ہاں۔ میں وان کوپ سے، جو یہاں سر جیونس بنے ہوئے ہیں پہلے بھی مل چکا ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔

"تقریباً بارہ برس پہلے جنوبی افریقہ میں ہم دونوں کی آخری ملاقات ہوئی تھی اس کے بعد وان کوپ افریقہ سے غائب ہو گیا۔ وہاں یہ صاحب چند خاص معاملات کے سلسلے میں بڑے مشہور ہو چکے تھے۔"

"چنانچہ افریقہ سے غائب ہو کر یہ صاحب دس سال پہلے یہاں نمودار ہوئے اور قصر ریجنال کے قریب ہی ایک خاصی بڑی جائیداد خرید لی۔ تین سال پہلے بیرونٹ کا خطاب ملا تھا۔"

"تمہاری باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تم اس شخص کو پسند نہیں کرتے اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن تیتروں کا شکار کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ان دنوں پرنالوں کا شکار شوق سے بڑھ کر خبط کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ اس شخص کی شہرت ہو جاتی ہے جس کی شکار گاہ میں پورے علاقہ میں سب سے زیادہ پرندے شکار کئے گئے ہوں چنانچہ مجھے مجبوراً ایسے لوگوں کو مدعو کرنا پڑتا ہے جو عمدہ شکاری ہوتے ہیں لیکن عمدہ آدمی نہیں ہوتے۔"

"اس صورت میں مجھے اپنی شرط واپس کھینچ لینی چاہیے کیونکہ شوق آخر شوق ہے اور شوق کاروبار بن جاتا ہے تو اس میں خاک لطف نہیں آتا۔ اور شوق اور کاروبار کے فرق کو مجھ سے بہتر طور پر کوئی اور نہیں سمجھ سکتا کیونکہ میری ایک عمر شکار کو پیشہ بنا کے ہی گزری ہے۔"

"بہر حال مین چاہتا ہوں کہ تم شرط جیت کر سر جیونس سے اپنے پانچ سو پونڈ حاصل کر لو۔ یہ شخص بڑا ہی اوچھا اور ذلیل ہے۔"

"شرط جیتنے کے امکانات بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں کیونکہ پہلے کبھی میں نے تیتروں کا شکار نہیں کیا۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن آپ چاہتے ہیں تو میں

قسمت آزمائی کروں گا۔"

"کوارٹر مین! تیتروں پر گولی چلاتے وقت بندوق کو ذرا اوپر اٹھا رکھو یہ عجیب بات ہے کہ گذشتہ کل تم نے مجھے چند مشورے دیئے تھے لیکن آج میں تمہیں مشورے دے رہا ہوں۔ لیکن چھرے گولی کی طرح تیز نہیں جاتے اور تیتر ایک ایسا پرندہ ہے جو خیال سے بھی زیادہ تیز پرواز ہے لو۔ ہم پہنچ گئے۔ چارلس تمہیں بتادے گا کہ تمہیں کہاں کھڑے ہو کر شکار کرنا ہے۔ جاؤ تمہیں خدا کامیاب کرے"

اور دس منٹ کے بعد شکار کا آغاز ہو چکا تھا۔

شام تک شکار جاری رہا۔ بندوقیں تڑتڑائیں اور ہوا چنگھاڑتی رہی۔ میں زیادہ سے زیادہ پرندے گرانے لگا اور پینتیس کارتوسوں سے میں نے تیس پرندمار گرائے۔

کھیل ختم کے قریب تھا کہ تنہا ایک تیتر نظر آیا اور وہ اتنا اوپر تھا کہ شام کے گاڑھے ہوئے ہوئے اندھیرے اور گرتی ہوئی برف میں ایک نقطے کی طرح نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کی طرف بندوق اٹھادی۔

"بہت دور ہے کوارٹر مین۔" ریجنال نے کہا۔

تاہم میں نے بندوق چلادی اور پرندہ ہوا میں ہی مردہ ہو کر ہمارے پیچھے تالاب میں ایک جھپاکے کے ساتھ گرا، یہ نشانہ اتنا عمدہ اور ایسا استادانہ تھا کہ ہر ایک منہ سے واہ نکل گئی اور اسکروپ نے خوش ہو کے میری پیٹھ پر ایسی زوردار تھپ جمائی لہ میری آنکھوں کے سامنے لال پیلے دھبے ناچنے لگے۔

ایسا عمدہ نشانہ میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا"۔ ریجنال نے کہا اور واپسی کا بگل بجادیا۔ اس نے تاکید کردی تھی کہ میرے اور سر جیونس عرف زان کوپ کے شکار کئے ہوئے پرندوں کو الگ الگ رکھا جائے کیونکہ یہی معاملہ شرط کا تھا۔

قصر میں پہنچے تو چائے تیار تھی۔

جب میں چائے کی دوسری پیالی خالی کر رہا تھا تو ریجنال جو کمرے سے باہر چلا گیا تھا، واپس آیا اور اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے اور شکار کئے ہوئے پرندوں کا معائنہ کرنے کی دعوت دی چنانچہ میں اس کے ساتھ قصر کے صحن میں پہنچا جہاں شکار کئے ہوئے پرندے بڑی قطار میں رکھے ہوئے تھے۔ دو قطاریں سب سے الگ اور دور رکھی

ہوئی تھیں۔

"یہ پرندے" اسکروپ نے دو قطاروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہارے اور وان کوپ۔ میرا مطلب ہے سر جیونس کے شکار کئے ہوئے ہیں۔ خدا جانے کس کی جیت ہوئی ہے تم دونوں میں سے۔"

"جانکن! ریجنال نے محافظ اعلیٰ سے کہا" سر جیونس کے شکار کئے ہوئے پرندے کتنے ہیں؟

"دو سو ستتر۔" جانکن نے جواب دیا۔

"اور مسٹر کواٹر مین کے شکار کئے ہوئے کتنے ہیں؟" ریجنال نے پوچھا اور ہماری طرف گھوم کے بولا۔"

"دوستو! یہاں میں یہ یاد دلا دوں کہ آپ دونوں کے شکار کئے ہوئے پرندوں کو حتی الامکان الگ الگ رکھ دیا گیا ہے چنانچہ جانکن کا فیصلہ آخری ہوگا یعنی وہ جو تعداد بتائے گا وہ یقینی ہوگی۔"

"بالکل" میں نے کہا لیکن دان کوپ خاموش رہا۔

ہم سب جانکن کے اعلان کے منتظر تھے جو میرے شکار کئے ہوئے پرندے شمار کر رہا تھا اور اس نے جو تعداد بتائی وہ میرے لیے خلاف توقع اور بڑی حیرت انگیز تھی۔ "دو سو ستتر (۲۷۷) سر۔" جانکن نے بتایا۔

چنانچہ ظاہر ہوا مسٹر کواٹر مین کہ تم شرط جیت گئے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔" ریجنال نے کہا۔

"ایک منٹ" دان کوپ نے کہا۔ شرط تیتروں کی تعداد پر تھی۔"

"لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ شرط لگاتے وقت لفظ پرندے استعمال کیا گیا تھا" میں نے کہا۔ "لیکن پرندوں سے مراد میں نے تیتر ہی لی تھی اور سر جیونس کا مطلب بھی یہی تھا چنانچہ ہم دونوں کا حساب برابر رہا۔"

"کواٹر مین! میں تمہاری اس صاف گوئی اور فراخ دلی کی داد دیتا ہوں چنانچہ اب سر جیونس کے پانچ سو پونڈ ان کی جیب میں ہی رہے وہ آخری تیتر جو تم نے مار گرایا تھا اور جو تالاب میں جا پڑا تھا میرے خیال میں صرف زخمی تھا اور تیر کر دوسرے کنارے

پر پہونچ گیا ہوگا ورنہ تم جیت جاتے۔ ریجنال نے کہا۔

"میرا بھی ایسا ہی خیال ہے" میں نے ریجنال سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "حالانکہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ اس آخری تیتر کو سچ مچ میں نے ختم کر دیا ہے۔"

"بہر حال وہ تیتر نہ اس انبار میں ہے اور نہ کسی کو ملا ہے، ریجنال نے کہا ہم نے جتنے تیتر مارے ہیں اگر وہ سب مل گئے ہوتے تو انہیں رکھنے کے لیے یہاں جگہ نہ ملتی۔" دان کوپ نے کہا۔ اس کے چہرے پر اطمینان اور کامیابی کی دمک اور آنکھوں میں فتح مندانہ چمک تھی۔

اور جب ہم قصر میں جانے کے لیے پلٹے ہیں تو کچھ ہوا۔ چارلس ہانپتا کانپتا صحن میں داخل ہوا اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور چہرہ سرخ تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا اور اس شخص کے ساتھ ایک کتا تھا۔ ایک شخص کو میرے شکار کئے ہوئے پرندوں کو جمع کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔

"سرکار! مل گیا۔ وہ آخری تیتر مل گیا جسے افریقہ کے صاحب نے بادلوں کے اوپر ہی گولی ماردی تھی یہ تیتر تالاب کی کیچ میں پھنس گیا تھا۔ میں نے اور ٹام نے مل کر اسے بڑی کوششوں کے بعد نکالا ہے"

چنانچہ اس صورت میں کواٹرمین کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے" ریجنال نے کہا۔ سر جیونس! پانچ سو پونڈ مسٹر کواٹرمین کے حوالے کر دیجئے اور ایک عمدہ شکاری کی طرح انہیں مبارکباد دیجئے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا" سر جیونس عرف دان کوپ نے احتجاج کیا "میں یہ کیسے تسلیم کر لوں کہ یہ تیتر کواٹرمین کی گولی سے ہی شکار ہوا ہے؟ اور آپ کو یہ بھی اطلاع دیدوں لارڈ ریجنال کہ جس رقم پر بازی لگائی گئی ہے وہ پانچ سو پونڈ سے زیادہ ہے۔"

"میرے آدمی کہتے ہیں کہ یہ تیتر کواٹرمین کا شکار کیا ہوا ہے اس لیے آپ کو بھی تسلیم کر لینا چاہیے اس کے علاوہ یہ تیتر بہت بلندی پر سے گرا تھا اس لئے ان دونوں نے تیتر کو الٹ پلٹ کر دیکھا! اس کے صرف ایک زخم آیا تھا جو چونچ کے عین نیچے حلق میں نظر آرہا تھا گولی اسی جگہ لگی تھی لیکن وہ آرپار نہ ہوئی تھی۔

"سر جیونس! آپ کس نمبر کا کارتوس استعمال کر رہے تھے؟ ریجنال نے

پوچھا۔

"چار نمبر کے" وان کوپ نے جواب دیا۔

"اور کواٹر مین تین نمبر کے کارتوس استعمال کر رہے تھے۔ کوئی اور صاحب بھی تین نمبر کے کارتوس استعمال کر رہے تھے ؟" ریجنال نے پوچھا۔ سب لوگوں نے جو وہاں جمع ہو گئے تھے، نفی میں سر ہلایا۔

"جانکن ! پرندے کا سر کھولو۔ وہ گولی، جس نے اس کی جان لی ہے میرا خیال ہے کہ اس کے بھیجے میں مل جائے گی۔" ریجنال نے حکم دیا۔

جانکن نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کے ایک چھوٹا مگر نہایت ہی تیز چاقو برآمد کیا اور بڑی مہارت سے تیتر کی کھوپڑی کھول کے گولی نکال لی۔

"یہ تین نمبر کا ہی چھرا ہے سرکار۔" وہ سر ہلا کے بولا۔

"سر جیونس !اب تو آپ کو اطمینان ہو گیا ہو گا۔ ریجنال نے کہا۔" اب چونکہ شرط یہیں بدی گئی تھی اس لیے بہتر ہے کہ شرط کی رقم بھی اسی وقت اور اسی جگہ ادا کر دی جائے۔"

"لیکن اس وقت میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔" دان کوپ عرف سر جیونس نے خفا ہو کے کہا۔

"میرے خیال میں آپ کا بینک بھی وہی ہے جو میرا ہے۔"

ریجنال نے بڑے سکون سے کہا۔

"چنانچہ چل کر چیک لکھ دیجئے اسی وقت"

چنانچہ اس نے چیک میں دو سو پچاس پونڈ کا ہندسہ لکھا۔ چیک کاٹ کے میرے سامنے میز پر پھینک دیا اور بڑبڑا کے کہا کہ تفریح کو کاروبار بنانا گدھوں کا کام ہے۔"

تیتروں کے شکار کا یہ واقعہ میں نے اس قدر تفصیل سے اس لئے بیان کیا ہے کہ یہیں سے میری اور ریجنال کی دوستی کا آغاز ہوتا ہے یہی دوستی تھی جو مجھے ریجنال کے ساتھ افریقہ کے اس گمنام ترین حصہ میں لے گئی جہاں سیاہ کاندہ اور سفید کاندہ کے نام کے دو قبیلے آباد تھے جو ایک نہایت قدیم قوم کی یادگار تھے اگر میں اس شکار میں

شریک نہ ہوا ہوتا تو یہ سنسنی خیز اور حیرت انگیز داستان بھی منظر عام پر نہ آتی۔ لارڈ ریجنال کو جب معلوم ہوا کہ دان کوپ جا چکا ہے تو اس نے کچھ نہ کہا۔ البتہ وہ آگے بڑھا، وہ مسکرایا اور اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ یہ میری ایلن کواٹر مین کی اور لارڈ ریجنال کی اس نہ ٹوٹنے والی دوستی کا آغاز تھا جس کے سبب میں اپنی زندگی کے سب سے زیادہ حیرت انگیز مہم پر روانہ ہونے پر مجبور ہو گیا۔



ڈھائی گھنٹے گذر گئے۔

اور اس تمام عرصہ میں بس ایک جگہ لیٹا ہی رہا کیونکہ میرے سر میں سخت درد تھا۔ یہ درد مسلسل بندوق چلانے اور تیز ہوا کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔

پھر اسکروپ نمودار ہوا۔ چونکہ میں اس عظیم الشان قصر کے راستوں سے واقف نہ تھا اس لیے میں نے اسکروپ سے کہا تھا کہ جب نشست گاہ میں جانے کا وقت آئے تو وہ مجھے بلانے آجائے۔

چنانچہ ہم دونوں نشست گاہ میں پہونچے۔

یہ بحد عمدہ کمرہ تھا جو خاص خاص موقعوں پر ہی کھولا جاتا تھا اس کی چھت سے ہنڈے لٹک رہے تھے اور ان ہنڈوں میں دو تین سو بڑی بڑی موم بتیاں روشن تھیں اس لیے یہ کمرہ صحیح معنوں میں بقعہ نور بنا ہوا تھا رات کے کھانے کی اس دعوت میں جو لوگ شریک تھے ان کی تعداد تیس کے قریب تھی اور یہی وہ خاص لوگ تھے جن کا تعارف لارڈ ریجنال کی ہونے والی بیوی سے کرایا جانے والا تھا۔

اسکروپ کی منگیتر مس بیرز بہت حسین اور پر کشش نظر آرہی تھی اس نے

نہایت ہی عمدہ اور قیمتی زیورات اور فوق البھڑک لباس زیب تن کر رکھا تھا وہ ایک شہزادی کی شان سے کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے اسکروپ کو مطلع کیا کہ ریجنال کی منگیتر کوئی دم میں آیا ہی چاہتی ہے۔

"توآنے دو" اسکروپ نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تم آگئیں تو میرے لیے دنیا آگئی اب جس کو آنا ہو آئے اور نہ آنا ہو نہ آئے اور بھئی کیونکہ وہ کسی نے کہا ہے نا کہ حور پر آنکھ نہ ڈالے شیدا تیرا" وغیرہ، وغیرہ"۔

اور اسکروپ اپنی منگیتر مس میسز کو دیکھنے لگا کہ وہ سچ مچ "ایمان لوٹ لینے والی "اور" ہوش و خرد سے بیگانہ کر دینے والی" معلوم ہوتی ہے اور یوں گھور گھور کر مس میسز کو دیکھنے لگا کہ وہ بیچاری شرما گئی۔

دفعتہً نشست گاہ کا وہ بڑا دروازہ کھلا جو غالباً کسی دوسرے کمرے سے متعلق تھا اور جناب وحشی یعنی مسٹر سیو تیج اکڑتے ہوئے نمودار ہوئے۔ سیو تیج اس پوری رسم کا غالباً منتظم اعلیٰ تھا۔ اس نے بڑی پاٹ دار آواز میں کہا۔

"ہوشیار! خاتون لاجڈن اور مس ہومز تشریف لا رہی ہیں۔"

ہر شخص کی گردن گھوم گئی اور میں بھی ہر شخص کی طرح اسی دروازے کی طرف دیکھنے لگا لیکن سب سے پہلے میری نظر خاتون لاجڈن پر پڑی یہ عورت قدرے بد صورت تھی اس نے ساٹن کا لباس پہن رکھا تھا اور وہ بڑے بڑے ہیروں کے زیورات کی طرح سفید تھے، ناک ہونٹوں پر جھکی ہوئی، کالی کالی باطن کا جائزہ لیتی ہوئی آنکھیں اور طرہ یہ کہ وہ عورت شدید زکام میں مبتلا تھی۔ خاتون لاجڈن کا جائزہ میں پوری طرح نہ لے پایا تھا کہ دفعتہً اسکی دختر نیک اختر نمودار ہوئی۔

اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ وہ حسین ترین لڑکی تھی بلکہ اسے عورت کہنا مناسب ہوگا کیونکہ اسکی عمر بائیس تیئس سال کے درمیان رہی ہوگی۔ درمیانہ قد متناسب اعضاء۔ بھرا ابھرا جسم اور چلت پھرت غزال کی سی بلکہ وہ سچ مچ غزال تھی اسکی آنکھیں بھی غزال تھیں۔ لمبے اور بھورے بال جن میں گھونگھر پڑ رہے تھے لیکن نہ اتنے زیادہ کہ بھدے معلوم ہوں اور رنگ؟ رنگ نہ اتنا سفید کہ پھیکا معلوم ہو اور نہ اتنا گہرا کہ نمکین معلوم ہو۔ معلوم نہیں ایسے رنگ کو آپ کے یہاں کیا کہتے ہیں البتہ افریقہ میں اسے

"زیتونی رنگ" کہتے ہیں۔ مناسب دہانہ، نہ تنگ اور نہ کشادہ، ہونٹ سرخ مجھے تو
اینگلو سیکسن سے زیادہ اطالوی یا اندلسی معلوم ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میرا یہ اند
غلط نہ تھا کیونکہ باپ کی طرف سے اسے جنوبی خون ورثے میں ملا تھا۔ وہ ہلکے گلابی رنگ
کے کپڑے پہنے ہوئے تھی رہے زیورات تو اس کے گلے میں موتیوں کی ایک مالا
اور بالوں میں پھول اڑسا ہوا تھا اور بس۔ مس ہومز حسن کا مکمل ترین نمونہ تھی۔ لیک
اسکے حسن میں مجھے ایک نقص نظر آیا۔ بشرطیکہ ہم اسے نقص کہہ سکیں۔ یہ ایک داغ
جو اسکے سینے پر تھا۔ یہ سفید داغ ہلالی تھا۔ ہو بہو پہلے چاند کی طرح۔

نشست گاہ میں موجود لوگ مس ہومز کے ظاہری حسن سے مرعو
ہوئے ہوں تو میں کہہ نہیں سکتا لیکن جس چیز نے خود مجھے مرعوب کیا وہاں چہرے
جذبات تھے۔ اس کے چہرے پر عجیب طرح کی دمک تھی۔ اس سے رحمدلی اور ہمدرد
کے علاوہ مسرت کے جذبات مترشح تھے لیکن مجھے کچھ اور بھی نظر آیا، ایک عجیب طر
کا پراسرار اور عارفانہ جذبہ جیسا کہ مصر قدیم کی دیویوں کے بتوں کے چہروں پر دیکھ
سکتا ہے۔ خاتون لاجڈن نے اپنی بیٹی سے کچھ کہا تو وہ مسکرائی اور مسکراہٹ
ساتھ ہی یہ پراسرار اور عارفانہ جذبہ معدوم ہو گیا لیکن عارضی طور پر وہ پھر اس
بشرے سے عیاں تھا۔ مس ہومز کی اس مسکراہٹ نے میرے دل میں کسی کی یاد تازہ
دی تھی۔

لیکن کس کی یاد؟۔۔۔۔۔ کس کی؟

ہاں ہاں یاد آیا۔ ایسا ہی پراسرار جذبہ اور ایسی مسکراہٹ میں نے زولو قوم
ایک خاص لڑکی کے چہرے پر اس وقت دیکھی تھی جب وہ مر رہی تھی۔ اس کا
ماہینا تھا اور اس کی موت بڑی ہی المناک اور حیرت خیز تھی۔ میں کانپ گیا۔ پتہ نہیں
کیوں؟ حالانکہ میں جانتا تھا کہ اعتقاد کے مطابق کوئی روح حلول کر گئی تھی۔ ظاہر
کہ مس ہومز میں کوئی روح حلول نہ کر گئی تھی تاہم اس میں کوئی خاص بات تھی مس
ہومز میں کوئی خفیہ قوت چھپی ہوئی تھی۔

لارڈ ریجنال اپنی منگیتر کے استقبال کو آگے بڑھا اور مس ہومز کی وال
، خاتون لاجڈن نے آگے بڑھ کے اپنے ہونے والے داماد کی بلائیں لے لیں اور اب

دوسری طرف گھوم کے اسکروپ کو سن رہا تھا.........جو اپنی منگیتر کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا تھا، دفعتہً مجھے اپنے پیچھے سے ایک شیریں آواز سنائی دی جو کہ کہہ رہی تھی۔

''کہاں ہے؟ ارے نہیں پیارے۔ جواب دینے کی ضرورت نہیں، تم نے اس کا جو حلیہ بیان کیا ہے اسی کی وجہ سے میں اسے آسانی سے پہچان لونگی''۔

''بے شک پہچان لوں گی''۔ ریجنال نے جواب دیا کیونکہ وہ باریک اور شیریں آواز مس ہومز کے علاوہ کسی اور کی نہ تھی''۔ تاہم مناسب ہوگا کہ تعارف کی رسم میں ہی ادا کروں لیکن! پیاری! تم کس کے ساتھ کھانے کی میز پر جانا پسند کروگی۔ جیفری کیسا رہیگا تم جانو کہ میں اپنی ہونے والی خوشدامن صاحبہ کی موجودگی میں خود تمہیں نہیں لے جا سکتا''۔

''نہیں۔ جیفری نہیں''۔ مس ہومز نے جواب دیا۔ ''مسٹر ایلن کواٹر مین ٹھیک رہیں گے۔ بڑے دلچسپ آدمی ہوں گے یہ مسٹر کواٹر مین۔ پھر میں افریقہ کے متعلق ان سے بہت سی باتیں پوچھنا بھی چاہتی ہوں''۔

''تو پھر کواٹر مین ہی سہی'' ریجنال نے کہا۔ اور تمہارا اندازہ بھی غلط نہیں کواٹر مین جیسا دلچسپ آدمی کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا کیونکہ لیونا! تم ہمیشہ افریقہ کے متعلق ہی سوچا کرتی ہو؟ اس ملک سے تمہیں ایسی دلچسپی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کسی جنم میں افریقہ سے تمہارا کچھ تعلق رہا ہو اور یہ کہ اب بھی تم وہیں رہنے کی آرزو مند ہو''۔

''ہو سکتا ہے جارج کہ ایک دن میں افریقہ پہنچ جاؤں''۔ مس ہومز نے خوفناک آواز میں کہا۔

''کیونکہ کوئی نہیں کہہ سکتا اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کی مٹی کہاں کی ہے''۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک بار پھر اسکے چہرے پر وہی پراسرار عارفانہ جذبہ تھا۔

بہر حال میں ان دونوں کی گفتگو اس سے زیادہ نہ سن سکا اور یہاں میں یہ بھی بتادوں کہ ریجنال اور مس ہومز کی یہ گفتگو بیحد نیچی آواز میں ہوئی تھی اور انکی باتیں سوائے میرے کسی اور نے نہ سنی تھیں، آپ پوچھیں گے کہ اگر ان دونوں نے بیحد نیچی آواز میں گفتگو کی تھی تو پھر میں نے کیسے سن لی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ افریقہ کے

جنگلوں کی تلاش میں گھومنے کی وجہ سے میری قوت سامعہ بڑی تیز ہو گئی ہے کیونکہ گھنے جنگل میں "کان" سے نظر کا کام لیا جاتا ہے اور آواز کو سنکر ہی شکار کی قسم اور اس کی موجودگی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

بہر حال جب بھی کوئی میری تعریف کرتا ہے تو میں ایک عجیب طرح کی الجھن اور بے چینی محسوس کرنے لگتا ہوں۔ اس وقت بھی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے کے انتہائی سرے پر چلا گیا لیکن میرا یہ فرار محض بیکار تھا۔ کیونکہ لارڈ ریجنال نے جلد ہی مجھے تلاش کر لیا۔ اس کی منگیتر مس ہومز اس کے ساتھ ہی تھی۔

"کواٹرمین! ان سے ملو یہ ہیں مس ہومز۔ میری منگیتر"۔ ریجنال نے کہا۔

"یہ کمرہ طعام میں تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہیں۔ بھئی بات یہ ہے کہ انھیں بہت زیادہ دلچسپی ہے"۔

"افریقہ سے" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے ایلن کواٹرمین سے دلچسپی ہے جو افریقہ کا بہترین اور مشہور ترین شکاری ہے" مس ہومز نے مسکرا کے میری تصحیح کی۔

میں نے کمر سے ذرا خم ہو کر اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا تو ریجنال ہنسا اور ہم دونوں کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی کھانا لگ جانے کا اعلان کیا گیا اور میں اور مس ہومز دوسرے مہمانوں کے ساتھ نشست کو عبور کر کے کمرہ طعام میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ کمرہ بھی بہت عمدہ تھا جسکی چھت گرجا گھر کی طرح تھی۔ اس کمرے میں بھی مسٹر سیویج موجود تھے چنانچہ انھوں نے ہمیں اپنی نشستوں پر پہنچادیا۔ میری اور مس ہومز کی نشست ریجنال کے بائیں طرف تھی۔ ریجنال اپنی ہونے والی خوش دامن کے ساتھ لمبی اور چوڑی میز کے سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کیا کھایا اور کیا نہ کھایا مجھے کچھ یاد نہیں کیونکہ میں تو مس ہومز کی باتوں کی طرف ہی متوجہ رہا۔

"میں نے سنا ہے کہ تم نے سر جیونس سے شرط بد کے شکار کیا تھا یہ شرط تم نے جیت لی تمہیں، سو پچاس پونڈ ملے اور یہ پوری رقم تم نے ہسپتال کے چندے میں دیدی" مس ہومز نے گفتگو کا آغاز کیا۔ "مجھے نہ شکار پسند ہے اور نہ شرط بدنا اور یہ عجیب بات ہے کہ تم نے شرط پر شکار کھیلا حالانکہ تم اس قسم کے آدمی معلوم نہیں ہوتے لیکن سر جیونس مجھے

پسند نہ تھا اور چونکہ تم نے اسے شکست دیدی ہے اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ تمہاری یہ کامیابی ہماری دوستی کا آغاز ہے"۔

"لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھے سر جیونس سے نفرت تھی"۔ میں نے کہا۔

" تاہم مجھے یقین ہے کہ تم اس سے نفرت کرتے ہو کیونکہ جب میں نے اس کا نام لیا تھا تو تمہارے بشرے سے نفرت و حقارت کے آثار عیاں ہو گئے تھے"۔ اور میں نے اسے بتادیا کہ وان کوپ نے کس طرح مجھ سے دو سو پچاس پونڈ اینٹھ لیے تھے جبھی تو میں کہوں کہ مجھے اس شخص سے خواہ مخواہ کی نفرت ہو گئی ہے۔

"وہ بولی "تو ایسا ہے یہ شخص۔ اب اماں کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گا۔ وہ چاہتی تھیں کہ ۔۔۔ لیکن بھئی یہ ایک راز ہے"۔

اور پھر میں نے مس ہومز کو اس شادی کی مبارکباد دی جو بہت جلد ہونے والی تھی یعنی ریجنال کے ساتھ اور یہ کہہ کر تھوڑا سا فلسفہ بھی بگھار دیا کہ یہ کس قدر عمدہ بات ہے کہ ناول اور افسانوں میں یہ بات لکھی جاتی ہے وہ حقیقت میں ہونے والی ہے۔ یعنی ایک حسین لڑکی کی شادی ایک حسین لڑکے سے ہو رہی ہے اور پھر اس طرح کہ دونوں ایک دوسرے سے پیار بھی کرتے ہیں۔

وہ خاموشی سے سنتی رہی اور جب میں خاموش ہوا تو بولی۔

"شکریہ مسٹر کواٹرمین! لیکن دنیا میں خوشی کے ساتھ غم بھی ہوتے ہیں سکھ کے ساتھ دکھ کا آنا لازمی ہے۔ نیک شگون کے ساتھ بد شگون بھی ہوتے ہیں۔ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سب صحیح سہی مگر مستقبل کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ ظاہر ہے کہ تم کچھ کہہ سکتے ہو اور نہ میں کچھ کہہ سکتی ہوں۔ مستقبل کی اس تصویر جس پر گلابی رنگ کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس تصویر کو تم دیکھنے کے لئے بے چین تھے لیکن دیکھ نہ سکے"۔

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا"؟ میں نے حیرت سے پوچھا کیونکہ مس ہومز کو شادی کی مبارکباد دیتے وقت میں وہی باتیں سوچ رہا تھا جو مس ہومز نے کہیں اور اسی تصویر کے متعلق سوچ رہا تھا جو ریجنال کی مطالعہ گاہ میں ٹنگی ہوئی تھی اور جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتی "مس ہومز نے جواب دیا۔"بہر حال کسی طرح "خدا جانے

کس طرح مجھے معلوم ہو گیا۔سچ سچ کہہ دواب کہ تم اسی تصویر کے متعلق سوچ رہے تھے یا نہیں"؟

"اور اگر سوچ ہی رہا تھا تو ظاہر ہے اس سے کوئی فرق نہ پڑ جائے گا"۔میں نے سیدھا اور صاف جواب دینے کے بجائے گول گول جواب دیا۔

"ہر چند کہ وہ تصویر فی الحال نظر سے او جھل ہے لیکن آدمی جب چاہے وہ پردہ وہ ہٹا کر اسے دیکھ سکتا ہے"۔

"لیکن فرض کرو کواٹر مین کہ ایک دن آدمی وہ پردہ ہٹا دے اور اسے۔۔۔وہاں کچھ نظر نہ آئے تو پھر"؟

"تو پھر سمجھ لیجئے کہ تصویر چرالی گئی ہے اور اب تصویر کو تلاش کیا جائے گا اور وہ جلد یا بدیر یقیناً مل آئے گی"۔

"ہاں۔جلد یا بدیر"۔اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔"جلد یا بدیر مل جائے گی لیکن کہاں؟کس جگہ؟کواٹر مین تمہاری بھی ایک دو تصویریں گم ہو گئی ہیں اس لئے اس کا جواب تم ہی دے سکتے ہو"۔

ایک لمحہ تک خاموشی کا وقفہ رہا کیونکہ گم شدہ تصویروں کے ذکر نے وہ یادیں تازہ کر دی تھیں جنھیں میں بھول جانا چاہتا تھا۔

مس ہومز پھر بولنے لگی۔نرم مگر جذبات سے پر آوازیں۔وہ جانتی تھی کہ مہمانوں کی نگاہیں اسی پر مرکوز تھیں چنانچہ وہ ہاتھ ہلا کر یا اشارہ کئے بغیر بے حد نیچی آواز میں بول رہی تھی اسی انداز سے جس طرح کہ لوگ موسم،پھولوں اور لباس کے متعلق باتیں کرتے ہیں وہ وقتاً فوقتاً ہنس بھی دیا کرتی تھی،وہ چمچے سے کھیل رہی تھی اور چاندی کی ایک رکابی کو چمچے سے بجا بھی لیتی تھی۔

لیکن اس تمام عرصہ میں وہ بڑی سنجیدگی سے گمبھیر موضوعات پر گفتگو کرتی رہی تھی اور ایسے موضوع تھے جن کا مس ہومز کے خیال تک میں گزرنا ممکن نہ تھا ہم دونوں کی اس گفتگو کو کئی سال گزر چکے ہیں چنانچہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے لفظ بہ لفظ تو یاد نہیں البتہ جتنا کچھ یاد ہے وہ یہاں تحریر کئے دیتا ہوں۔

اس نے کہا۔

''میں دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہوں غالباً میں دنیا کی ہر عورت سے مختلف ہوں کوئی اندرونی تحریک اور اکساہٹ مجھے یہ سب باتیں تم سے کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہ واقعی عجیب بات ہے کیونکہ میں نے یہ باتیں کسی سے نہیں کہیں۔ حتیٰ کہ اپنی والدہ اور لارڈ ریجنال سے بھی نہیں اگر والدہ سے کہی ہوتیں تو وہ فوراً فتویٰ صادر کر دیتیں کہ مجھے اپنا علاج کرانا چاہیے اور ہمارا ڈاکٹر۔۔۔'' اور اس نے ریجنال کی طرف دیکھا'' یہی کہے گا کہ چونکہ ہماری شادی کے دن قریب آ رہے ہیں اس لئے مجھے اعصابی ہیجان ہو گیا ہے یا پھر میں دن بدن مذہبی قسم کی عورت بنتی جا رہی ہوں چنانچہ مجذوبوں کی طرح الٹی سیدھی باتیں سوچ رہی ہوں۔ قصہ مختصر بچپن سے یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے میں کوئی راز ہوں جسے دوسرے رازوں کے ساتھ رکھ دیا گیا ہے۔ یہ انکشاف دفعتہً ہوا اور اس وقت ہوا جب میری عمر نو سال کی تھی اس وقت سے بلکہ یوں کہو کہ اس وقت سے کیونکہ انکشاف رات کے وقت ہوا تھا۔ میں جیسے ماضی اور مستقبل کو حال کی طرح دیکھنے لگی ہوں جیسے ماضی و مستقبل پر پڑے ہوئے دبیز پردے میرے لئے اٹھا دیئے گئے ہیں میں دیکھتی ضرور ہوں لیکن سمجھ نہیں پاتی۔ میں نہیں جانتی کہ میں نے کیا دیکھا تھا اور اب بھی کبھی کبھی مجھے جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے یہ تمام باتیں۔ یہ تمام۔ کیا کہوں؟ مناظر بجلی کی چمک کی طرح نظر آتے ہیں اور اسی تیزی سے محو ہو جاتے ہیں۔ میرا دماغ انھیں جکڑ نہیں سکتا۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ سب باتیں میری فہم سے بالاتر ہیں۔ البتہ دو حقائق، صرف دو حقائق میرے دل پر نقش ہیں۔ پہلی حقیقت ہے کہ مستقبل قریب میں مجھ پر کوئی مصیبت آنے والی ہے اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ میری روح پر یا جسم کو افریقہ سے گہرا تعلق ہے۔ افریقہ کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔ سوائے ان باتوں کے جو میں نے چند بیحد اکتا دینے والی کتابوں میں پڑھی ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی احساس ہوا ہے۔۔۔ یہ احساس بالکل نیا ہے۔۔۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان کچھ لینا دینا ہے، کوئی بندھن ہے۔ میرا کوئی تعلق ہے تم سے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے نہ صرف افریقہ سے بلکہ تم سے بھی دلچسپی ہے۔ چنانچہ اب افریقہ اور اپنے متعلق ساری باتیں مجھے بتا دو۔ اور پھر اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

''کواٹرمین! تم نے اپنی عمر وہیں بتائی ہے نا''؟

''مس ہومز! میرے خیال میں آپ کی والدہ کا مشورہ بے حد مناسب ہے واقعی آپ کو اپنا علاج کروانا چاہیے۔

میں نے کہا۔

''کواٹر مین تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر تم خود بھی یقین نہیں رکھتے، تم شفاف کانچ کی طرح ہو، کم سے کم میرے لئے کیونکہ میں دیکھ لیتی ہوں کہ تمہارے دل میں کیا ہے۔''

موضوع بدلنے کی غرض سے، کیونکہ مس ہومز سے مجھے وحشت ہونے لگی تھی، میں نے افریقہ کے متعلق وہ پہلی بات سنانی شروع کر دی جو عجلت میں مجھے یاد آگئی یہ ''مقدس پھول'' کی داستان تھی جس کی حفاظت ایک جگاوری بندر کر رہا تھا اور جس کی تلاش میں برادر جون سرگرداں تھا۔ وہی جون جسے سب پاگل سمجھتے تھے۔

''بے حد دلچسپ۔ میں یہ پھول دیکھنا چاہتی ہوں'' وہ بیتاب ہو کر بولی۔

اسکے جواب میں میں نے کہا کہ پھول تو میرے پاس نہیں ہے۔ البتہ کل میں لندن لوٹ جاؤں گا اور وہاں سے اس پھول کی ایک تصویر اسکے لئے بھیج دوں گا۔

پھر اس نے پوچھا کہ آیا میں کسی اور مہم پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں میں نے کہا کہ ایسی بہت سی مہمات ہیں جو مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں مثلاً میں ایک خاص قبیلہ کا کھوج لگانا چاہتا ہوں جو کہتے ہیں کہ افریقہ کے وسط میں کسی جگہ آباد ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قبیلہ عرب یا نیم عرب ہے۔ سنا ہے کہ یہ قبیلہ ایک بچے کی پرستش کرتا ہے اور ان کا یہ طفل دیوتا شروع سے بچہ ہے اور آخر تک بچہ رہے گا لیکن چونکہ مجھے افریقی قبائل اور ان کے مذاہب سے دلچسپی ہے اس لئے اس قبیلہ کا کھوج لگانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

''اب عربوں کا ذکر آگیا ہے تو میں تمہیں ایک دلچسپ واقعہ سناتی ہوں۔''

مس ہومز نے کہا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب میری عمر آٹھ سال کی تھی یعنی یہ واقعہ اس عجیب و غریب انکشاف سے کچھ ہی پہلے کا ہے جس کا ذکر میں کر چکی ہوں۔ خیر تو اس وقت میں کنگزٹن باغ میں کھیل رہی تھی میری انا بھی وہی تھیں۔ اس وقت وہ ایک نوجوان سے باتیں کر رہی تھی جسے اس نے اپنا چچیرا بھائی بتایا تھا اور مجھے حکم دیا تھا کہ میں کھیلتی پھروں اور دونوں کو پریشان نہ کروں۔ خیر تو میں رسی کودتے کودتے

ایک درخت کے قریب پہنچ گئی۔ یکایک اس درخت کے پیچھے سے دو آدمی نکل آئے انھوں نے سفید چغے پہن رکھے تھے اور ان کے سروں پر سفید پگڑیاں تھیں ان میں ایک بوڑھا تھا جس کی آنکھیں سیاہ تھیں، ناک طوطے کی چونچ کی طرح اور اس کی بھوری تقریباً سفید ڈاڑھی اس کے سینہ پر پھیلی ہوئی تھی دوسرا کم عمر تھا لیکن اس کی شکل و صورت مجھے یاد نہیں۔ ان دونوں کا رنگ گہرا تھا لیکن وہ حبشی نہ تھے بلکہ تقریباً سفید فام معلوم ہوتے تھے میری رسی بوڑھے کے سینے پر لگ گئی اور میں سہم کر خاموش کھڑی ہو گئی۔ بوڑھے نے جھک کے میری رسی اٹھائی لیکن مجھے نہ دی، بوڑھا اور اس کا ساتھی خدا جانے آپس میں کیا باتیں کرتے رہے اور ان میں سے ایک نے میرے سینے پر کے اس داغ کی طرف اشارہ کیا جو ہلال کی شکل کا ہے چونکہ وہ گرمیوں کا موسم تھا اس لئے میں نے کھلے گلے کی فراک پہن رکھی تھی جس سے یہ داغ نظر آرہا تھا، اس ہلالی داغ کی وجہ سے ابا نے میرا نام "لیونا" (قمر) رکھا ہے خیر تو بوڑھے نے پوچھا۔

"بیٹی! کیا نام ہے تمہارا"؟

میں نے اسے اپنا نام بتایا۔ "لیونا ہومز"۔۔۔اس پر بوڑھے نے اپنے چغے کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور ایک چوبی ڈبیہ برآمد کی۔ ڈبیہ میں سے کوئی چیز، جو مٹھائی معلوم ہوتی تھی، نکال کے میری طرف بڑھا دی۔ چونکہ مٹھائی مجھے پسند تھی اس لئے میں نے وہ چیز اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی، اسی وقت بوڑھے نے وہ رسی، جو اس کے ہاتھ میں تھی گھما کر پھینک دی اور مجھ سے کہا۔ "دوڑو بیٹی۔ اپنی رسی لے آؤ"۔ میں رسی کی طرف دوڑ پڑی۔ لیکن اس مٹھائی کا جو بوڑھے نے مجھے دی تھی ذائقہ کچھ عجیب سا تھا۔ چنانچہ وہ مٹھائی......یا جو کچھ بھی وہ تھی...... میں نے تھوک دی پھر خدا جانے کیا ہوا کہ مجھے چکر آنے لگے اور بے ہوش ہو کر گری میں کب تک بیہوش رہی؟ یہ میں نہیں جانتی۔۔ بے ہوش ہو جانے کے بعد کیا ہوا؟ یہ بھی مجھے معلوم نہیں مجھے اتنا یاد ہے کہ جب مجھے ہوش آیا تو میں اس شخص کی بانہوں میں تھی جو کم عمر تھا اور میری انا اور اس کا چچیرا بھائی 'جو دیو ہیکل تھا' سامنے کھڑے ہوئے تھے اور وہ مشرقی کہہ رہا تھا۔

"لڑکی کو چکر آگئے ہیں اور ہم اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔"

"اُتار دو اس لڑکی کو" میری انا کے چچیرے بھائی نے گھونسا تان کر کہا

"اس کے بعد مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور دوبارہ ہوش آیا تو سفید چغے والے مشرقی جا چکے تھے۔ گھر جاتے وقت انا تمام راستے مجھے اس بات پر سرزنش کرتی رہی کہ میں اجنبیوں سے مٹھائی لے کر کھا لیتی ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ میرے والدین سے کہدے گی کہ مجھ پر بید بر سائے جائیں۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں اس کے سامنے خوب گڑگڑائی کہ وہ اس واقعہ کا ذکر میرے والدین سے نہ کرے اور آخر کار اس نے کچھ نہ کہنے کا وعدہ کیا۔ کوا ٹرمین، تم پہلے شخص ہو جس سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

" تمہارے خیال میں اس مٹھائی میں بے ہوشی یا خواب آور دوا ملی ہوئی تھی۔ ؟" میں نے پوچھا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کچھ عجیب ذائقہ تھا اس کا اور کوئی عجیب چیز تھی اس میں کیونکہ اس مٹھائی کے کھانے کے دو دن بعد ہی وہ ہوا جسے میں نے انکشاف کیا ہے اور اس کے بعد ہی میں افریقہ کے متعلق سوچنے لگی"۔

"وہ دونوں مشرقی پھر بھی کہیں نظر آئے تھے ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں"۔ اس نے جواب دیا۔

عین اسی وقت مس ہومز کی والدہ کی آواز سنائی دی۔

"بیٹی لیونا! مجھے افسوس ہے کہ تمہاری بے حد دلچسپ باتوں میں مخل ہو رہی ہوں۔ لیکن سب تمہارے منتظر ہیں۔"

اور حقیقت میں سارے ہی مہمان ہمارے منتظر تھے۔ کیونکہ میں نے شرم سے سرخ ہو کر دیکھا ہم دو کے علاوہ ہر شخص کھڑا ہو چکا تھا۔

چنانچہ مس ہومز بڑی عجلت اور گھبراہٹ میں اٹھ کر مجھ سے رخصت ہوئی اور اسکروپ نے میرے کان کے قریب منہ لا کر کہا۔

"یار ایلن! اگر تم اس حسینہ سے اسی طرح گھل مل کے باتیں کرتے رہے تو لارڈ ریجنال کے دل میں شک ور قابت کی آگ بھڑک اٹھے گی۔"

"بکو مت" میں نے خفا ہو کے کہا لیکن اسکروپ کا یہ اندازہ غالباً غلط نہ تھا

ریجنال جب میرے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے کہا :۔
"کوارٹر مین تم نے چند لقمے ہی کھائے ہیں۔ میرے دوست !اپنی بھوک کھلوانے کے لئے علاج کراؤ!

اور اب مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے واقعی کچھ نہ کھایا تھا۔ میں میز پر بیٹھ رہا تھا میرے خدا! یہ برا ہوا تھا اور میں اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہا تھا یہ احساس جرم اتنا شدید تھا کہ جب ہم واپس نشست گاہ پہنچے ہیں تو میں سب سے الگ تھلگ ایک کونے میں بیٹھ کے اس کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا جس میں بیت المقدس کی بے حد عمدہ تصویریں تھیں۔

جب میں یوں بیٹھا ہوا تھا تو ریجنال کو میری تنہائی پر رحم آگیا یا شاید مس ہونمز نے اسے میری طرف بھیج دیا۔ وجہ کچھ بھی ہو، بہر حال یہ حقیقت ہے کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہوا تھا اور افریقہ میں ہاتھیوں کے شکار کے متعلق پوچھ رہا تھا اس نے یہ بھی پوچھا کہ افریقہ میں میرا مستقل پتہ کیا ہے۔ میں نے اسے اپنا ڈربن کا پتہ بتا کے پوچھا کہ وہ کیوں پوچھ رہا ہے۔

"اس لئے کہ مس ہونمز کو افریقہ کا خبط ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہماری شادی کے بعد وہ مجھے وہاں گھسیٹ لائے گی"۔ ریجنال نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

ہم افریقہ کے متعلق ہی باتیں کرتے رہے تھے کہ خاتون لاجڈن اپنے ہونے والے داماد کو شب بخیر کہنے آگئی اس نے کہا کہ اب اسے اپنی خوابگاہ میں پہنچ کر اور گرم و نمکین پانی کے ڈول میں پیر رکھ کے تھوڑی دیر تک بیٹھے رہنا چاہیے کیونکہ اس کا زکام، اس نے کہا، کچھ بڑھ ہی گیا تھا اور یوں کہہ کر خاتون لاجڈن رخصت ہوئیں اس کے بعد میں نے اس خاتون کو پھر کبھی نہ دیکھا اور اب اس کے انتقال کو بھی ایک عرصہ گذر گیا ہے۔

اس کے بعد ہی ریجنال کے اکثر مہمان بھی رخصت ہو گئے حالانکہ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے لیکن کیونکہ وہ موسم سرما کی کہریلی رات تھی اس لئے یوں لگتا تھا جیسے آدھی رات گزر چکی ہو۔



ریجنال اپنے مہمانوں کو رسم قدیم کے مطابق قصر کے دروازے تک پہنچا کر واپس آیا تو اس نے آتے ہی مجھ سے پوچھا کہ مجھے کس چیز سے دلچسپی ہے تاش سے یا موسیقی سے؟ میں لارڈ ریجنال کو بتا رہا تھا کہ مجھے تاش کے نام سے بھی نفرت ہے حضرت وحشی یعنی وہی مسٹر سیوتج کمرے میں داخل ہوئے اور ریجنال سے پوچھا کہ مہمانوں میں کوئی ایسے صاحب ہیں جن کا نام ہو "میں کہوں مارو" ریجنال نے پہلے حیرت سے اور پھر یوں۔ سیوتج کی طرف دیکھا گویا اسے شک ہو گیا ہو کہ سیوتج کا یا تو دماغ خراب ہو گیا ہے یا پھر اس نے نشہ کر رکھا ہے۔

"مجھے مذاق کرنے کی عادت نہیں ہے سرکار" سیوتج نے جواب دیا۔

"بات یہ ہے کہ دو اجنبی، جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں قصر میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں اسی وقت "میں کہوں مارو" سے ملنا چاہتے ہیں میں نے ان سے چلے جانے کو کہا کیونکہ خانساماں نے کہا کہ وہ دونوں پاگل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن سرکار وہ دونوں تو بڑے اطمینان سے برف پر بیٹھ گئے کہ ہم "کہوں میں مارو" کا انتظار کریں گے۔" "تو پھر بہتر ہو گا کہ تم ان دونوں کو قصر کے پرانے کمرے میں

حملہ کرو' انھیں کھانا دے دو اور کسی آدمی کو پولیس کو بلانے کے لئے دوڑا دو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے شکار کردہ تیتر لینے آئے ہیں"۔ ریجنال نے کہا۔

"ایک منٹ لارڈ ریجنال" میں نے جلدی سے کہا کیوں کہ ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے میرے دماغ میں گوند گیا۔

"یہ لوگ غالباً میرے لئے کوئی پیغام لے کر آئے ہیں حالانکہ میں نہیں جانتا کہ یہ پیغام کس کی طرف سے ہے اور کیا ہے افریقہ میں میں میکو میزن کے نام سے مشہور ہوں ان دونوں نے یہی نام لیا ہو گا جسے سیویج کچھ اور سمجھا۔ اجازت ہو تو میں جا کر ان اجنبیوں سے مل آؤں ؟"

"اس قدر سردی میں باہر جانے کی ضرورت نہیں" ریجنال نے کہا۔

اور پھر سیویج سے پوچھا۔ "ان لوگوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کون ہیں" انھوں نے نہیں بتایا لیکن میں نے اندازے سے معلوم کر لیا کہ یہ دونوں اجنبی جادوگر ہیں زبردست ہوا یوں کہ جب سے میں نے ان سے چلے جانے کو کہا تو ان میں سے ایک بولا میاں پہلے تم جاؤ گے۔۔۔ اور میں نے فوراً ایک پھنکار کی آواز سنی یہ آواز میرے کوٹ کی جیب میں سے آئی تھی۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کے دیکھا تو اے سرکار اس میں ایک سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا وہ پٹ سے زمین پر گرا اور غائب ہو گیا۔ سرکار! مجھ پر تو سکتہ طاری ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اس موذی نے کہیں مجھے ڈس تو نہیں لیا کہ دفعتہً باورچن کے بالوں میں سے ایک چھوٹا سا چوہا پھدک کے باہر نکل آیا۔ کہاں وہ ان دونوں اجنبیوں کی وضع قطع پر ہنس رہی تھی اور کہاں وہ ہسٹریا کی مریضہ کی طرح چیخیں مارنے لگی۔"

سیویج نے یہ واقعہ کچھ ایسی سنجیدگی اور متانت سے بیان کیا کہ میں اور ریجنال بے تحاشہ ہنسنے لگے۔ ہماری ہنسی کے چھینٹے مس ہومز پر بھی پڑے اور پھر اسکروپ اور اس کی منگیتر کے علاوہ چند دوسرے مہمان بھی اس بے تحاشہ ہنسی کی لپیٹ میں آگئے اور یہ آگے بڑھ کے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے کیا ہوا؟

"سیویج کا کہنا ہے باہر جادوگر آئے ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے جادو کے زور سے خود سیویج کی جیب میں سے سانپ اور باورچن کے بالوں میں سے چوہا برآمد کر دیا تھا

یہ دونوں مسٹر کوائر مین سے ملنا چاہتے ہیں ریجنال نے مہمانوں کو مطلع کیا۔

"جادو گر ہیں! تو انہیں اندر بلالو جارج "مس ہومز نے اپنے ہونے والے شوہر سے درخواست کی اور اسکروپ کی منگیتر اور دوسرے مہمانوں نے بھی، جو اوٹ پٹانگ باتوں سے اکتا گئے تھے اس کی تائید کی۔

"سیویج نے سر جھکا کر سلام کیا اور کمرے سے یوں رخصت ہوا جیسے کوئی بہادر شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے جا رہا ہو حالانکہ اس کی ہر حرکت اور بشر سے خوف عیاں تھا۔

"آپ کہتے ہیں تو بلائے لیتا ہوں حالانکہ پہلے ہی اس قصر میں چوہوں کی افراط ہے"۔ ریجنال نے کہا اور پھر سیویج کی طرف گھوم گیا۔

سیویج کے جانے کے بعد ہم نے میز اور کرسیاں ہٹا کر شعبدہ بازی کے لئے گویا میدان صاف کیا اور اس "میدان" میں اجنبیوں کے بیٹھنے کے لئے دو کرسیاں رکھ دیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور سیویج نمودار ہوا میں نے دو باتیں خصوصیت سے دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ سیویج نہایت تیزی سے چل رہا تھا اور دوسری یہ کہ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے کوٹ کی جیبیں دبائے ہوئے تھا۔

"مسٹر ہیر۔ روت اور میر۔ روت! ریجنال نے حیرت سے دہرایا۔

"ان کے نام غالباً ہاروت و ماروت ہوں گے"۔ میں نے کہا۔ یہ دونوں زمانہ قدیم کے زبردست جادوگر تھے۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے"۔

دوسرے ہی لمحے دو شخص کمرے میں داخل ہوئے ایک آگے تھا اور ایک اس کے پیچھے۔ آگے والا مشرقی معلوم ہو رہا تھا۔

طویل القامت تھا اور اس کے بشرے پر عجیب طرح کی سنجیدگی اور رعب گو منجمد ہو گیا تھا۔ اس کی ڈاڑھی بھوری بلکہ سفید تھی جو اس کے سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی ناک مڑی ہوئی یا ہونٹوں پر جھکی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں عقاب کی تھیں۔

دوسرا مشرقی اپنے ساتھی کے مقابلے میں کم عمر تھا۔ اس کے بشرے سے

اپنے بوڑھے ساتھی کی سی سنجیدگی اور رعب عیاں نہ تھا اس کا چہرہ مسکراتا ہوا تھا آنکھیں باریک بلکہ چیاں سی اور سیاہ اور ڈاڑھی مونچھ صفاچٹ ان دونوں کی رنگت کالی نہ تھی بلکہ ان کا رنگ کھلتا ہوا تھا اور وہ دونوں عجیب پراسرار قوتوں کے مالک نظر آتے تھے۔

ان دونوں کو دیکھتے ہی مجھے مس ہومز کے بچپن کا واقعہ یاد آگیا جو اس نے کھانے کی میز پر مجھے سنایا تھا میں نے کنکھیوں سے مس ہومز کی طرف دیکھا تو نظر آیا کہ اس رنگت مردے کی طرح ہو رہی تھی اور اس کا پورا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا مجھے یقین ہے کہ میرے سوا کسی نے مس ہومز کی یہ حالت نہ دیکھی کیونکہ وہ سب کے سب اجنبیوں کی طرف متوجہ تھے۔اس کے علاوہ مس ہومز نے فوراً ہی اپنے جذبات پر قابو حاصل کر لیا اور مجھے اپنی طرف دیکھتے دیکھ کے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے خاموشی رہنے کا اشارہ کیا۔

دونوں اجنبی اپنے کندھوں پر موٹے دھاری وار لبادے ڈالے ہوئے تھے دونوں نے یہ لبادے اتار کر فرش پر بچھا دیئے لبادوں کے نیچے وہ سفید براق چغے پہنے ہوئے تھے اور ان دونوں کے سر پر جو پگڑیاں تھیں وہ بھی بقول کسی بگلے کے بازو کی طرح سفید تھیں۔

''صومالیہ کے خالص عرب'' میں نے سوچا۔

اور میں نے دیکھا کہ اپنے لبادے فرش پر بچھاتے اور اپنے چغے ٹھیک کرتے وقت وہ ہم لوگوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ان میں سے ایک نے پیچھے ہٹ کے کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا گویا وہ چاہتے تھے کہ سیو تیج کمرے سے باہر نہ نکلنے پائے۔

اور اب وہ دونوں بڑی شان سے قدم اٹھاتے ہماری طرف بڑھے دونوں کے ہاتھوں میں برسلوں کی بنی ہوئی ایک ایک ٹوکری تھی۔ان ٹوکریوں میں غالباً ان کی شعبدہ بازی کا سامان شاید وہ سانپ تھا جو خدا جانے کس طرح سیو تیج کی جیب میں جا گھسا تھا۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ دونوں سیدھے میری طرف آئے میرے سامنے پہنچ کے انہوں نے اپنی اپنی ٹوکری فرش پر رکھی ان دونوں نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے

اور پھر ہاروت وماروت نے ایک زبان ہو کر کہا۔

"ہم دونوں سلام کہتے ہیں۔ سلام ہو تجھ پر اے آقا۔ سلام ہو تجھ پر اے وہ جو بظاہر قد میں چھوٹا مگر بہ باطن عظیم ہے۔ سلام ہو تجھ پر اے سردار جس کا ماضی پریشان گذرا ہے۔ لیکن جس کا مستقبل روشن ہے سلام ہو تجھ پر اے وہ جسے ماینا نے چاہا۔ اسی ماینا نے جو اس دنیا سے جاچکی تھی اس پار سے کلام کرتی ہے ماینا! جو ہم میں سے تھی اور ہم میں سے ہے"۔ اور اب مس ہومز کے میری طرف دلچسپی سے اور متجسس نظروں سے دیکھنے کی باری تھی۔ اور وہ میری طرف دیکھ رہی تھی "اے بدی کو ختم کرنے والے! اے شیطان انسانوں اور شیطان درندوں کو کیفر کردار تک پہنچانے والے۔" دونوں نے اپنی پر رعب اور گمبھیر آواز میں کہنا شروع کیا۔ "ہمارے جادو نے ہمیں بتایا کہ ہمیں اور ہمارے قبیلے کو صرف تم مصیبت سے نجات دلا سکتے ہو۔ اور ہمیں مصیبت سے چھڑاؤ گے۔ چنانچہ ہم تمہارے سامنے جھکتے اور تمہیں سلام کرتے ہیں ہم تمہیں اپنے آقا اور بھائی تسلیم کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ بے آب وگیاہ صحرا میں اور اپنے ملک میں ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں اپنے کام کی اجرت دیں گے۔"

اور انہوں نے ایک بار جھک کر مجھے سلام کیا۔ ایک دفعہ دو دفعہ۔ اور تین دفعہ یوں تین دفعہ میرے سامنے جھکنے کے بعد وہ پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے سینے پر ہاتھ باندھ لئے۔

"کیا کہہ رہے ہیں یہ لوگ؟ اسکروپ نے پوچھا۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے چند الفاظ تو میں سمجھ سکا ہوں۔ اسکروپ یونہی سی زدلو زبان جانتا تھا۔ چنانچہ ہاروت وماروت نے جو کچھ کہا تھا وہ میں نے مختصراً سنا دیا سبھی لوگ غور سے سنتے رہے۔

"یہ ماینا کا کیا مطلب ہے؟" مس ہومز نے بالآخر سکون سے پوچھا "یہ کسی لڑکی کا نام تو نہیں؟"

اور مس ہومز کے منہ سے یہ نام سن کے ہاروت وماروت یوں جھک گئے جیسے ماینا کو خراج عقیدت پیش کر رہے تھے مجھے اعتراف ہے اس وقت میں گھبرا گیا تھا چنانچہ میں نے نیچی آواز میں ایک افریقی لڑکی کے متعلق، جس کا نام ماینا تھا، خدا جانے کیا

کہا۔اس لڑکی نے اپنے دور میں خاصی ہلچل مچادی تھی۔ماینا بہت حسین تھی۔غالباً آپ سے بھی زیادہ حسین خاتون۔ماینا سفید فام آقا میکو میزن سے محبت کرتی تھی اور مرنے کے بعد بھی وہ میکو میزن سے محبت کر رہی تھی۔اس وقت بھی ماینا یہی کہہ رہی ہے میرے کان میں۔آپ میکو میزن سے پوچھئے کہ اس سفید فام آقا نے اسے کس طرح اس وقت چوما تھا جب وہ مر رہی تھی" ہاروت نے کہا۔



غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہاروت کی ان باتوں نے سارے مہمانوں کو دفعتۃً میری طرف متوجہ کر دیا اور یکایک کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی اس خاموشی کو اسکروپ کی چھینکیں توڑ رہی تھیں اور بس ہر شخص کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور میں عجیب طرح کی بے چینی محسوس کر رہا تھا چنانچہ مجھے غصہ آگیا اور میں با تو زبان میں ہاروت پر برس پڑا سارے مہمان کچھ سمجھے بغیر غور سے سرزنش کو سنتے رہے۔

میں نے پوچھا کہ وہ لوگ یہاں کیا جھک مارنے آئے ہیں اور یہ کہ ہاروت کیوں مجھے بدنام کر رہا ہے میں نے پوچھا۔کہ وہ کون ہے میں نے پوچھا کہ اسے ماینا کی داستان کیسے معلوم ہوئی اور یہ کہ انھوں نے کیسے کہہ دیا کہ میں جلد یا بدیر ان کے پاس آ جاؤں گا۔

ہاروت بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا میری سرزنش سنتا رہا اور جب میں خاموش ہوا بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ جب میں تھک کر خاموش ہو رہا تو اس

نے بڑے سکون سے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہنا شروع کیا۔

آیئے آقا! زولو قبیلے کا زبردست ڈاکٹر زکالی میرا دوست ہے افریقہ اور دنیا کے جتنے بھی بڑے بڑے وچ ڈاکٹر ہیں میرے دوست ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ ہاتھی اور سانپ ہمارے دوست ہیں۔ خیر تو اسی زکالی سے مجھے ماپینا کی داستان معلوم ہوئی تھی اور اب وہ دوسری دنیا میں بیٹھ کے مجھ سے گفتگو کرتی ہے اور تمہیں اپنا پیار اور سلام بھیجتی ہے کہو تو میں اسی وقت ماپینا کو یہاں بلا دوں، کہو تو تمہیں دکھا دوں اکثر مہمانوں نے کہا" ہاں۔ ہاں۔ ضرور، لیکن یہ ایک معمولی سا کام ہے۔"

اور اب اس نے بانتو زبان میں کہنا شروع کیا:۔

"میکو میزن! مذاق آخر مذاق ہے حالانکہ بعض انسان مذاق ہی مذاق میں بڑے پتے کی باتیں کہہ جاتا ہے۔ اور اگر تم چاہو تو ماپینا کو دیکھ سکتے اور ہم دکھا سکتے ہیں میں یہاں اپنے قبیلہ کی طرف سے آیا ہوں اور ایک کام کی درخواست لے کر آیا ہوں جس کا معاوضہ بھی تمہیں مل جائے گا۔ میکو میزن ہم لوگوں کو مگریز کا غدہ کہلاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جو کالے رعایا ہیں لیکن چونکہ ان کی تعداد اب ہم سے بڑھ گئی ہے۔ اس لئے وہ خودسر ہو گئے ہیں۔ ہم ایک ایسے دیوتا کی پرستش کرتے ہیں جو شروع سے بچہ ہے اور آخر تک بچہ رہے گا۔ سیاکاندہ کا دیوتا ایک بدروح ہے۔ یہ بدروح شروع سے ہی ایک ہاتھی کے قالب میں رہتی ہے۔ یہ ہاتھی بہت بڑا ہے دنیا کا سب سے بڑا ہاتھی ہے یہ۔ اس ہاتھی کو کوئی نہیں مار سکتا البتہ ہاتھی جسے چاہے مار لیتا ہے اور جسے چاہے مسحور کر لیتا ہے۔ اس ہاتھی کا نام 'جو دراصل دیوتائے مشر ہے " جانا" ہے اور جب تک " جانا" زندہ ہے ہم سکون اور اطمینان سے نہیں رہ سکتے کیونکہ دن بدن یہ روح 'جو ہاتھی کے قالب میں ہے ہمارے آدمیوں کا خاتمہ کرتی اور سفید کاندہ کی تعداد کو کم کرتی رہتی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے ۔۔۔۔ کس طرح ؟ یہ نہ پوچھو ۔۔۔۔ کہ تم اس ہاتھی کو جس کا نام جانا ہے 'مار سکتے ہو۔ اگر تم ہمارے سامنے آئے اور جانا کا خاتمہ کر دیا تو ہم تمہیں وہ جگہ بتا دیں گے جو ہاتھیوں کا قبرستان کہلاتی ہے یہ وہ مقام ہے جہاں پر ہاتھی جا کر مر جاتا ہے چاہے اس کی موت کا باعث کوئی زخم ہو یا عمر طویل۔ بہر حال ہاتھیوں کے اس قبرستان میں اتنا بہت سا ہاتھی دانت ہے جو کئی سو چھکڑوں پر لادا جانے کے بعد

بھی بچ رہے ہمارا کام کر دو اور یہ ہاتھی دانت لے کر مقصد ایک پھول حاصل کرنا ہے اس سفر میں تمہاری ملاقات دو قبائل سے ہو گی۔ ان کے نام ماریٹو اور پونگو ہیں ماریٹو اور پونگو ایک بہت بڑی جھیل کے درمیان واقع ایک جزیرے میں رہتے ہیں۔ پونگو کے وطن سے بہت دور اور صحرا کے اس پار میرا قبیلہ آباد ہے۔ یہ جگہ 'جہاں میرا قبیلہ آباد ہے ۔ملک حیفہ کہلاتا ہے کیونکہ وہاں جانے کا راستہ کسی کو معلوم نہیں۔ جب تم ہمارے ملک میں آنا چاہو، جیسا کہ تمہیں آنا ہے اور تم ضرور آؤ گے، تو اس جھیل کے جہاں پونگو آباد ہیں شمال میں چل پڑو یہاں تک کہ تم لب صحرا پہنچ جاؤ بس وہاں رک کر شکار سے اپنا دل بہلاؤ یہاں تک کہ ہم تمہارے استقبال کو آجائیں گے۔ اس وقت چاہو تو تم میرا انداق اڑاؤ لیکن یاد رکھو ایسا ہی ہو گا جیسا کہ میں نے کہا ہے جلد یا بدیر تمہیں ہماری مدد کو آنا ہے ہماری ملاقات آئندہ نہ ہو تب بھی میری ان باتوں کو یاد رکھنا جب تمہیں سونے کی یا ہاتھی دانت کی، کیونکہ ہاتھی دانت سفید سونا ہی ہے ضرورت ہو تو جھیل کے شمال میں چل پڑو اس جھیل کے شمال میں جس کے جزیرے پر پونگو آباد ہیں۔۔۔۔ اور ہاروت و ماروت کو پکارو ہم دونوں آجائیں گے"۔

شب بخیر اے عظیم آقا اور اے قصر کے مالک شب بخیر !اے بانو اور اے ندائے روح شب بخیر اے میکو میزن۔ بہت جلد ہماری اور تمہاری ملاقات خود ہمارے وطن میں ہو گی۔ ہاں اس وقت جب تم ہاتھی جانا کا خاتمہ کرنے آؤ گے۔ مقدس روح اور طفل مقدس تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور تمہیں ہر آفت وبلا سے محفوظ رکھے۔ پاک ہے ہمارا دیوتا جو پانی برساتا ہے۔ جو ہمیں کھلاتا پلاتا اور جلاتا ہے۔ وہ آسمان سے اترا ہے وہ سمان کی اولاد ہے۔ وہ مقدس ہے۔ وہ دیوتائے خیر ہے"۔

"شب بخیر، شب بخیر۔"

اور ہاروت و ماروت الٹے قدموں چلتے اور ہر ہر قدم پر جھک جھک کر سلام رتے نشست گاہ کے دروازے تک پہنچ گئے اور وہاں پہنچ کے انھوں نے اپنے دھاری ار لبادے پہن لئے۔

لارڈ ریجنال کا اشارہ پا کر میں ہاروت و ماروت کو باہر تک پہنچانے گیا یہ کام بو تیج کا تھا لیکن وہ اس خیال سے لرزہ بر اندام تھا کہ مبادا اسکی جیبوں میں سے مزید

سانپ نکل آئیں۔ جاؤ میکو میزن جاؤ مبادا تمہیں سردی لگ جائے اور لو یہ تحفہ لیتے جاؤ یہ تحفہ طفل مقدس کی طرف سے اس خاتون کے لئے جو ندائے روح ہے جس سے طفل مقدس نے آج رات گفتگو کی ہے، جس کے سینے پر پہلا چاند ہے اور اس قصر کے مالک کی دلہن بننے والی ہے اور یہ اسکی شادی کا تحفہ ہے"۔

اور ہاروت نے کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز میرے ہاتھ میں تھما دی۔ جھک کر مجھے سلام کیا اور اپنے ساتھی یا شاگرد ماروت کے ساتھ اندھیرے میں جا کر نظروں سے اوجھل گیا۔

میں واپس نشست گاہ میں پہونچا۔ ریجنال کے مہمان اب بھی ہاروت و ماروت کی حیرت انگیز شعبدہ بازی پر رائے زنی کر رہے تھے۔ وہ دونوں چلے گئے۔" ریجنال کے جواب میں کہا۔ وہ دونوں پیدل لندن جائیں گے۔ کم سے کم ہاروت نے تو یہی کہا تھا لیکن وہ مس ہومز کو شادی کا ایک تحفہ دے گئے ہیں"۔

اور میں نے کپڑے میں لپٹی ہوئی وہ چیز اس کی طرف بڑھا دی۔

"کواٹر مین! رکھوا سے" ریجنال نے کہا۔

"نہیں جارج"۔ مس ہومز نے جس کی خوش طبعی عود کر آئی تھی ہنس کے کہا۔

"اپنے تحائف میں ہی کھولنے کی عادی ہوں"۔

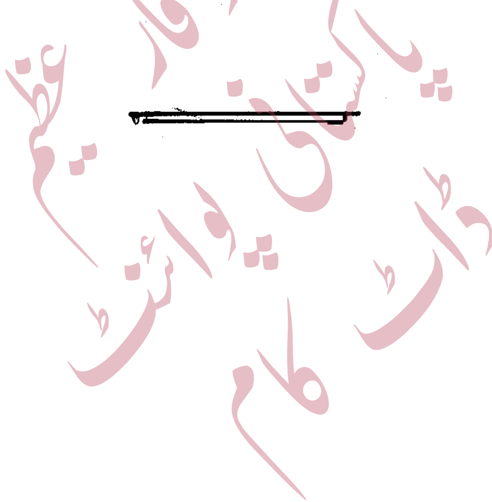
ریجنال نے اپنے کندھے جھٹکے اور میں نے کپڑے کا وہ پیکٹ جس کے سرے دھاگوں سے سے گئے تھے۔ مس ہومز کی طرف بڑھا دیا۔ خدا جانے کون دوڑ کر قینچی لے آیا اور پیکٹ کی سلائی کاٹی گئی۔ کپڑا ہٹایا گیا تو اس میں سے بے حد قیمتی، خوبصورت اور سرخ پتھروں کی مالا برآمد ہوئی یہ پتھر بیضوی انگاروں کی طرح سرخ اور کبوتروں کے انڈوں جیسے تھے یہ پتھر ایک سیاہ چمک دار دھاگے میں پردے ہوئے تھے، میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ دراصل یہ دھاگہ ہاتھی کے دم کا بال تھا اس مالا کے پتھروں کے متعلق میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہت قدیم لعل تھے۔ غالباً یہ لعل مصر قدیم کی کسی ملکہ کے گلے کی زینت بنے ہوں گے۔

ایک بیحد خوبصورت مجسمہ جو سرخ پتھر سے ہی تراشا گیا تھا، مالا کے بیچ میں

لٹک رہا تھا۔اس مجسمہ سے بھی پتہ چلتا تھا کہ یہ مالا مصر قدیم کی صنعت کا نمونہ تھی کیونکہ یہ مجسمہ کسی اور کا نہیں بلکہ مصر قدیم کے مشہور دیوتا ہورس کا تھا اور اس وقت جب ہورس بچہ تھا ہورس مصر کی عظیم دیوی ایزیس اور عظیم دیوتا اوریرس کا بیٹا۔ جس نے دیوتائے شرست سے اپنے باپ کا بدلہ لیا تھا۔

"یہی وہ مالا ہے جو طفل عاج نے مجھے دی تھی۔ میرا مطلب ہے اس خواب میں جو کاندہ تمباکو کے دھوئیں میں مجھے نظر آیا تھا"۔ مس ہومز نے بڑے سکون سے اعلان کیا۔

اور پھر اس نے بڑی احتیاط سے یہ مالا اپنی گردن میں ڈال لی۔



اس شام عجیب و غریب واقعات ہوئے تھے اور قصر ریجنال کی نشست گاہ میں افریقہ کے دو اجنبیوں، ہاروت و ماروت نے اپنی شعبدہ بازیوں سے سب کو تو خیر دم بخود کر ہی دیا تھا لیکن اپنی باتوں اور پشین گوئیوں سے خود مجھے بھی حیرت زدہ کر گئے تھے۔ ان واقعات کا سلسلہ ان کے جانے کے بعد بھی ختم نہ ہوا جیسا کہ میرا خیال تھا بلکہ اسی سلسلہ میں جو دوسرا واقعہ ہوا۔ میرا مطلب ہے اسی رات کو یا ان واقعات کا جو انجام ہوا وہ چونکا دینے والا تھا، یہ سب کیا تھا؟ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میرا کام تو واقعات بیان کر دینا ہے چنانچہ جو کچھ ہوا۔ اسے میں بیان کئے دیتا ہوں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔

اس رات میں سو نہ سکا۔ یا یوں کہئے کہ سکون سے سو نہ سکا غالباً اس لئے کہ دن بھر بندوق چلاتا رہا تھا اور اس شکار میں میرا مقابلہ اس شخص سے تھا جس نے ماضی قریب میں مجھے الو بنایا تھا۔ چنانچہ یہ شکار کی سنسنی تھی یا فتح کی خوشی، جس نے مجھے سونے نہ دیا یا پھر یہ بات تھی کہ ہاروت و ماروت کی باتوں نے میرے دل و دماغ میں ایک ہلچل مچادی تھی۔ یہ دونوں، اگر ان کا کہنا سچ مان لیا جائے تو میری ہی تلاش میں

سات ہزار میل کا سفر طے کر کے آئے تھے اور ان مناظر نے میرے دماغ میں عجیب متضاد خیالات بیدار کر دیئے تھے۔

یا پھر سب سے آخر میں یہ وجہ بھی ہو سکتی تھی کہ میرے میزبان کی حسین منگیتر نے اپنے بچپن کا وہ واقعہ سنایا تھا جو اس نے کسی اور سے نہ کہا تھا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی اس کے بچپن کے واقعہ کے وہ دونوں اہم کردار میرے اور مس ہومز کے روبرو تھے (کیونکہ مجھے یقین تھا کہ ہاروت و ماروت وہی پر اسرار ہستیاں تھیں جنھوں نے مس ہومز کو' جب اس کی عمر آٹھ نو سال کی تھی۔ اغوا کرنے کی کوشش کی تھی) قصہ مختصر ان مسلسل واقعات نے میرے دماغ میں خیالات کا ایک نہ ٹوٹنے والا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور شاید یہی خیالات تھے جنھوں نے مجھے سونے نہ دیا۔

اور جیسا کہ پہلے ۔۔۔ جب جون نے قبیلہ کاندہ کا ذکر کیا تھا مجھے یاد آیا تھا اسی طرح اسوقت بھی مجھے یاد آیا کہ مصر قدیم کے لوگ بھی ایک طفل دیوتا کی پرستش کرتے تھے جس کا نام "ہورس" اور لقب "نجات دہندہ تھا"۔ یہ طفل دیوتا دیوی ایزیس کا بیٹا تھا جس نے اپنے باپ کا بدلہ دیوتائے شہ "ست" سے لیا تھا۔ ہورس کی ماں ایزیس مصر کی سب سے عظیم دیوی تھی جس کی علامت تھی "ہلال" پورے مصر میں یہ دیوی پوجی جاتی تھی' یہ قدرت اس کے اسرار کی دیوی تھی جس کے دین کا عہد دس ہزار سال کہا جاتا تھا۔ اور یہ عجیب اتفاق تھا کہ دیوی ایزیس کی علامت مس ہومز کے سینے پر موجود تھی یعنی وہ سفید داغ جو پہلے چاند کی طرح تھا۔۔۔ "ہلال" ۔۔۔ اور جب مس ہومز کی عمر آٹھ نو سال کی تھی اور وہ ایک باغ میں کھیل رہی تھی تو ہاروت اور ماروت نے یا انکے جیسے دو آدمیوں نے اس کے سینے پر کا یہ نشان' یہ مقدس علامت ایک دوسرے کو دکھائی تھی۔ اور میں نے دیکھا تھا کہ آج رات بھی وہ دونوں مس ہومز کے سینے پر کے اس ہلالی نشان کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اور خود مس ہومز نے "دھوئیں کے خواب" میں دیکھا تھا کہ "طفل عاج" یا ہورس یا اس کا "کا" ۔۔۔ جیسا کہ قدیم مصری روح کو کہتے تھے ۔۔۔ زندہ ہو گیا تھا۔ اس کی طرف مسکرایا تھا اور اسے دیوی کی مالا دی تھی وغیرہ وغیرہ۔ ان سب باتوں کا مطلب کیا تھا آخر؟

یہی سوچتے سوچتے میری آنکھ لگ گئی یہاں تک کہ اس لعنتی گھڑی کے گجر کی

آواز نے مجھے پھر بیدار کر دیا اور ایک بار پھر ویسے ہی خیالات ہجوم کر آئے۔

رات گزرتی رہی اور نیند میری آنکھوں سے زیادہ سے زیادہ دور ہو گئی۔ وہ رات کا پچھلا پہر تھا' پو پھٹنے کا وقت آ رہا تھا جب میں نے نیند لانے کی کوششیں ترک کر دیں۔

دفعتاً ایک طرح کا شدید خوف میرے دل پر مسلط ہو گیا۔۔۔

خدایا! مس ہومز کی جان خطرے میں تھی اس کے ساتھ کوئی عجیب واقعہ ہونے والا تھا۔ یہ احساس شدت اختیار کرنے لگا اور آخر کار اتنا شدید ہو گیا کہ میں برداشت نہ کر سکا اور بے چین ہو کر اٹھ بیٹھا۔ موم بتی جلائی اور کپڑے پہن لئے۔ میں جانتا تھا کہ مس ہومز کہاں سوئی ہے اسکی خواب گاہ جس میں اسے داخل ہوتے میں نے دیکھا تھا اسی غلام گردش میں تھی جسمیں خود میرا کمرہ تھا۔ مس ہومز کا کمرہ غلام گردش کے انتہائی سرے پر اور اس زینے کے قریب تھا جو پتہ نہیں کہاں جاتا تھا میرے چھوٹے سے چرمی بیگ میں جو اسکروپ کی منگیتر نے یہاں بھیج دیا تھا' دوسری چیزوں کے علاوہ ایک دو نالی پستول بھی موجود تھا۔ ہمیشہ کی طرح یہ پستول بھرا ہوا تھا۔ افریقہ کے جنگلوں میں بھٹکنے اور اکثر راتیں جنگلوں میں ہی گزارنے کی وجہ سے بھرا ہوا پستول اپنے پاس رکھنے کی مجھے عادت ہو گئی تھی۔ میں نے پستول نکال کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ آہستہ سے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر کسی نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا۔ تو خدا جانے وہ میرے متعلق کیسی رائے قائم کرے گا۔

مجھے وہاں کھڑے ہوئے آدھا گھنٹہ گذر چکا تھا اور غروب ہوتے ہوتے چاند کی روشنی مس ہومز کے کمرے کے دروازے پر پڑ رہی تھی کہ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور مس ہومز شب خوابی کے لباس میں باہر آ گئی۔ اس کی گردن میں وہی مالا پڑی ہوئی تھی۔ جو ہاروت ماروت نے دی تھی۔ بیشک یہ وہی مالا تھی۔ کیونکہ اس کے سرخ پتھر چاندنی میں چمک رہے تھے۔

اور چاندنی اس کے چہرے پر بھی پڑ رہی تھی اور میں نے دیکھا کہ۔۔۔ مس ہومز بیدار نہ تھی۔ وہ نیند میں چل رہی تھی۔

کسی روح کی طرح خاموشی سے اس نے غلام گردش طے کی اور نظروں سے

او جھل ہو گئی۔ میں دبے پاؤں اس کے پیچھے چلا اور میں نے دیکھا کہ مس ہومز قدیم چکر دار زینہ اتر رہی تھی جسے میں قصر کی دیوار میں دیکھ چکا تھا میں اندھیرے زینے پر احتیاط سے قدم رکھتا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے زینہ اترنے لگا۔ میرے پیروں میں جوتے نہ تھے۔ صرف موزے تھے۔ اور اس لئے میرے قدموں کی چاپ بلند نہ ہو رہی تھی۔ زینے میں گھور اندھیرا تھا لیکن میں دیا سلائی جلانے کی جرات نہ کر سکتا تھا کہ مبادا مس ہومز بیدار نہ ہو جائے اور میں وہ معلوم نہ کر سکوں جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔

نیچے سے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی چٹخنیاں کھولنے کی کوشش کر رہا ہو اور پھر ایک کواڑ چرچرا کر کھل گیا اور چاندنی اندھیرے زینے پر رینگ آئی۔ جب میں زینے کے دروازے میں پہنچا تو مجھے سامنے ہی مس ہومز کا سایہ نظر آیا۔ وہ اس باغ میں سے گزر رہی تھی جو قصر کی خندق کو پاٹ کے بنایا گیا تھا۔ گزشتہ کل شکار کو جاتے وقت ہم اس باغ سے گزرے تھے اور اس وقت میں نے دیکھا تھا کہ اس باغ میں سے ایک روش گزرتی ہے جو قصر کے عقب میں واقع گنجان جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں پہنچ جاتی ہے۔

اسی باغ میں سے مس ہومز گزر رہی تھی۔ اور میں خود اس کے پیچھے پیچھے یوں چھپتا چھپتا چل رہا تھا جیسے کسی شکار کی طرف بڑھ رہا ہوں اور غالباً میں کسی شکار کی طرف ہی بڑھ رہا تھا۔

وہ جھاڑیوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئی اور اب اس کی رفتار تیز ہونے لگی اس پتھر کی طرح جسے ٹیلے کی چوٹی پر لڑھکا دیا گیا ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے مس ہومز کو کوئی غیبی قوت اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہی تھی اس کشش کا زور بڑھتا جا رہا تھا وہ بلند و بالا درختوں کے سائے میں پہنچ کے لمحے بھر کے لئے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ دفعتہً مجھے وہ پھر نظر آئی۔ وہ ایک کھلی جگہ میں کھڑی ہوئی تھی اور اب وہ اکیلی بھی نہ تھی۔ کیونکہ دو انسانی سائے' جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ دونوں اور کوئی نہیں بلکہ ہاروت و ماروت تھے۔

غروب ہوتے ہوئے چاند کی مردہ سی روشنی میں مس ہومز اپنے دونوں ہاتھ آگے کی طرف لمبے کئے ہوئے بے حس و حرکت اور خاموش کھڑی تھی اور ہاروت و ماروت اس کی طرف یوں بڑھ رہے تھے جس طرح کہ بے خبر کھڑے ہوئے ہرن کی

طرف شیر بڑھتا ہے اس کے علاوہ مجھے درختوں کی چھدری ٹہنیوں کے اس پار روش پر کھڑی ہوئی ایک چیز بھی نظر آئی۔ یہ بند بگھی تھی۔ اور پھر میں نے گھوڑے کے زمین پر ٹاپ مارنے کی آواز سنی۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول کا گھوڑا چڑھایا اور درختوں کے سائے میں تیزی سے بھاگ پڑا۔

دفعتہً میں درختوں میں سے نکل کے ہاروت و ماروت اور مس ہومز کے درمیان جا کھڑا ہوا۔

ہم میں گفتگو نہ ہوئی۔ ایک لفظ بھی نہ کہا گیا۔ غالباً ہم تینوں لاشعوری طور پر جانتے تھے کہ مس ہومز کو بیدار کرنا مناسب نہیں۔ ایک لمحے تک ہاروت و ماروت میری طرف اور میں ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ان دونوں نے مجھے ایک طرف ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں اپنی جگہ پر جما رہا چنانچہ ان دونوں نے اپنے ہاتھ لبادے میں ڈال کر باہر نکالے تو ان دونوں کے ہاتھ میں ہلالی شکل کے نہایت ہی تیز اور خطرناک خنجر تھے۔ وہ دونوں خنجر نکال کے خاموشی سے میرے سامنے جھک گئے۔ اس حالت میں بھی وہ میرا احترام کر رہے تھے۔ جواب میں 'میں بھی جھک گیا اور جب میں سیدھا کھڑا ہوا تو میرے ہاتھ میں پستول تھا جس کی نالی ہاروت کے عین دل کی طرف اٹھی ہوئی تھی اب ان دونوں کو احساس ہو چکا تھا کہ کھیل ختم ہو گیا۔ ان کی حس نے انہیں جتا دیا تھا کہ اس سے پہلے کہ ان کے خنجر کی نوک مجھے چھو جائے میں ان دونوں کو خاک و خون میں لٹا دوں گا۔

"رات کے پاسبان! اس دفعہ فتح تمہاری ہوئی ہے۔" ہاروت نے سرگوشی میں کہا "لیکن یاد رکھو دوسری دفعہ فتح ہماری ہو گی کیونکہ اس حسینہ پر ہمارا اور ہمارے قبیلے کا حق ہے یہ حسینہ ہمارے دیوتا کی روح اور زبان ہے ہمارا دیوتا اس خاتون کے ذریعہ ہم سے گفتگو کرے گا۔ یہ حسینہ ندائے روح ہے کیونکہ اس کے سینے پر ہلال بنا ہوا ہے۔ طفل مقدس کی پکار اسے چین نہ لینے دے گی۔ طفل مقدس کی پکار کو یہ حسینہ اپنے دل میں سن رہی ہے اور میکو میزن! وہ وقت دور نہیں جب یہ ہمارے وطن آئے گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اس "ندائے روح" کی کشش اور پکار ہمیں یہاں تک لے آئی ہے۔ اب وہ جس کا نام سورما' شکاری 'رات کا پاسبان اور میکو میزن ہے' جاؤ اس

خوابیدہ دیوی کو لے جاؤ۔ اسے اپنی خواب گاہ میں پہنچادو۔ لیکن آج کے بعد فتح ہماری ہو گی۔ سلام اے میکو میزن۔ سلام اے ندائے روح۔"

وہ دونوں پیچھے ہٹے اور درختوں کے سائے میں جاکر پراسرار روحوں کی طرح غائب ہو گئے۔ فوراً ہی میں نے گھوڑوں کے بھاگنے اور بگھی کے پہیوں کی کھڑ کھڑاہٹ کی آواز سنی۔

لمحے بھر تک میں شش و پنج کے عالم میں کھڑا سوچتا رہا کہ بھاگ کر بگھی کے گھوڑوں کو اپنی گولی کا نشانہ بنادوں۔ لیکن دو باتوں نے مجھے اس سے باز رکھا۔ اول یہ کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میرا پستول خالی ہو جائے گا یا اگر میں نے بگھی کے دو میں سے صرف ایک گھوڑے کو مار گرایا اور گولی چار رکھی تو پھر دونوں افریقیوں میں سے کسی ایک کا خنجر میرا سینہ تلاش کرے گا اور دوسری بات یہ تھی کہ میں مس ہومز کو بیدار کرنا نہ چاہتا تھا۔

میں مس ہومز کی طرف بڑھا۔ کوئی اور بات سمجھ میں نہ آئی تو میں نے اس کے آگے کی طرف بڑھا ہوا ایک ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ ایک دم سے پلٹ کر میرے ساتھ اس طرح چل پڑی جیسے کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہو حالانکہ وہ اب بھی نیند میں تھی۔

اور اس طرح ہم قصر میں پہنچے' دروازے میں داخل ہوئے جو اب تک کھلا تھا۔ زینہ چڑھ کے اس کے کمرے کے قریب پہنچے اور وہاں پہنچ کر میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا اور مجھے کچھ نظر نہ آرہا تھا۔ میں کمرے کے باہر خاموش کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے ایسی آواز سنی جیسے مس ہومز نے اپنے آپکو پلنگ پر ڈال دیا ہو۔ اب مس ہومز محفوظ تھی کم سے کم فی الحال محفوظ تھی۔ چنانچہ میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور مزید احتیاط کے لئے کواڑوں سے وہ میز لگادی جو غلام گردش میں رکھی ہوئی تھی تاکہ اگر پھر مس ہومز دروازہ کھولنا چاہے تو آسانی سے کھول نہ سکے۔

میں اس کے کمرے کے سامنے تھوڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ چنانچہ میں اپنے کمرے میں پہنچا اور موم بتی جلا کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ بے شک یہ میرا فرض تھا کہ جو کچھ ہوا تھا اس کی اطلاع جلد از جلد ریجنال کو دے دی جائے۔ لیکن میں جانتا نہ تھا کہ عظیم الشان قصر کے کون سے حصے

میں اس کی خواب گاہ ہے اس کے علاوہ میں یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ مہمان بیدار ہو کر آپس میں چہ مے گوئیاں کرنے لگ جائیں دفعتہً مجھے یاد آیا کہ رات سیوتج جب مجھے اپنے کمرے میں پہنچانے آیا تھا تو اس نے وہ گھنٹی دکھائی تھی جو اس کے کمرے کے دروازے پر لگی ہوئی تھی اور اس کا بٹن میرے کمرے میں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر کوئی ناگہانی ضرورت پیش آجائے تو میں یہ گھنٹی بجادوں گی سیوتج آجائے گا اور میں نے جواب دیا تھا کہ ایسی کوئی ضرورت یقین ہے کہ پیش نہ آئے گی ؟ سیوتج بڑے فلسفیانہ انداز میں بولا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس قصر میں بھوت رہتے ہیں اور جناب آج رات میں نے جو دیکھا ہے تو اس نے تو مجھے اس نے تو مجھے یہ بھی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ شاید یہ افواہیں صحیح ہوں۔ اب صاحب آپ کو ایسے بھوت نظر آجائیں جو ہکاروم اور مکاروم کی طرح ہوں۔۔۔ یہی نام تھا ان دونوں افریقیوں کا ؟۔۔۔ تو صاحب اس صورت میں ایک سے دو بھلے۔

مجھے اس گھنٹی کا خیال آیا تو سہی لیکن میں اسے بجانے سے باز رہا اور سبب اس کا یہی تھا کہ میں کسی کو بیدار نہ کرنا چاہتا تھا میں اٹھ کر کمرے سے باہر آیا اور ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ جیسا کہ میرا خیال تھا میرے کمرے کے باہر سے گھنٹی کا تار ہلا کر چلا گیا اس تار سے دوسرے تار بھی جڑے ہوئے تھے۔ جو قصر کے مختلف کمروں تک جاتے تھے۔

اسی تار کو راہبر بنا کے میں آگے بڑھنے لگا۔ یہ کام ظاہر ہے کہ آسان نہ تھا اول تو اس لئے کہ اس تار میں سے بہت سی شاخیں نکلی ہوئی تھیں اور دوم اس لئے کہ تار پر نظر رکھتے رکھتے میری آنکھیں درد کرنے لگیں اور ادھر قصر ہے نال میں آپ نئے اچھی خاصی بھول بھلیاں تھیں۔

بہر حال اس تار پر نظر رکھے بڑے احتیاط سے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ایک دروازے پر پہنچ گیا۔ اس دروازے کے ماتھے پر ایک کافی بڑی گھنٹی لگی ہوئی تھی۔ تار اسی گھنٹی میں جاکر ختم ہو گیا تھا۔

میں نے ڈرتے ڈرتے اس دروازے پر جاکر دستک دی۔ اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگا۔ کہ خدا کرے یہ کمرہ سیوتج کا ہو اور قصر کی کسی جوان خادمہ کا نہ ہو۔ جو

بیدار ہوتے ہی آسمان سر پر اٹھائے لیکن یہ خیال مجھے بہت دیر میں آیا تھا۔ کیونکہ میں دروازے پر دستک دے چکا تھا۔ اور اب اپنی اس دستک کا جواب وہ' شکر ہے کہ سیوتج کی ہی آواز تھی۔ جس میں خوف کی جھلک تھی۔

''کون شیطان ہے اس وقت ؟'' سیوتج نے پوچھا۔

''میں'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''میں کے حلق پر چھری'' جواب آیا'' میں کون ؟ میں ہاکورم اور ماکورم یا ان سے بڑا کون شیطان ہو سکتا ہے۔ میں کون ؟

''یہ میں ہوں 'ایلن کواٹر مین'' بیوقوف'' میں نے دروازے میں بنی ہوئے کنجی کے سوراخ سے منہ لگا کر اور دانت پیس کے کہا۔

''اینا کون ؟ بہر حال اسی وقت چلی جاؤ حنا یا اینا۔ میں صبح تم سے گفتگو کروں گا۔''

اب میرے صبر کا پیالہ چھلکا اور میں نے دروازے پر ایک لات جما دی۔ جس کا نتیجہ خاطر خواہ ظاہر ہوا۔ کیونکہ فوراً ہی سیوتج نے بڑی احتیاط سے اپنا دروازہ کھولا۔

''میرے خدا! صاحب اس نے حیرت سے کہا'' یہاں کیا کر رہے ہیں آپ اور آپ نے تو کپڑے بھی پہن رکھے ہیں اور۔۔۔اور۔۔۔جیب سے پستول کا دستہ بھی جھانک رہا ہے۔۔یا کہیں یہ سانپ تو نہیں ؟

اور وہ ایک دم سے اچھل کر کئی قدم پیچھے ہو رہا۔ وہ شب خوابی کا سفید اور لمبا لباس پہنے ہوئے تھا اور اس لباس میں وہ بڑا ہی مضحکہ خیز معلوم ہو رہا تھا۔

اس اثنا میں ہم ریجنال کی خواب گاہ کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ سیوتج نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی تو اندر سے خواب گاہ میں چلے جانے کی اجازت مل گئی

''کیا بات ہے سیوتج ؟'' ریجنال نے پوچھا۔

''سرکار مسٹر کواٹر مین آپ سے ملنے چاہتے ہیں'' سیوتج نے جواب دیا، کیا بات ہے کواٹر مین ؟ کیوں کیا کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے ؟'' ریجنال اٹھ کے بیٹھ گیا اور اس نے انگڑائی لے کر پوچھا ہاں بہت بھیانک'' میں نے جواب دیا اور چونکہ سیوتج جا چکا تھا اس لئے میں نے پورا قصہ نہایت تفصیل سے سنایا۔

خدایا جب میں خاموش ہوا تو وہ سانس کھینچ کر بولا کو اٹرمین!

"اگر تمہاری چھٹی حس بیدار ہو گئی ہوتی' اگر تم نے ایسی بہادری کا ثبوت نہ دیا ہوتا اور اگر آج رات تم یہاں نہ ہوتے......"

میری بات جانے دو ریجنال" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا اس وقت تو سوال یہ ہے کیا اب کیا جائے؟ کیا تم ان دونوں افریقیوں کو گرفتار کروانا پسند کرو گے یا فی الحال خاموش رہنا اور ان دونوں کے پیچھے جاسوس چھوڑ دینا مناسب ہو گا؟۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا ریجنال نے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا اگر میں نے ان دونوں کو گرفتار کروا دیا تو عدالت میں ہمارا بیان مضحکہ خیز اور ناقابل یقین تسلیم کر لیا جائے گا۔ بھلا کون یقین کرے گا ان بعید از فہم باتوں پر؟"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے تاہم مناسب ہو گا کہ ہم اس واقعہ کا ایک گواہ بھی پیدا کر لیں اور اسے وہ ثبوت دکھا دیں جو قصر کے عقب میں گھوڑوں کے قدموں اور غالباً بگھی کے پہیوں کے نشانات کی شکل میں موجود ہیں ہمیں جلدی کرنی چاہیے مبادا گرتی ہوئی برف ان نشانات کو مٹا نہ دے۔

ریجنال کی خواب گاہ میں سے نکل کر ہم مس ہومز کی خواب گاہ میں پہنچے اور یہ اطمینان کر کے کہ وہ اپنے بستر پر بے خبر سو رہی تھی ہم قصر کا عقبی چکر دار زینہ طے کر کے کب باہر آ گئے اور باہر آ کے دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ اس وقت پو پھٹ رہی تھی اور اتنا اجالا پھیل چکا تھا کہ زمین پر گری ہوئی برف پر مس ہومز کے قدموں کے نشانات الگ الگ پہچانے جاتے تھے۔ ہم دونوں کے قدموں کے نشانات الگ الگ پہچانے جاتے تھے۔ کیونکہ مس ہومز اس وقت چپلیں اور میں صرف موزے پہنے ہوئے تھا میں نے یہ نشانات ریجنال اور سیو تج کو دکھائے۔

جھاڑیوں اور درختوں کے جھنڈ میں نشانات اس قدر صاف تھے کہ ہم چاروں، یعنی ہاروت و ماروت' مس ہومز اور میری ایک ایک حرکت کا اندازہ ان نشانات کے سہارے لگایا جا سکتا تھا۔ عقبی روش پر گھوڑں کی ٹاپوں کے نشانات موجود تھے اور بگھی کے پہیوں کی دو متوازی گہری لکیریں بھی دیکھی جا سکتی تھیں۔ یہ بگھی مس ہومز کو لے

جانے کے لئے لائی گئی تھی میرے اس دعوے کے ثبوت کے لئے نہ کہ وہ دونوں مس ہومز کو اغوا کرنے آئے تھے خوش قسمتی سے ایک اور چیز بھی مل گئی یہ کاغذ کا ایک پیکٹ تھا۔ جو شاید بگھی میں سے اس وقت گر گیا تھا جب ہاروت وماروت بڑی افراتفری میں فرار ہوئے تھے۔ ایک پیکٹ ملا۔ پیکٹ کو کھولا گیا تو اس میں ایسا لباس برآمد ہوا جسے عموماً مشرقی عورتیں پہنتی ہیں صرف یہی نہیں بلکہ اس میں نقاب بھی تھی۔ بے شک یہ لباس مس ہومز کو پہنایا، جانے والا تھا اور یہ نقاب اس کے رخ پر ڈالی جانے والی تھی کہ کوئی اس مغربی خاتون کو پہچان نہ سکے اس لباس میں مس ہومز ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بیوی یا بیٹی ہی معلوم ہوتی۔

یہ پیکٹ سیوتج کو ملا تھا اس نے یہ پیکٹ نکالا لیکن پھر ایک، بھیانک چیخ کے ساتھ واپس پھینک دیا۔ پیکٹ کے نیچے ایک سیاہ سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

ہماری ان تحقیقات کی تفصیلات میں نے اپنی ڈائری میں درج کر لیں جب ان تحقیقات کی رپورٹ تیار ہو گئی تو اس پر میں نے سیوتج نے اور ریجنال نے دستخط کر دئے۔

اب اس موقعہ کے متعلق کچھ زیادہ کہنا باقی نہیں رہ جاتا سوائے اس کے کہ اس اطلاع مع تفصیلات کے ڈائری کے سراغرسانوں کے سپرد کر دی گئیں۔ جنہوں نے سراغ لگایا کہ دونوں مشرقی بگھی لے کر لندن پہنچے اور وہاں پہنچتے ہی بگھی کا ہر سراغ غائب ہو جاتا ہے پتہ نہ چلا کہ وہ بگھی کس کی تھی اور کہاں گئی۔ بہر حال یہ ضرور معلوم ہوا کہ ہاروت وماروت "اینٹلوپ" نامی جہاز میں دو افریقی عورتوں کے ساتھ سوار ہوئے (ان عورتوں کو مس ہومز کی خبر گیری کے لئے لایا گیا ہو گا) اسی روز وہ جہاز لنگر اٹھا کے مصر کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں تک ان کا پیچھا کرنا ان دنوں ممکن نہ تھا۔ حالانکہ ان کا پیچھا کرنا بہت ضروری تھا۔

اب مس ہومز کے متعلق بھی سن لیجئے۔

صبح وہ ناشتے کے لئے نیچے آئی تو بہت زیادہ حسین مگر زرد معلوم ہو رہی تھی ایک بار پھر مجھے اس کے قریب بیٹھنے کا موقع مل گیا اور یہ موقع غنیمت جان کے میں نے پوچھا کہ اس کی رات کیسے گزری بڑی گہری نیند سوئی۔ ایسی گہری نیند کا تجربہ اسے پہلے

بھی نہ ہوا تھا اس کے باوجود اسے عجیب عجیب خواب نظر آتے رہے۔ خدا جانے کیسے خواب تھے جو بڑے دلچسپ تھے۔ اس نے پھر کہا۔ "لیکن یہ عجیب بات ہے کہ میرے دوست کواٹر مین کہ آج صبح میں بیدار ہوئی تو یہ دیکھ کے حیران رہ گئی کہ میرے شب خوابی کے لباس پر بہت سی کیچڑ لگی ہوئی تھی اور میرے چپل بھی کیچڑ میں لت پت تھے اس سے تم کیا نتیجہ اخذ کرتے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں نیند میں چلتی رہتی ہوں۔ لیکن یہ سوچنا بھی حماقت ہے۔ کیونکہ میں اس مرض میں مبتلا نہیں ہوں اور نہ ہی پہلے کبھی نیند میں چلی ہوں۔

ظاہر ہے کہ گذشتہ رات جو کچھ ہوا وہ میں مس ہومز کو بتا نہ سکتا تھا۔ چنانچہ خواب سے بچنے کے لئے میں نے قصداً جیلی کا پیالہ اوندھا دیا۔ جیلی مس ہومز کے لباس پر گری اور میں معذرت طلب کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ریجنال ہماری باتیں سن رہا تھا اور جیلی پیالہ اوندھا دینے کے مقصد کو سمجھ چکا تھا۔ چنانچہ وہ میری مدد کو دوڑ آیا اور یوں راز فاش ہونے سے بچ گیا۔ جسے ہم مس ہومز کے لئے راز ہی رکھنا چاہتے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی اسکروپ نے اعلان کیا کہ اس کی منگیتر کی بگھی آگئی ہے چنانچہ ہم تینوں قصر ریجنال سے رخصت ہوئے لیکن رخصت ہونے سے پہلے مجھے اپنے میزبان، مس ہومز اور سیوتج سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔

ریجنال نے میرا افریقہ اور انگلستان کا پورا پتہ اپنی ڈائری میں درج کر لیا اور کہا "کواٹر مین! میں ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے ہماری دوستی بہت پرانی ہے جیسے میں تمہیں تین دنوں کی بجائے کئی برسوں سے جانتا ہوں اور میں تمہارے متعلق بہت کچھ بلکہ سب کچھ معلوم کر لینا اور ایک عرصے تک تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور یہاں میں یہ بتا دوں کہ غریب ریجنال کے لئے یہ بات مقدر ہو چکی تھی حالانکہ اس وقت ہمارے خواب و خیال میں یہ بات بھی نہ تھی کہ ہم دونوں ایک سنسنی خیز دور میں ساتھ رہیں گے۔ اگر پھر کبھی لندن آنا ہوا تو مجھے یقین ہے کہ اس وقت تم قصر ریجنال میں ہی قیام کرو گے"۔

اگر تم کبھی افریقہ گئے تو مجھے یقین ہے کہ ڈربن کے میرے غریب خانے کو

ہی اپنا گھر سمجھو گے وہاں تمہارا استقبال بھی کیا جائے گا اور کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ یعنی جو حاضر سو حضور"۔

ریجنال نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر پوچھا:۔

"کوائر مین!۔۔۔جو کچھ ہوا ہے۔۔۔۔یہ۔۔۔یہ۔۔۔۔ تمہارے خیال میں سنگین معاملہ تھا؟"۔

"میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں ریجنال" میں نے جواب دیا "لیکن اتنا ضرور ہے کہ کبھی اپنی بیوی کو نظروں سے دور نہ کرنا۔"

ان دو مشرقیوں نے گزشتہ رات۔۔۔اور میرے خیال میں کئی سال پہلے بھی ۔۔۔جو کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہی کوشش وہ پھر کریں گے وہ دونوں جلد باز نہیں ہیں چنانچہ صبر و سکون سے موقعہ کا انتظار کریں گے اور اس وقت آخری ضرب لگائیں گے جب انہیں کامیابی کا یقین ہو گا۔ اس کے علاوہ یہ عجیب بات ہے کہ مس ہومز کے سینے پر وہ ہلالی نشان ہے جو ہاروت و ماروت کے لئے کشش کا باعث بنا ہوا ہے اور ریجنال سچ ہی کیوں نہ کہہ دوں کہ تمہاری منگیتر دنیا کی ہر کسی عورت سے مختلف ہے جیسا کہ گذشتہ رات خود مس ہومز نے مجھ سے کہا تھا۔ ریجنال! ہمارے چاروں طرف اسرار ہیں۔ خون کے اسرار، موروثی روح کے اسرار کیونکہ دنیا کے سارے انسان ایک ہی مرد آدم کی اولاد ہیں اس لئے خون اور روح کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ یہ رشتہ بڑا ہی پیچیدہ ہے جس کی جڑیں خدا جانے کہاں کہاں پہنچی ہوئی ہیں اور خون اور روح کے اسرار سے پرے دوسرے بھی اسرار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس بے پایاں دنیا کے بے پایاں اسرار اس وقت بھی ہم پر اپنا اثر ڈال رہے ہوں اور غالباً ابتدائے آفرینش سے ڈالتے آئے ہیں۔"

غالباً میں نے یہ باتیں عجیب پر اسرار سنجیدگی کے ساتھ کہی تھیں کیونکہ ریجنال نے کہا:۔

"کوائر مین! تم نہیں جانتے کہ تمہاری یہ باتیں مجھے خوفزدہ کئے دے رہی ہیں حالانکہ تم نے جو کچھ کہا ہے اسے میں پوری طرح نہیں سمجھ سکا ہوں"۔ اور یوں میں لارڈ ریجنال سے رخصت ہوا۔

مس ہومز سے میری گفتگو مختصر رہی۔اس نے کہا :۔

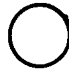
کواٹر مین! تم سے مل کر مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کسی اور سے۔۔۔۔سوائے ایک کے۔۔۔۔یوں کھل کر گفتگو کی ہو جیسی کہ تم سے کی ہے اور اسے اپنا سمجھا ہو جیسا کہ تمہیں سمجھا ہے بڑا ہی حیرت انگیز خیال ہے کہ جب دوبارہ ہماری ملاقات ہو گی تو اس وقت میں ایک شادی شدہ عورت ہوں گی۔

''میں سمجھتا ہوں مس ہومز کہ اب ہماری ملاقات نہ ہو گی۔آپ کا مقام اس مہذب اور بھری دنیا سے ہے اور میرا یہاں سے بہت دور ایک اندھیری دنیا میں۔آپ یہاں اپنا گھر سنبھالیں گی اور میں افریقہ کے جنگلوں میں شکار اور ہاتھی دانت کی تلاش میں بھٹکتا رہوں گا۔ کہنے کا مطلب یہ کہ ہمارے راستے چونکہ الگ الگ ہیں اس لئے اب ہماری ملاقات ہو گی۔ ''ضرور ہو گی۔اس نے بڑی یقین سے کہا۔ ''یہ بات اور دوسری بہت سی باتیں مجھے اسی وقت معلوم ہو گئی تھیں جب مجھے کاندہ تمبا کو کا خواب نظر آیا تھا''۔

اور یوں میں مس ہومز سے رخصت ہوا۔

آخر میں سیوتج میرا کوٹ لے کر آیا۔

''خدا حافظ مسٹر کواٹر مین ''اس نے کہا میں چاہے دنیا کی ہر چیز بھول جاؤں لیکن آپ کو اور ہاکورم اور ماکورم کو نہیں بھولوں گا اور نہ ہی ان کے دوزخی انسان نما سانپوں کو بھول سکتا ہوں خدا کرے میں ان شیطانوں کو پھر کبھی نہ دیکھوں لیکن میرا دل کہتا ہے کہ میری اور ہاکورم اور ماکورم کی ملاقات پھر ہو گی''۔



لارڈ ریجنال اور مس ہومز کو خدا حافظ کہے پورے دو سال ہو چکے ہیں اور اب دو سال بعد پھر پردہ اٹھ رہا ہے اور دیکھو میں ڈربن میں واقع اپنے چھوٹے سے مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور اس طرح کہ خیال میں الجھا ہوا اور پریشان ہوں۔

میں اداس و پریشان کیوں تھا یہ میں بتائے دیتا ہوں۔

دو سال کے اس عرصے میں مجھے ایک دو دفعہ لارڈ ریجنال کے متعلق چند باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ اسکروپ کے خطوط میرے نام آتے رہتے تھے ایک خط سے معلوم ہوا کہ لارڈ ریجنال کی شادی مس ہومز سے ہو گئی اس شادی میں مشہور ہستیوں نے شرکت کی تھی اور نئے بیاہتا جوڑے کو بہت عمدہ تحفے دیئے گئے تھے۔ شادی کی تقریب کی تفصیلات انگلستان کے ہر اخبار نے شائع کی تھیں اور ہر اخبار میں اس کی مالا کی بڑی تعریفیں کی گئی تھیں جو دولہا نے دلہن کو دی تھی۔ اسکروپ نے ایک اخبار کا تراشا اپنے خط سے منسلک کر دیا تھا اس تراشے میں دلہن کے لباس کو ایسے الفاظ میں بیان کیا گیا تھا جو میرے فہم سے بالاتر تھے۔ البتہ ایک تفصیل نے خصوصیت سے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

تراشے کا ایک پیرا یوں تھا۔

"یہ بات عجیب دیکھی گئی کہ حسین دلہن صرف ایک مالا پہننے پر مصر تھی حالانکہ ریجنال خاندان کے وہ سارے زیورات دلہن کے لئے نکالے گئے تھے جو برسوں سے قصر کے خاندانی خزانے میں بند تھے۔ یہ مالا جو دلہن نے پہن رکھی تھی اور جسے پہنے رکھنے پر وہ مصر تھی، بڑے بڑے لعلوں کی تھی۔ اس مالا کے سرے پر ایک لعل سے ہی تراشا ہوا مصری دیوتا کا ایک بت لٹک رہا تھا یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ ہر چند کہ اس موقعہ پر ایسی مالا پہننا مناسب نہ تھا تاہم قدیم سرخ پتھروں کی یہ مالا دلہن کے حسن میں چاند لگا رہی تھی۔ بہر حال اتنے بہت سے زیورات میں سے ایک مالا کا انتخاب ایسا تھا جس نے مہمانوں کو چہ مے گوئیاں کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہمارے نامہ نگار نے جب خاتون ریجنال سابق مس ہومز سے پوچھا کہ انہوں نے خصوصیت سے اس مالا کو کیوں منتخب کیا تو دلہن نے جواب دیا کہ نیک شگون اور خوشبختی کے لئے"۔ یہ پڑھ کے میں خود بھی حیران رہ گیا اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ مس ہومز جسے اب خاتون ریجنال کہنا مناسب ہو گا، نے تمام قیمتی تحائف میں سے اسی تحفے کو کیوں پسند کیا جو اسے ہاروت و ماروت نے دیا تھا۔ یہ بات جتنی زیادہ عجیب تھی اتنی ہی زیادہ پر اسرار بھی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اخبار کے تراشے کے اس حصے کو پڑھ کے میں خوفزدہ ہو گیا۔ خدا جانے کیوں؟۔

نئے شادی شدہ جوڑے کے متعلق دوسری خبر مجھے (ٹائمز) کے ایک پرانے شمارے کے ذریعہ ملی۔ یہ اخبار مجھے ایک سال بعد ملا تھا۔ خبر یہ تھی کہ قصر ریجنال اور جاگیر کا وارث پیدا ہو گیا ہے اور یہ کہ زچہ اور بچہ بفضلہ خدا تندرست ہیں۔ تو یہ ہے اس مختصر مگر دلچسپ افسانے کا انجام، میں دل ہی دل میں بولا۔

ان برسوں میں بہت کچھ ہو گیا۔

ایک تو یہ کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک نایاب پھول کی تلاش میں پونگو لینڈ تک گیا۔ اس عجیب و غریب اور سنسنی خیز مہم کے واقعات ایک اور کہانی میں پیش کر چکا ہوں چنانچہ ان واقعات واقع پونگو کے جزیرے میں پہنچا ہوں تو یہ آرزو میرے بدن میں کروٹیں بدلنے لگی۔ کہ میں اپنا سفر جاری رکھوں اور آگے بڑھ کے صحرا

کے کنارے پر پہنچ جاؤں اور معلوم کروں کہ کیا واقعی ہاروت وماروت اپنے وعدے کے مطابق میرے استقبال کو آکر اور مجھے اپنے ملک میں لے جاتے ہیں۔ہاں اس ملک میں جہاں وہ زبردست ہاتھی میرا منتظر ہے۔ جس میں کہتے ہیں کہ کوئی بد روح گھس گئی ہے اور جس کی موت بقول ہاروت وماروت، میرے ہاتھوں پر لکھی جاچکی ہے۔ لیکن حالات چونکہ نامساعد تھے اس لئے کوششوں کے بعد میں اپنی اس آرزو کو دبادینے میں کامیاب ہو گیا۔

قصہ مختصر میں اپنے دوست کے ساتھ بخیر و خوبی ڈربن واپس آگیا اور اس وقت میں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی ایسی احمقانہ مہم پر نہ جاؤں گا اور خواہ مخواہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالوں گا۔

چند اتفاقات کی بناء پر، جن کا میں کسی اور جگہ ذکر کر چکا ہوں، اس وقت میرے پاس اچھی خاصی رقم جمع تھی اور میں اس رقم کو کسی منافع بخش کاروبار میں لگانا چاہتا تھا تاکہ میری اس شکاری اور آوارہ گردی کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی اپنے گھر میں آرام وسکون سے بیٹھ سکوں۔ اور جب آدمی روپیہ لگانے کے لئے تیار ہو تو سیکڑوں ہی کاروبار نکل آتے ہیں انہی دنوں زولو لینڈ کی سرحد پر سونے کی کانیں دریافت ہو رہی تھیں۔ چنانچہ جیکب نامی ایک یہودی تاجر یہ پیش کش لے کر میرے پاس آیا کہ اگر میں نے اپنا سرمایہ کان کھودنے کے سلسلے میں لگادیا تو نصف منافع میرا ہوگا۔ چنانچہ میں زولو لینڈ کی سرحد تک کا سفر کر کے اور موقع محل کا معائنہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ جیکب کی پیش کش بہت عمدہ تھی۔ میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ ان واقعات کی یاد اب بھی میرے لئے بڑی تکلیف دہ ہے۔ خیر تو جیکب اور اس کے دوستوں نے تھوڑی سی کھدائی کے بعد میری نظر کے سامنے دراصل مجھے بیوقوف بنانے اور میرا روپیہ اینٹھنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا چونکہ لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کان میں سے تھوڑی سی ہی کھدائی کے بعد سونا نکل آیا تھا اور یہ منیجر ایلن کواٹر مین ایماندار آدمی ہے اس لئے لوگ دھڑا دھڑ اس کے حصے خریدنے لگے۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد ہی حصے کے بھاؤ ایک دم سے گر گئے۔ کیونکہ اس کان میں سے سوائے کنکر اور پتھر کے کچھ اور نکل رہا تھا۔

میرا پرانا وفادار خادم ہمیس اس وقت میرے پاس موجود تھا۔

"ہمیس! میں نے کہا" تمہیں یاد ہو گا کہ کوئی ایک سال پہلے جب تم مجھ سے ملنے آئے تھے تو میں نے اس قبیلے کا ذکر کیا تھا جو قبیلہ کاندہ کہلاتا ہے اور تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ قبیلہ جہاں آباد ہے وہاں ہاتھیوں کا ایک زبردست قبرستان ہے اور یہ کہ اس علاقے کا ہر ہاتھی جب اس کی موت آتی تھی تو وہیں جا کر مرتا ہے کاندہ لوگ اس جزیرے کے، جہاں پونگو آباد ہے کہیں شمال مشرق میں رہتے ہیں"۔

"ہاں باس۔ یاد ہے۔" ہمیس نے جواب دیا۔

"اور تم نے جواب دیا تھا کہ تم کاندہ لوگوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے"۔

"نہیں باس۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کاندہ لوگوں کے متعلق بہت سی باتیں سنی ہیں"۔

"تو پھر تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتادیا۔ بیوقوف؟"

"اس لئے باس کہ اس وقت تم سونے کی تلاش میں تھے ہاتھی دانت کی نہیں"

"بکومت۔ اچھا اب بتاؤ کہ تم نے کاندہ لوگوں کے متعلق کیا سنا ہے؟"

"سنو باس۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہم یزاٹاؤن میں تھے اور گوریلا دیوتا کا خاتمہ کر کے واپس آئے تھے اور تم بھولے نہ ہو گے کہ اس وقت تمہارے دوست باس اسٹفن بیمار تھے اور بستر سے لگ گئے تھے اس وقت کرنے کو کوئی کام نہ تھا اس لئے میں گھوم پھر کر لوگوں سے ملا اور ان سے دنیا جہاں کی باتیں پوچھا کرتا تھا خیر تو وہاں ایک بڑھیا تھی جو مازیٹو قبیلے کی نہ تھی اس عورت کا شوہر اور لڑکے کسی جنگ میں مارے گئے تھے بستی والے بڑھیا سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ بہت عقلمند تھی وہ جڑی بوٹیوں سے دوائیں بناتی بلکہ مستقبل کا حال بھی بتاتی تھی۔ تو میں اس بڑھیا کے پاس جایا کرتا تھا اور خود بڑھیا مجھ سے خوب گھل مل کے باتیں کیا کرتی اب اسی ایک بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر عقلمند تھی کہ اس نے مجھے پوری طرح پہچان لیا تھا۔ میں اسے پونگو قبیلے کے گوریلے دیوتا کے متعلق سب کچھ بتا چکا تھا تو بڑھیا نے کہا کہ یہ گوریلا دیوتا اس دیوتا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا جسے اس نے ستر سال پہلے دیکھا

تھا۔اس وقت یہ بڑھیا جوان تھی اور شادی کے قابل ہو گئی تھی میں نے اس بڑھیا سے اس دیوتا کی کہانی سنانے کو کہا۔اور اس بڑھیا نے یہ کہانی سنائی۔

”بہت دور شمال مشرق میں ایک قبیلہ آباد ہے جو کاندہ کہلاتا ہے اس کا حاکم ایک سلطان ہے۔یہ قبیلہ بہت بڑا ہے اور ایک بے حد زرخیز علاقے میں آباد ہے لیکن اس علاقے کے اطراف میں میلوں تک علاقہ ویران اور غیر آباد ہے۔اس غیر آباد علاقے میں انسان نہیں ہیں البتہ جانور بہت ہیں کبھی کوئی کاندہ کے ملک میں نہیں گیا اور جو گیا ہے وہ کبھی واپس نہیں آیا کیونکہ کاندہ لوگ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتے چنانچہ انھیں قتل کر دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کاندہ لوگوں کے ملک کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا

بڑھیا نے مجھے بتایا کہ وہ اس قبیلے اور اسی دور دراز کے علاقے میں پیدا ہوئی تھی لیکن وہ وہاں سے فرار ہو گئی اور فرار ہونے کا سبب یہ تھا کہ کاندہ لوگوں کا حاکم اس بڑھیا کو جب وہ جوان اور حسین تھی اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا اور بڑھیا کو یہ پسند نہ تھا کئی دنوں تک وہ جنگل میں بھٹکتی اور درختوں کے پتے اور جنگلی شاہ دانے کھا کر اپنی بھوک مٹاتی رہی یہاں تک وہ بھٹکتے بھٹکتے آخر کار صحرا میں پہنچ گئی اور آخر کار تھک ہار کے مرنے کے لئے پڑی رہی۔اسی حال میں وہ پڑی ہوئی تھی۔

یعنی اس وقت جب وہ جوان تھی۔۔۔۔کہ ماز ٹیو قبیلے کے چند لوگ وہاں پہنچ گئے۔یہ لوگ اپنی ٹوپیوں میں لگانے کے لئے شتر مرغ کے پر تلاش کرنے آئے تھے۔ خیر تو ان لوگوں نے اسے کھانا اور پانی دیا اور کیونکہ بڑھیا اس وقت جوان حسین تھی اس لئے وہ اسے اپنے قبیلے میں لے آئے جہاں ایک شخص نے اس سے شادی کر لی۔

”اپنے ملک کے متعلق اس عورت نے ماز ٹیو لوگوں سے سچ نہ کہا اور اگر کچھ کہا بھی تو سراسر جھوٹ کہا کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ دیوتا جو اس کے ملک کے اسرار کے محافظ ہیں کہیں اس کی جان ہی نہ لے ڈالیں۔لیکن اس نے اس وقت مجھے یہ باتیں اس لئے بتائیں کہ اس وقت وہ بوڑھی ہو چکی تھی اور مرنے کے قریب تھی اور باس دوسری دنیا میں چونکہ اس دنیا کے دیوتا نہیں پہنچ سکتے اس لئے بڑھیا کو اب دیوتاؤں کا خوف نہ تھا خیر اس نے اپنے سفر کے متعلق اتنی ہی باتیں بتائیں کیونکہ دوسری باتیں یاد نہ تھیں“۔

"جہنم میں ڈالو اس کے سفر کے واقعات کو۔ یہ بتاؤ کہ اس نے کاندہ لوگوں اور ان کے دیوتا کے متعلق کیا کہا تھا؟" میں نے جھنجھلا کے پوچھا۔

"اس بڑھیا نے کہا تھا باس کہ کاندہ لوگوں کا ایک نہیں بلکہ دو دیوتا ہیں اور ایک نہیں بلکہ دو حاکم ہیں۔ ان کا ایک کاندہ دیوتا ایک وسیلے یا واسطے کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ یہ وسیلہ یا واسطہ ہمیشہ ایک عورت ہوتی ہے جو "ندائے روح" کہلاتی ہے کیونکہ بچے دیوتا کو جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ اسی عورت کی زبان سے کہتا ہے۔ اگر عورت یا ندائے روح مر جاتی ہے تو پھر یہ بچہ دیوتا نہیں بولتا جب تک کہ کاندہ لوگ دوسری ندائے روح نہیں تلاش کر لیتے پھر یہ بات بھی ہے باس کہ ہر عورت ندائے روح نہیں بن سکتی صرف وہی عورت بن سکتی ہے جس کے سینہ پر ایک خاص قسم کا نشان ہو۔ یہی نشان اس بات کی علامت ہوتی ہے۔

خیر تو ایک ندائے روح جب بستر مرگ پر پڑی ہے تو وہ مرنے سے پہلے بچہ دیوتا کے مہنتوں کو بتا دیتی ہے کہ اس کی جانشین۔ یعنی دوسری ندائے روح کو کہاں اور کس ملک میں تلاش کیا جائے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ندائے روح کے مرنے کے بعد دوسری نہیں ملتی اور ملک میں ابتری پھیل جاتی ہے کیونکہ بچہ دیوتائی زبان بند ہو جاتی ہے اور لوگوں کو وہ دوسرا دیوتا اپنا شکار بنانے لگ جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ کبھی نہیں مرتا"۔

"اور یہ دوسرا دیوتا جو کبھی نہیں مرتا کیا ہے ہینس؟ میں نے پوچھا"

"یہ دوسرا دیوتا باس ایک ہاتھی ہے اور یہ بہت ہی بڑا ہاتھی ہے جس پر انسانوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں باس کہ یہ دراصل شیطان ہے جس نے ہاتھی کا روپ اختیار کر لیا ہے کم سے کم اس بڑھیا نے تو یہی کہا تھا خیر تو وہاں کا جو بادشاہ یا شیطان ہے وہ اس دیوتا کی پرستش کرتا ہے جو ہاتھی "جانا" کے بدن میں حلول کر گیا ہے (ہاتھی کا یہ نام سن کر میرے منہ سے سیٹی کی آواز نکل گئی) اور کاندہ لوگوں کی اکثریت بھی، خصوصاً وہ کاندہ جو سیاہ ہیں، اسی ہاتھی کی جس کا نام جانا ہے پرستش کرتے ہیں کہ بہت پہلے کاندہ لوگوں کے دو قبائل تھے وہ کاندہ جن کی رنگت سفید ہے اور بچہ دیوتا کی پرستش کرتے ہیں کہیں شمال کی طرف سے آئے اور کالے کاندہ کو شکست دے

کر وہیں رہ پڑے یہی لوگ بچہ دیوتا کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ کم سے کم اس بڑھیا نے تو مجھ سے ایسا ہی کہا تھا۔ یہ لوگ اس وقت اس طرف آئے تھے جب دنیا نئی نئی بنی تھی۔ یعنی ہزاروں کروڑوں سال پہلے۔ چنانچہ اسی وقت سے ملک میں دو کاندہ لوگ ہو گئے۔ ایک سیاہ اور ایک سفید۔ ان سفید و سیاہ رنگ و نسل کے اختلاف کی وجہ سے کبھی ملاپ نہ ہو سکا۔ سیاہ و سفید کاندہ ایک ہی خطے میں رہتے ہیں اور بستے ہیں لیکن دونوں کے دیوتا الگ ہیں راستے الگ ہیں۔ طور طریقے الگ ہیں اور حکمران الگ ہیں البتہ بڑھیا نے کہا تھا سیاہ کاندہ کا زور بڑھتا جا رہا ہے اور سفید کاندہ کی قوت، شان اور آبادی گھٹتی جا رہی ہے۔

"تو پھر ہینس! طاقتور کاندہ کمزور کاندہ کو نگل کیوں لیتے؟"

میں نے پوچھا۔

"اس لئے باس کہ کمزور کاندہ اب بھی، ہوشیار، عقلمند، اور غیر مخلوط ہیں۔ کم سے کم اس بڑھیا نے تو یہی وجہ بتائی تھی اور اس لئے بھی کہ سفید کاندہ دیوتائے خیر کی پرستش کرتے ہیں گویا ان کا دیوتا شیطان ہے اور باس جیسا کہ تمہارے والد نے کہا کہ خیر اس مرغے کی طرح ہے جو آخر میں جنگ جیت لیتا ہے جب لوگ اسے مردہ سمجھ چکے ہوتے ہیں تو وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور شیطان کے پیٹ پر ایک ایسی لات مارتا ہے کہ وہ لڑھک کر درزخ میں جا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ سفید کاندہ بڑے جادوگر ہیں باس۔ ان کا بچہ دیوتا بارشیں برساتا اور بیماریوں کو دور رکھتا ہے اس کے بر خلاف جانا اپنے پرستاروں کو برائی ہی دیتا ہے اور برائی ہے ظلم، جنگ اور ایسی ہی دوسری باتوں اور سب کے آخر میں کہ بچہ دیوتا کے پجاری اور مہنت دولت کے اسرار اور قدیم علوم وفنون سے واقف ہیں اس کے بر خلاف سیاہ کاندہ کا حکمران صرف بھالے کا استعمال جانتا ہے اور بس۔

"ہینس"! تمہیں چاہیے تھا کہ تم یہ سب باتیں مجھے اس وقت بتا دیتے جب ہم پیزاٹاؤن میں مقیم تھے۔ تاکہ میں خود جا کر اس بڑھیا سے گفتگو کرتا"۔

"باس! پیزاٹاؤن میں تمہیں یہ باتیں بتانے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ مجھے خوف تھا کہ یہ باتیں سنتے ہی تم کاندہ لوگوں کی تلاش میں روانہ ہو جاؤ گے۔ حالانکہ میں سفر کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ اور واپس ناٹال پہنچ کر ذرا آرام کرنا چاہتا تھا دوسری

بات یہ ہوئی کہ جس دن اس بڑھیا نے مجھے یہ کہانی سنائی اسی رات کو وہ بیمار پڑ گئی اور پھر مر گئی۔ ظاہر ہے کہ تم اس سے ملاقات نہ کر سکتے تھے اور تم مردہ بڑھیا سے ملنے بھی گئے ہوتے تو باس مردہ کہانیاں نہیں کہتے چنانچہ میں نے بڑھیا کی یہ باتیں اپنے دماغ کے صندوق میں محفوظ کر لیں اور سوچا کہ وقت آنے پر تم کو بتادوں گا۔ اس کے علاوہ یہ بات تھی کہ ماز یٹو لوگوں میں مشہور تھا کہ بڑھیا عظیم الشان جھوٹ بولا کرتی ہے۔"

"تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ وہ بڑھیا نہیں بلکہ ماز یٹو جھوٹے تھے سنو ہینس اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سب ہینس کو بتادیا یعنی قصر ریجنال میں ہاروت و ماروت کی آمد، ان کے جادو کے کھیل اور یہ کہ میں نے کس طرح "کاندہ تمباکو" کے دھوئیں میں ہاتھی جاتا کو دیکھا تھا اور یہ کہ ہاروت و ماروت نے کیا کہا تھا اور کیوں اور کن شرائط پر مجھے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی تھی۔ ہینس بڑے سکون اور غور سے میرا بیان سنتا رہا۔

"تو معلوم ہوا باس کہ وہ بڑھیا جھوٹی نہ تھی"۔ جب میں خاموش ہوا تو ہینس نے سر ہلا کر کہا۔ "تو پھر باس ہمیں جلد از جلد کاندہ لینڈ کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے جہاں ہاتھیوں کے قبرستان میں ہاتھی دانت کا زبردست خزانہ ہمارا منتظر ہے لیکن ہم کس راستے سے جائیں گے باس؟ یہ ہمیں فوراً طے کرنا ہے اور یہ بہت ضروری ہے کیونکہ یہاں کے موسم کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔"

اور اس کے بعد ہم دونوں رات گئے تک اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور سفر پر روانہ ہونے کے امکانات پر غور کرتے رہے۔ میری جیبیں بالکل خالی تھیں اور ایسی مفلسی میں کسی مہم کا سامان کرنا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔

وہ رات ہینس نے میرے گھر میں بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ گھر سے باہر پائیں باغ میں یاز ینے پر گٹھری بن کے بسر کی اس نے کہا چونکہ ایک سفید فام سے جھگڑا کر چکا تھا اس لئے اپنے گھر نہ جا سکتا تھا کیونکہ کیا پتہ کب سفید فام پولیس کو لے کر آ جائے۔ ناشتے سے فارغ ہو کے میں اور ہینس پھر اسی سفر کے متعلق باتیں کرنے لگے اور کاندہ لوگوں کے ملک تک پہونچنے کے امکانات پر بحث کرتے رہے۔ یہ بحث گزشتہ رات کی طرح ہی حوصلہ شکن رہی۔

سفر طویل اور مہم خطرناک تھی اور ایسے طویل سفر اور ایسی خطرناک مہم کے لئے روپے کی ضرورت تھی۔ آخر کار میں اس نتیجے پر پہنچا کہ صورت حال کے پیش نظر جو بھی وسائل ہوں اور جیسے بھی انتظامات ہو سکتے ہیں ان کے سہارے اس مہم پر روانہ ہو جانا مناسب ہو گا۔

میں اور ہینس صرف ایک چھکڑا، چند بیل اور چند زولو بار برداروں کو لے کر روانہ ہو سکتے ہیں اور پہل ہمیں کرنا تھا حالات ایسے تھے کہ اب میرا ہینس کا چند مہینوں کے لئے یہاں سے ٹل جانا ہی مناسب تھا۔

اس طرح تھوڑے سے سامان کے ساتھ ہم زولو لینڈ سے گزر کر پیز اٹاؤن پہنچ سکتے تھے۔ یہ مقام ماز یٹو آبادی کا گویا دار السطنت تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہاں ہمارا استقبال کیا جائے گا یہ ممکن تھا کہ ہمارا سفر بس پیز اٹاؤن تک ہی رہے اور ہم کاندہ لوگوں کے ملک میں کبھی نہ پہنچ پائیں۔ اس کے باوجود یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں سفر میں ہاتھیوں کا شکار کر کے اتنا ہاتھی دانت حاصل کر لوں جو زیادہ نہیں تو اتنا روپیہ دلا دے جو چند برسوں کے لئے کافی ہو۔

جب ہم یہ گفتگو کر رہے تھے تو ہم نے بندوق کے دھماکے کی آواز سنی۔ یہ اعلان تھا اس بات کا کہ کوئی جہاز انگلستان سے آیا تھا۔ میں اٹھ کر پائیں باغ کے کنارے پر پہنچا اور وہاں سے دیکھا کہ ایک انگریزی کمپنی کا جہاز لنگر انداز ہو رہا تھا اس کے بعد میں مکان میں آکر چند کاروباری خطوط لکھنے بیٹھ گیا۔ جب سے میں اس یعنی سونے کی کان کے چکر میں پھنس گیا تھا تب سے اس قسم کے کاروباری خطوط لکھنا میرا روز معمول ہو گیا تھا۔ دل پر جبر کر کے میں چند خطوط لکھ چکا تھا کہ ہینس نے کھلی ہوئی کھڑکی میں سے کچھوے کی طرح گردن نکال کے کہا:۔

"باس! کہیں سے دو صاحب آئے ہیں۔ وہ سڑک پر ہیں اور میرا خیال ہے کہ تم کو پوچھ رہے ہیں۔ بے حد عمدہ صاحب معلوم ہوتے ہیں دونوں جنھیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔

"سونے کی کان کے حصہ دار ہوں گے" میں دل ہی دل میں بولا اور پھر پچھلے دروازے سے فرار ہو جانے کی تیاری کر کے میں نے ہینس سے کہا۔ "اگر وہ دونوں صاحب یہاں آجائیں تو ان سے کہہ دینا کہ میں گھر پر نہیں ہوں ان سے کہہ دینا کہ آج صبح ہی دریائے کانگو کی طرف دریائے نیل کے منبع کا پتہ چلانے روانہ ہو گیا ہوں"۔

"بہت اچھا باس" ہینس نے کہا اور چلا گیا۔

میں فوراً ہی عقبی دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں اداس تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ لوگوں کو اپنی صورت دکھاتے بھی ڈرتا ہوں۔ دفعتۃً میری جرات عود کر آئی اور میں نے سوچا کہ اس میں ڈرنے اور خجل ہونے کی کیا بات تھی اگر لوگوں کا روپیہ ڈوب گیا تھا تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟ گزشتہ کل میں نے کان

کے تمام حصے داروں کو جواب دیا تھا، سینہ تان کے ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا اس لئے اب صرف دو حصے داروں سے ڈرنے اور فرار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

یہ سوچ کر میں پلٹا، گھر کا چکر کاٹ کے اس باغ میں پہنچا جس میں نارنگی کے درخت لگے ہوئے تھے، اس باغ میں پھولوں کی گنجان جھاڑیاں تھیں۔ غالباً ان پھولوں اور جھاڑیوں کو دھتوار کہا جاتا ہے یہی جھاڑیاں تھیں جو میرے گھر کو سڑک سے الگ کر رہی تھیں۔ چنانچہ ان جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر میں نے وہ گفتگو سنی جو سڑک پر ہو رہی تھی۔

"انکونا۔ انکوسی (مجھے معلوم نہیں صاحب) ایک کافر کی آواز سنائی دی اس پر ایک آواز نے، جو مجھے گوش آشنا معلوم ہوئی، جواب دیا:

"ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ زبردست سیاہ فام شکاری کہاں رہتا ہے؟"

"تمہیں اس کا افریقی نام یاد نہیں؟" دوسری آواز نے پوچھا یہ آواز بھی میری جانی پہچانی تھی۔ یہاں میں یہ بتادوں کہ ایک دفعہ میں جس کی آواز سن لیتا ہوں اسے پھر کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

"عظیم شکاری۔ اس کا افریقی نام ــــــــ نام ہے ــــــ ہاں ـــ اس کا افریقی نام ہے، میں نے کہیں مارو" پہلی آواز نے کہا اور دفعتہً میری نظر کے سامنے قصر ریجنال کے ایک وسیع و عریض کمرے کا منظر گھوم گیا جس میں ایک بد حواس شخص کمرے میں داخل ہو کر دو اجنبی عربوں کی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔

"خدا کی قسم یہ تو سیو تج ہے"۔ میں بڑبڑایا "یہ شخص یہاں کیا کر رہا ہے" یہ دیکھو، دوسری آواز نے کہا، یہ سیاہ فام گڑبڑا گیا کیونکہ ایسا مضحکہ خیز نام کبھی کسی کا نہ ہوا ہوگا۔ سیو تج! میرے مشورے پر عمل کر کے اگر تم آتے تو آسانی ہو جاتی لیکن مصیبت یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہو"۔

"سرکار! راہبر کو ساتھ لینا فضول خرچی تھی اس صورت میں تو اور بھی مناسب نہ تھا کہ ہم بھیس بدلے ہوئے ہیں"۔

"اگر تم اسی طرح اونچی آواز میں مجھے۔ سرکار کہتے رہے تو حیران ہوں کہ ہمارا یہ بہروپ کب نبھ سکے گا۔ ان درختوں کے پیچھے ایک مکان نظر آرہا ہے۔ جاؤ۔ وہاں جا

کر پوچھو کہ۔۔۔۔۔۔۔"

اس اثنا میں باغ کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے دروازہ کھولا۔

"مزاج کیسے ہیں لارڈ رجنال ؟۔۔۔کیسے ہو وحشی۔۔۔میرا مطلب ہے کہ مسٹر سیوتج ؟ میں نے تم لوگوں کی آوازیں پہچان لی تھیں چنانچہ استقبال کو دوڑ آیا تشریف لائیے۔ بشر طیکہ آپ مجھ ہی سے ملنا چاہتے ہوں اور یہ کہتے وقت میں ان دونوں کا جائزہ لے رہا تھا اور میں نے دیکھا۔ کہ سیوتج میں کوئی خاص تبدیلی نہ ہوئی تھی سوائے اس کے کہ افریقہ کے اجنبی ماحول میں وہ ذرا عجیب معلوم ہو رہا تھا البتہ رجنال میں نمایاں اور چونکا دینے والی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس کی شخصیت اب بھی ویسی ہی مرعوب کن تھی لیکن اس کے چہرے کے نقوش بدل گئے تھے۔ اس کے حسین اور پرکشش چہرے پر غم کے گھمبیر بادل سے چھائے ہوئے تھے آنکھوں میں زندہ دلی کی سی چمک کی جگہ اداسی تھی اور ہونٹوں کے دونوں کونوں کے قریب گہرے قوسین پیدا ہو گئے تھے لارڈ رجنال پر یقیناً کوئی مصیبت آ گئی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس بے فکر نواب کی زندگی کا ایک دور گزر گیا ہو۔

"ہاں کواٹرمین !" اس نے میرے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "سات ہزار میل کا سفر میں نے تم سے ملاقات کرنے کے لئے ہی کیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئے۔ میں دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں خدانخواستہ تمہارا انتقال نہ ہو گیا ہو یا پھر تم افریقہ کے قلب میں کہیں کسی مہم کے سلسلے میں نہ پہنچ گئے ہو اور میں تمہیں نہ پا سکوں"۔

"اگر تم ایک ہفتہ بعد یہاں پہنچے ہوتے تو شاید ہماری ملاقات نہ ہو پاتی"۔ میں نے جواب دیا۔ "لیکن اسے ایک اتفاق کہہ لیجئے کہ ایک افتاد پڑ گئی جس کی وجہ سے مجھے یہاں رک جانا پڑا۔"

"مجھ پر بھی ایک مصیبت آ پڑی ہے اور اسی نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کر دیا ہے"۔

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا یا پوچھتا سیوتج آ گیا اور ہم تینوں مکان چلے پر

آئے۔

"ریجنال! تم خوب وقت پر آئے ہو۔ یعنی کھانا تیار ہے اور میں نے کہا تھا کہ جو حاضر سو حضور۔ لڑکے!" میں نے اپنے ملازم سے کہا "دو قابیں اور لگادو"۔

"صرف ایک قاب صاحب" سیویج نے کہا۔ "میں بعد میں کھالوں گا"۔

"جیسی تمہاری مرضی سیویج حالانکہ افریقہ میں آکر تکلف کرنا فضول سی بات ہے" میں نے جواب دیا اور اس وقت سیویج کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک ہونے پر مجبور نہ کیا۔

یہ عجیب منظر تھا کہ میں اور ریجنال میرے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور میری کرسی کے پیچھے لحیم شحیم سیویج مودب کھڑا ہوا تھا اور قابیں اٹھا اٹھا کر بڑے ادب سے میرے اور ریجنال کے سامنے رکھ رہا تھا۔ سیویج کی یہ خدمات میرے لئے حیرت انگیز نہ تھیں لیکن اور میرے دوسرے افریقی ملازموں کے لئے یہ منظر کہ ایک سفید فام ہماری خدمت کر رہا تھا، حیرت انگیز بھی تھا اور دلچسپ بھی چنانچہ ہینس اور چند دوسرے ملازم کھڑکی کے سامنے آکھڑے ہوئے تھے اور اس منظر کو حیرت ودلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

کھانے سے فارغ ہو کے ہم دونوں برآمدے میں آگئے اور اب سیویج میز لے کے سامنے ڈٹ گیا۔ ہم دونوں نے اپنے پائپ جلائے اور اب میں نے ریجنال سے پوچھا کہ آپ کا سازوسامان کہاں ہے۔

"کسٹم میں چھوڑآیا ہوں"۔ اس نے جواب دیا۔

چنانچہ میں سیویج کے ساتھ ملازم کو بھیج دیتا ہوں کہ وہ سامان یہاں لے آئے اس نے کہا۔ میرا یہ جھونپڑا تنگ اور بے آرام ہے لیکن اگر تم پسند کرو تو تمہارے لئے باغ میں سازوسامان لگادیا جائے"۔

تھوڑے سے پس وپیش کے بعد ریجنال نے میرا مہمان بننا قبول کر لیا۔ چنانچہ سیویج کے ساتھ ایک ملازم کو سامان لانے کے لئے بھیج دیا۔ میں نے اس شخص کے نام ایک رقعہ بھی لکھ دیا جو خچر کا چھکڑا چلایا کرتا تھا اور سامان کو بندرگاہ سے چھوڑ کر مسافروں کی رہائش گاہ تک پہنچادیا کرتا تھا۔

"اچھا" جب سیویج اور وہ ملازم سامان لانے چلے گئے تو میں نے کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ کون سی چیز تمہیں افریقہ لے آئی ہے؟"

"بد نصیبی کواٹرمین۔۔۔۔بد نصیبی" ریجنال نے جواب دیا۔

"کہیں ۔۔۔۔ کہیں ۔۔۔۔۔ تمہاری ۔۔۔بیوی کا انتقال تو نہیں ہو گیا ریجنال۔"

"میں نہیں جانتا"۔

"کیا مطلب؟"

"میں نہیں جانتا کواٹرمین کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی ہے۔ کاش کہ وہ مر گئی ہوتی

"وہ۔۔۔۔وہ۔۔۔۔گم ہو گئی ہے"۔

دفعتہً دماغ کے کسی تاریک گوشے میں سے یہ خیال ابھر کر سطح دماغ پر آ گیا کہ ریجنال کی بیوی شاید کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے اور آپ جانیے زمانہ کچھ ایسا آیا ہے کہ لوگوں کی بیویاں اپنے "یاروں" کے ساتھ بھاگتی رہتی ہیں۔ وہ تو کہیے کہ خیریت گزری کہ میں نے اپنا یہ خیال اپنے تک ہی رکھا اور لارڈ ریجنال سے پوچھا۔

"ریجنال! پہلے بھی ایک دفعہ تمہاری بیوی گم ہونے جا رہی تھی کیوں؟"

"ہاں۔ لیکن اس وقت تم نے اسے بچا لیا تھا کواٹرمین۔ آہ! کواٹرمین! اگر تم ہمارے ساتھ ہوتے تو یہ سانحہ نہ ہوتا۔ سنو۔ کوئی اٹھارہ مہینے پہلے اس نے ایک بے حد خوبصورت لڑکے کو جنم دیا۔ زچہ اور بچہ دونوں ہی تندرست تھے۔ اور میں اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ اس قدر خوش تھا کہ سمجھ رہا تھا کہ زندگی کی ساری مسرتیں قدرت نے مجھ پر ہی ختم کر دی ہیں۔ اس قدر خوش تھے کہ ہم کو میری بیوی نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ اسے خوف ہے کہ ہماری مسرتیں کہیں غم واندوہ کا پیش خیمہ نہ ہوں۔ میں نے اس کے اس اندیشے کو ہنسی میں اڑا دیا"۔

"بات آئی گئی ہو گئی۔۔۔۔۔اور یہ گزشتہ ستمبر کا واقعہ ہے۔ میں شکار کو گیا ہوا تھا اور میری بیوی اپنے بچے اور دایا کو لے کر مسز اسکروپ سے ملنے جا رہی تھی وہ ہماری چھوٹی سی گھوڑا گاڑی میں سوار تھے اور ہاں یہ بتا دوں کہ ان دنوں مسز اسکروپ کی گود

بھی ہری بھری ہو گئی تھی"۔

"بد قسمتی خدا جانے کب سے موقعہ کی منتظر تھی کہ اس منحوس دن اسے اپنا داؤں آزمانے کا موقعہ مل گیا۔ جب ان کی گاڑی ان کے قصبے کے قریب' جو تمہیں یاد ہو گا کہ قصر ریجبال سے زیادہ دور نہیں ہے' گزر رہی تھی تو اتفاقاً اسی وقت کسی سرکس کے جانوروں کا قافلہ اسی راستے جارہا تھا قافلے کے آگے آگے ایک غیر معمولی طور پر بڑا ہاتھی مست تھا اور پہلے بھی ایک شخص کو مار چکا تھا چنانچہ حکومت کو چاہیئے تھا کہ وہ اس ہاتھی کو سڑک پر اور یوں کھلے بندوں لے جانے کی اجازت نہ دیتی خیر تو غالباً گھوڑے کو دیکھ کے شاید اس سرخ لبادے کو دیکھ کے' جو میری بیوی پہنے ہوئے تھی' ہاتھی ایک دم سے بگڑ گیا۔ میں نہیں جانتا کہ میری بیوی کو گہرا سرخ رنگ کیوں پسند ہے بہر حال کسی بھی وجہ سے ہو ہاتھی نے اپنی سونڈ اٹھائی اور نہایت بھیانک آواز میں چنگھاڑا۔ اس کی چنگھاڑ سن کے گھوڑا بدک گیا اور اس نے گاڑی الٹ دی اور سواریاں عین ہاتھی کے سامنے جاگریں کسی کو بظاہر چوٹ نہ ائی لیکن پھر۔۔۔۔۔۔" اور یہاں ریجنال لمحے بھر کو خاموش ہو رہا اور پھر اس نے بڑی کوششوں کے بعد بھر ائی ہوئی آواز میں کہا" اور پھر کواٹر مین اس شیطان نے جو ہاتھی کا روپ لیئے ہوئے تھا' اپنے بڑے بڑے کان اپنی کپنٹیوں سے چپکا کے اپنی سونڈ کیا آگے بڑھائی دایا کی گود سے ہمارے منے کو گھسیٹ لیا اور اسے گھما کے ہوا میں اچھال دیا۔ منا نہایت زور سے پتھروں پر گرا اور اسکی کھوپڑی پاس پاش ہو گئی۔ ہاتھی نے آگے بڑھ کے بچے کی لاش کو ادھر سے ادھر سونگھا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے تو اس نے پھر اپنی سوند اٹھا کے فتح کا نگل سا بجایا اور میری بیوی اور دایا کی طرف متوجہ ہوئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ وہ جھومتا جھامتا اور فتح کی خوشی میں چنگھاڑتا گھوڑے اور اوندھی پڑی ہوئی گاڑی کے قریب سے نکلا چلا گیا یہاں تک کہ قصبے سے باہر اسے ایک درخت سے باندھ کے گولی مار دی گئی۔"

"میرے خدا! کس قدر غمناک کہانی ہے" میں نے ایک لمبا سانس کھینچ کے کہا" ہاں لیکن اس کا غمناک ترین حصہ تو اب ارہا ہے۔ اس سانحہ نے میری بیوی کا دل الٹ دیا اور وہ پاگل سی ہو گئی۔ پاگل عموماً چیختے چلاتے اور ایک طوفان سا اٹھاتے ہیں لیکن میری بیوی کا پاگل پن عجیب تھا وہ نہ شور مچاتی تھی اور نہ توڑ پھوڑ کرتی تھی۔ اس کے بر

خلاف وہ مسلسل کئی گھنٹوں تک خاموس بیٹھی آپ ہی آپ مسکراتی رہتی اور اس مالا کے پتھروں سے کھیلا کرتی جو اسے ،تمہیں یاد ہو گا' افریقہ کے دو شعبدہ بازوں نے دی تھی کھیلا کیا کرتی انہیں یوں گھمایا کرتی جس طرح کہ ننیں تسبیح کے دانے گھمایا کرتی ہیں۔

''میں جو کچھ کر سکتا تھا کیا۔ جو کچھ میرے بس میں تھا کر گزرا میں نے باری باری سے انگلستان کے ان تین مشہور ڈاکٹروں کو اپنی بیوی کے علاج کے لئے بلوایا جو دماغی امراض کے ماہرین ترین ڈاکٹر تسلیم کئے گئے ہیں۔ لیکن ان تینوں میں سے ایک ڈاکٹر بھی میری بیوی کی اس عجیب حالت کو تبدیل نہ کر سکا۔

''ایک دن ڈاکٹر میری بیوی کو دیکھنے آئے ہوئے تھے میری بیوی اپنی والدہ کے ساتھ کمرے کے انتہائی سرے پر حسب معمول خاموش بیٹھی ہوئی تھی اور میں ڈاکٹروں کے ساتھ کمرے کے دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ تم نے قصر رنبجنال کا وہ کمرہ دیکھا ہی ہے چنانچہ تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ کمرے کے دروازے پر دو آدمی کھڑے تقریباً سر گوشیوں میں باتیں کر رہے ہوں تو کمرے کے انتہائی سرے پر بیٹھا ہوا شخص ان کی باتیں نہیں سن سکتا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جیسے ہی ڈاکٹروں نے مجھے اپنی بیوی کو مصر لے جانے کا مشورہ دیا تو فوراً ہی میری بیوی نے نرم آواز میں مجھے پکارا' مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اور جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا :۔

''ہاں جارج میں مصر جاؤں گی۔ ضرور جاؤں گی۔''

''اور اتنا کہہ کر وہ پھر مالا کے پتھروں سے کھیلنے اور اپنے مرے ہوئے بچے سے باتیں کرنے لگی۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن دوسری صبح میں اس کے پاس حسب معمول اسے صبح بخیر کہنے پہنچا تو اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''جارج! ہم مصر کے لئے کب روانہ ہو رہے ہیں؟ ہم جتنے جلد روانہ ہو جائیں اتنا ہی اچھا ہے''

جب میں نے ڈاکٹروں سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میری بیوی کے تندرست ہو جانے کی امید ظاہر کی اور کہا کہ میری بیوی کو اب زندگی سے دلچسپی پیدا ہو چلی ہے اس لئے مجھے چاہئے کہ میں اس کی خواہش 'مصر جانے کی خواہش۔۔۔۔۔۔۔ ''فوراً پوری کر دوں۔''

"چنانچہ اب میں مجبور ہو گیا اور ہم مصر کے لئے روانہ ہو گئے لیڈی لاجڈن یعنی میری خوش دامن صاحبہ ہمارے ساتھ آنے پر مصر تھیں چنانچہ انہیں بھی ساتھ لے لیا گیا۔ قاہرہ پہنچ کر میں ایک کافی بڑا ذہبیہ (بادبانی کشتی) کرائے پر لیا جس کے ملاح بہت عمدہ تھے اور جس میں ہر طرح کی آسائش مہیا تھیں۔ اس ذہبیہ میں ہم چار مسلح سپاہیوں کے ساتھ سوار ہوئے ذہبیہ بہاؤ کے خلاف بہتا رہا اور یوں دریائے نیل کے راستے ہم مصر کی سیر کرتے رہے۔ ایک مہینے تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا حتیٰ کہ میری بیوی کے حواس بھی کچھ کچھ ٹھکانے آنے لگے اور یہ دیکھ کے میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ اب وہ مصر قدیم کے ہیکلوں کی دیواروں پر بنی ہوئی تصویروں میں بھی دلچسپی لینے لگی تھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس جانکاہ حادثے سے چند دنوں پہلے، جس نے مجھے برباد کردیا ہے۔ اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا "دیکھو جارج مقدس ماں ایزیس اور اس کا بیٹا ہورس" اور یوں کہہ کر وہ ایزیس اور ہورس کی تصویر کے سامنے بڑے اعتماد سے سجدہ ریز ہو گئی۔۔۔۔ اس کی یہ حرکت مجھے بڑی عجیب معلوم ہوئی لیکن میں نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

"اس دن میری بیوی غیر معمولی طور پر خاموش تھی۔ وہ مسلسل کئی گھنٹوں تک کشتی کے رسے پر بیٹھی معبد کے دروازے پر بنے ہوئے مجسموں اور حد نظر تک پھیلے ہوئی ریگزار کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی۔ البتہ صرف ایک دفعہ میں نے اسے بڑبڑاتے سنا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"بے حد خوبصورت۔ بے حد خوبصورت اب میں اپنے وطن میں آگئی ہوں"۔۔۔۔ ہم نے رات کا کھانا کھایا اور چونکہ وہ چاند کی رات نہ تھی اس لئے عرب ملاحوں سے چند عربی قصیدے سن کے ہم جلد ہی سونے چلے گئے"

"پو پھٹ رہی تھی کہ اپنی خوشدامن کی گھبرائی ہوئی چیخیں سن کے میری انکھ کھل گئی وہ بہت پریشان تھی اور پوچھ رہی تھی کہ آہالیونا گم ہو گئی۔ "تمہیں یاد ہوگا کہ یہ میری بیوی کا نام ہے۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ کچھ دیر پہلے۔۔۔۔ کیونکہ لیونا کا بستر اب تک گرم تھا۔۔۔۔ وہ سموری چغہ پہن کے کیبن سے باہر کہیں نکل گئی تھی۔ اس کے بعد ہم نے اسے ہر جگہ تلاش کیا۔ کواٹرمین! ہم نے لیون کو چار دنوں تک تلاش کیا

لیکن کہیں اس کا کوئی سراغ نہ ملا"

"خود کوئی تم نے اندازہ لگایا ہے اس کے متعلق؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ ان تمام ماہرین نے جن سے ہم نے مشورہ کیا تھا' میری بیوی کی گمشدگی کے متعلق ایک سا ہی اندازہ لگایا ہے اور ان سب کا کہنا ہے کہ میری بیوی رات کے اندھیرے میں کیبن سے نکل آئی اور قصداً اتفاقاً دریائے نیل میں گر کے غرق ہو گئی۔

اور پانی کا بہاؤ اس کی لاش کو کہیں آگے گھسیٹ لے گیا اور تم جانو دریائے نیل گویا لاشوں سے بھرا ہوا ہے یا یوں کہو کہ کتنی ہی لاشوں کو ہضم کر چکا ہے دو لاشیں تو خود میں بھی دیکھ چکا ہوں۔ مصری پولیس اور سراغرسانوں کو اپنے اس اندازے پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے اس کے متعلق مزید تحقیقات کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ انہیں یقین ہے کہ میری بیوی غرق ہو چکی ہے اس لئے اسے تلاش کرنا حماقت ہے"۔

"تم نے کہا ہے کہ اس رات ہوا قدرے تیزی سے چل رہی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ نیل کا ساحل ریتیلا ہو گا اس لئے قدموں کے نشانات راتوں رات مٹ گئے ہوں گے" میں نے کہا۔

لارڈ ریجنال نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن ریجنال! لیونا کے غائب ہونے کے متعلق خود تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا "کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو کہ وہ غرق ہو گئی ہے؟" میرے اس سوال کا جواب ریجنال نے ایک اور سوال سے دیا۔

"خود تمہارا کیا خیال ہے کوائٹرمین؟"

"میرا؟ ------ آہم ------ حالانکہ میں موقع واردات میں موجود نہ تھا تاہم میں مصری پولیس اور سراغرسانوں سے متفق نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری بیوی نہ غرق ہوئی ہے اور نہ مری ہے بلکہ وہ اس وقت بھی زندہ ہے"

"لیکن کہاں ہے۔"

"یہ تو اپنے اپرانے دوست ہاروت و ماردت ہی بتا سکیں گے" میں نے جواب دیا۔

"ہاروت اور ماروت ، لیکن .......... لیکن .......... اس کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں کواٹرمین ؟"

"اس کے بر خلاف ہمارے پاس یہ ثبوت موجود ہیں۔ پہلا ثبوت یہ کہ یہی دونوں افریقی ہیں جو قصر ریجنال میں نازل ہوئے تھے۔ انہی دونوں نے لیونا کا' جب وہ تمہاری بیوی نہیں بلکہ منگیتر تھی' اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور جب میں اسے بچانے پہنچ گیا تھا تو ہاروت وماروت نے عجیب عجیب دھمکیاں دی تھیں۔ یہ ہے پہلا اور سب سے بڑا ثبوت۔"

چنانچہ یوں ہُوا کہ پورے پندرہ دن بعد ہمارا چھوٹا سا قافلہ ڈربن کے مضافات سے گزر کر زولو لینڈ کا رخ کر رہا تھا۔ ہمارا ساز و سامان اور اشیاء خورد و نوش کا ذخیرہ دو چھکڑوں پر لدا ہوا تھا۔ یہ چھکڑے دو خاص قسم کے تھے جن پر کپڑے یا ٹاٹ کا خیمہ سا لگا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے انھیں خیمے والے چھکڑے کہا جاتا ہے۔ یہ بے حد عمدہ چھکڑے تھے غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم نے اس مہم کے لئے ہر چیز عمدہ ہی خریدی تھی۔ ان چھکڑوں کا پچھلا حصہ رات کے وقت ہماری خواب گاہ کا کام دیتا تھا۔ ہینس ایک چھکڑے کی کاسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور کاسی اس نشست کو کہتے ہیں جو چھکڑے کے اگلے حصے میں چھکڑا ہانکنے والے کے بیٹھنے کے لئے لگی ہوئی ہوتی ہے میں ریجنال اور سیوتیج ان گھوڑوں پر سوار تھے جنھیں "اسپ شور" نمک زدہ گھوڑے کہا جاتا ہے۔ یہ ان گھوڑوں کو کہا جاتا ہے جو افریقہ کے جنگلوں کے جان لیوا مرض میں مبتلا ہونے کے بعد زندہ بچ گئے ہوں۔ یہ گھوڑے بڑے عمدہ ہوتے ہیں اور جنگل کی ہر اس بیماری کو سہہ جاتے ہیں جو عام گھوڑوں کی جان لے لیتی ہے اس کے علاوہ ان گھوڑوں کو خاص طور سے سیدھایا جاتا ہے چنانچہ دوسرے گھوڑوں کی طرح "اسپ شور" بندوق کی آواز، شیر کی دھاڑ اور ہاتھی کی چنگھاڑ سن کر بھڑکتا اور بدکتا نہیں۔

روانہ ہوتے وقت بہر حال ایک معمولی سا واقعہ ہوا۔

"میں نے حیرت سے دیکھا کہ سیوتیج جو اپنے کوٹ پر ملازموں کا جامہ پہننے پر مصر تھا' الٹی طرف سے گھوڑے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا بہر حال وہ کسی نہ کسی طرح گھوڑے پر چڑھ کر زین پر بیٹھ گیا گھوڑا اپنے اناڑی سوار کی اس عجیب حرکت کو

سمجھ نہ سکا اور حیرت زدہ ہو کر ایک جھٹکے کے ساتھ یوں چند قدم آگے بڑھا کہ اسکا سوار ' یعنی سیو تج دائیں بائیں ڈولنے لگا۔

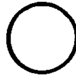
"میں اور ریجنال اس خوف سے کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے ایک دم سے سیو تج کے گھوڑے کی طرف بڑھے لیکن اس سے پہلے کہ ہم سیو تج کے قریب پہنچتے اس گھوڑے نے ایک زقند بھر کے سیو تج کو ہوا میں اچھال دیا۔ سیو تج چند فٹ ہوا میں بلند ہوا اور دھپ سے زمین پر اس طرح گرا کہ بڑے آرام سے پالتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔

"بچارا ریجنال نے کہا" میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سفر بس یہیں ختم ہو تا ہے لیکن ہم دونوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ سیو تج حیرت انگیز پھرتی سے اٹھا وہ اچھل رہا تھا وہ چک پھریاں سی کھا رہا تھا اور کولھوں پر تھپڑ مار مار کے چلا رہا تھا۔

"ہٹاؤ اسے مار ڈالو اسے۔"

چند سیکنڈ بعد ہی سیو تج کے اس عجیب رقص کا سبب سمجھ میں آگیا۔ سیو تج کے گھوڑے نے دھول میں کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے ایک سانپ پر کھر رکھ دیا تھا اس کے بعد ہی اس نے زقند بھری تھی اور سیو تج جب ہوا میں بلند ہو کر گرا تھا تو اتفاقاً اسی سانپ پر بیٹھ گیا تھا لیکن وہ اتنے زور سے گرا تھا اور خود اس کا وزن بھی اتنا زیادہ تھا کہ سانپ بچارا اس کے بوجھ سے پچی ہو کر رہ گیا تھا سیو تج ایسا بد حواس ہو گیا تھا کہ اسنے یہ نہ دیکھا کہ سانپ بچارے کا کچومر نکل گیا ہے بلکہ اس نے یہ سمجھ لیا کہ سانپ اس کے کوٹ کا پچھلا کنارا پکڑے لٹک رہا ہے۔

"سانپ! سرکار اسانپ جب ہم نے اسے یہ اطمینان دلا دیا کہ سانپ مر چکا ہے تو اس نے کہا خدا جانے سانپوں کا میری زندگی سے کیا تعلق ہے۔ مجھے ان سے نفرت ہے لیکن خود سانپوں کو معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے عشق ہے کیونکہ خدا کی یہ موذی مخلوق مجھے خواب میں بھی پریشان کرتی ہے اگر میں اس مہم پر سے زندہ واپس آگیا تو پھر میں آئرلینڈ چلا جاؤں گا جہاں کہتے ہیں کہ سانپ نہیں ہوتے لیکن میرا خیال ہے کہ میں اس سفر سے واپس نہ آسکوں گا کیونکہ ابھی ابھی جو واقعہ ہوا وہ شگون بد ہے۔



کاندہ لینڈ تک کے ہمارے سفر کی تفصیلات بتانا' میں ضروری نہیں سمجھتا کم سے کم اس سفر کے ابتدائی حصے کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے طور پر یہ سفر بے حد دلچسپ تھا۔ راستے میں کچھ مشکلات اور خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن بعد کے واقعات کی تفصیلات بے حد ضروری ہے اس لئے اگر میں سفر کی تفصیلات بیان کرنا شروع کردوں تو یہ داستان خاصی طویل ہو جائے گی۔ اور یہاں میں صرف یہی بتادینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ ہر چند کہ سیاسی وجوہات کی بنا پر ملک میں امن وامان نہ تھا اور راستے محفوظ نہ تھے تاہم ہم بغیر کسی دقت کے زولو لینڈ کے علاقے کو عبور کر گئے خصوصاً اس لئے اس علاقے کے بچہ بچہ کے نام سے واقف تھا۔ زولو لینڈ کا ہر شخص میری عزت کرتا ور میرے سامنے احترام سے جھک جاتا تھا۔ چنانچہ اس طرف کے تقریباً تمام قبائل میری مدد کو کمر بستہ تھے میں نے زولو لینڈ میں حسب پروگرام تین پیغامبر بھی مازیٹو وگوں کی طرف دوڑا دیئے تھے۔ یہ پیغامبر جو پیغام لے کر چلے تھے یوں تھا کہ عظیم ثکاری میکومیزن جو اندھیرے کا پاسبان بھی کہلاتا ہے۔ اور وہ زرد آنکھوں والا اور زرد رو ندھیرے کی روشنی ہے مازیٹو قبیلے کے بادشاہ کی ملاقات کو آرہا ہے۔

میں جانتا تھا کہ اس مقام سے ، جہاں دریائے لویا ہے چھکڑوں کو آگے لے جاتا ممکن نہ ہو گا اس لئے میں نے اپنے زولو پیغامبروں کے ذریعہ ماز یٹو بادشاہ سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ وہ کم سے کم سو بار برادروں کو مناسب بدرتے کے ساتھ دریائے لوہا تک بھیج دے۔ بار برادر ہمیں اس مقام پر آ ملے جس سے ہم دونوں بخوبی واقف تھے۔ پیغامبروں نے کہا کہ اگر ان میں سے ہر ایک کو جب وہ واپس آ جائیں، پانچ پانچ مویشی بطور اجرت کے دئے جائیں تو وہ ہمارے پیغام کو ماز یٹو بادشاہ کے سامنے لفظ بہ لفظ دہرا دیں گے۔ بہ صورت دیگر، یعنی اگر ان میں سے کوئی پیغامبر راستے میں مر جائے تو یہ اجرت اس کے پسماندگان کو دے دی جائے۔ یہاں میں یہ بتادوں کہ ان میں سے دو پیغامبر تو راستے میں ہی مر گئے۔ ان لوگوں نے قریب کا راستہ اختیار کیا تھا جو دلدلوں میں سے ہو کر گزرتا تھا یہ دلدلیں "بخار زدہ" کہلاتی ہیں۔ چنانچہ ایک پیغامبر تو بخار میں مبتلا ہو کے مر گیا اور دوسرے کو ایک شیر نے پھاڑ کھایا البتہ تیسرا پیغامبر منزل تک پہنچ کر ہمارا پیغام پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔

"زولو لینڈ کے جنوبی علاقے میں پورے پندرہ دن تک ستانے کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے اس عرصے میں ہمارے بیل بھی ستا کے تازہ دم ہو چکے تھے اور اس علاقے میں گھاس کی کمی نہ تھی چنانچہ بیلوں نے خوب چارہ بھی کھایا تھا ہم اس راستے پر چل پڑے جس سے ہنیس بھی واقف تھا اور میں بھی یہ وہی راستہ تھا جس سے ہم "مقدس پھول" کی مہم کے بعد واپس لوٹے تھے۔

اور آخر کار ایک رات ہم دریالوبا کے کنارے پر پہنچ کے ان تین پہاڑیوں کے قدموں میں اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے جو "تین ڈاکٹر" کے نام سے مشہور تھیں۔ ماز یٹو بار برداروں اور بدرتے کو ہم سے یہیں ملنا تھا۔

"اور یہاں ایک مشکل اور آ پڑی دنیا کے کسی انعام اور کسی نعمت کی لالچ بار برداروں کو دریائے لویا عبور کرنے کے لئے تیار نہ کر سکتی تھی عبور کرنا تو ایک طرف رہا اور اس کے پانی میں اپنے پیر بھی گیلے کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ خوف سے سمٹ کر پیچھے ہٹتے جا رہے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ دریائے لوبا کو ان کے قبیلے کیلئے تاجیٹی" (سحر زدہ) کر دیا گیا تھا جب ان سے کہا گیا کہ ان سے پہلے

تین زولو پیامبر اس دریا کو عبور کر چکے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ تینوں پیغامبر چونکہ مخلوط نسل سے تھے اس لئے دریا کا سحران پر پوری طرح اثرانداز نہ ہو سکتا تھا اس کے باوجود۔۔۔۔۔۔انہوں نے کہا۔۔۔ان پیغامبروں میں سے کسی ایک کو اپنی جان سے ضرور ہاتھ دھونے پڑیں گے اور یہی ان کی اس جسارت کی سزا ہوگی کہ انہوں نے اس دریائے ''ممنوعہ'' کو عبور کیا تھا۔

''صبح بیدار ہوا تو دیکھا کہ ہنیس چھکڑے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا کے اندر رینگ آیا تھا اور ریجنال ..کے قدموں میں بیٹھا ایک غیر معمولی طور پر بڑے مینڈک کی طرح معلوم ہو رہا تھا اس نے اعلان کیا کہ وہ دریا کے اس پار سے لوگوں کے بولنے کی آوازیں سن رہا ہے اس کا یہ اعلان سن کے میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا حتی کہ میں نے سوچنا بھی ضروری نہ سمجھا کہ دریا کے دوسرے کنارے کی آوازیں بھلا کس طرح سن سکتا ہے؟

بہر حال ہم لوگ بلند ترین ''ڈاکٹر'' کی چوٹی پر چڑھے اور میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کے دریا کے اس پار دیکھا زمین سے آسمان تک دھند کی ایک چادر سی تنی ہوئی تھی اس لئے کچھ نظر نہ آرہا تھا رفتہ رفتہ دھند سمٹنے لگی اور آخر کار سورج کی کرنوں نے اسے نگل لیا اور نظر آیا کہ دریائے کے اس پار تقریباً سو کافر کھڑے ہوئے تھے جن کی ٹوپیوں اور بھالوں کی ساخت سے میں نے پہچان لیا کہ وہ کوئی اور نہیں بلکہ مازیٹو تھے ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور خوشی کے ایک نعرے کے ساتھ وہ سب کے سب دریا میں اتر پڑے دریا کی طغیانی کا زور ہر چند کہ کم ہو چکا تھا لیکن پانی کا بہاؤ اب بھی تیز تھا چنانچہ مازیٹو لوگوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ایک دائرہ سا بنا لیا اور اس طرح دائرہ بنا کردہ دریا عبور کرنے لگے کہ ان میں سے کسی کو پانی کا بہاؤ کھینچ نہ لے جائے۔

''میں دریا کی طرف بھاگا اس اثنا میں مازیٹو قریب پہنچ چکے تھے اور میں نے دیکھا کہ سب کے آگے کوئی اور نہیں بلکہ خود بامبا تھا بامبا کی صرف ایک آنکھ تھی کیونکہ دوسری آنکھ کسی جنگ میں جاتی رہی تھی وہ مازیٹو کا گویا سپہ سالار اعظم تھا۔یہ شخص ایک عرصے تک میرے اور ہنیس کے ساتھ رہا تھا اور ہم تینوں نے اکثر خطرے کا مقابلہ مل کر کیا تھا اس نے مجھے دیکھا تو ایک دم سے بک پڑا چشم زدن میں وہ سامنے کھڑا ایک سر خوشی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"میکو میزن !امید تو نہ تھی کہ اس زندگی میں تمہیں دوبارہ دیکھ سکوں گا۔"

خوش آمدید ہزار دفعہ خوش آمدید اور اے اندھیرے کی روشنی اور آقائے آتش ہم تمہیں بھی خوش آمدید کہتے ہیں لیکن ڈاگیتاہ کہاں ہے؟ دازیلا کہاں ہے؟ اور مقدس پھول کی طفل مقدس کہاں ہے؟"

"بامبا! میرے دوست! یہ لوگ کالے پانیوں کے اس پار ہیں اور مزے میں ہیں لیکن اس کے بجائے دو دوسرے باس میرے پاس ہیں"۔اور میں نے ریجنال اور سیو تج کا تعارف ان کے افریقی ناموں سے کرا یا۔

"ناشتے فارغ ہو کر میں نے زولو بار برداروں کے سامنے ایک تقریر کر کے ان کی خدمتوں کا شکریہ ادا کیا اپنے سامان سے ان میں سے ہر ایک بار بردار کو ایک ایک تحفہ دیا اور ہمارے دوسرے ملازموں اور چھکڑے کے ساتھ انہیں زولو لینڈ کی طرف واپس بھیج دیا اولو بار بردار الوداعی گیت گا کر اور مجھے سلام کر کے رخصت ہوئے لیکن جاتے وقت وہ بار بار پلٹ کر مازیٹو لوگوں کی طرف غضبناک اور بھوکی نگاہوں سے دیکھتے جاتے تھے بہر حال میں خوش تھا اور دل ہی دل میں کا شکر ادا کر رہا تھا کہ زولو مازیٹو لوگوں پر حملہ کئے بغیر رخصت ہو رہے تھے۔

"آخر کار سارے انتظامات مکمل ہو گئے اور ہم آگے روانہ ہوئے اس ایک مہینے کے سفر میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہ ہوا ہم بخیر و خوبی نئے بیز اٹاؤن کے جو پرانی بستی کے ہی نقشے پر بنایا گیا تھا دروازے پر خود بو سی دوم نے ہمارا استقبال کیا اور ہم بادشاہ وقت اور بہت سے باشندوں کے ساتھ مازیٹو قبیلے کی بستی میں داخل ہوئے۔

اس رات ہماری آمد کی خوشی میں منایا گیا اور جب مازیٹو لوگ جشن منا رہے تھے تو ہم بو سی دوم اور بامبا کے ساتھ نئے مہمان خانے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے بو سی دوم نے جو طاقتور اور تندرست جوان تھا پوچھا کہ ہم کب تک بیز اٹاؤن میں قیام کریں گے اور پر امید ہو کر کہا کہ بو سی اول کی روح کرے کہ ہمارا قیام طویل ہو۔ میں نے جواب دیا کہ ہمارا قیام بہت مختصر ہو گا کیونکہ ہم جلد از جلد جنوب کی طرف' جہاں کاندہ لوگ آباد ہیں' روانہ ہو جانا چاہتے ہیں اور پھر میں نے بو سی سے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ وہ چند بار برداروں کو ہمارے ساتھ کر دے گا۔ میں نے دیکھا کہ کاندہ لوگوں کا نام سن کے

بوسی دوم اور ربامپا کے بشرے سے انتہائی حیرت کے آثار ہویدا ہوئے اور ربامبا نے کہا۔
"کہیں تمہیں پاگل کتے نے تو نہیں کاٹا ہے میکومیزن! تم اس خطرناک سفر جا رہے ہو؟ میکومیزن! میکومیزن! تم یقیناً پاگل ہو گئے ہو"؟
"یہی بات میں نے اس وقت بھی کہی تھی جب ہم تالاب عبور کر کے ر ٹاؤن کی طرف جا رہے تھے لیکن دیکھ بامبا ہم وہاں سے صحیح سلامت واپس آ گئے یہ سچ میکومیزن لیکن پونگولوگ کاندہ کے مقابلے میں اس ننھے سے ستارے کی طرح تھے جسے سورج کی پہلی ہی کرن بجھا دیتی ہے۔
اور تم کیا جانتے ہو کاندہ لوگوں کے متعلق؟ میں نے پوچھا اور فوراً ہی کہا نہیں ٹھہرو پہلے میں تمہیں وہ باتیں بتائے دیتا ہوں جو مجھے کاندہ لوگوں کے متعلق معلوم ہوئی ہیں"
اور میں نے ہنیس ور ہاروت وماروت سے جو کچھ سنا تھا وہ بوسی دوم اور ربامبا کے سامنے دہرا دیا بیچ بیچ میں ہنیس میرے بیان کی تصدیق کرتا جاتا تھا غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے خاتون ریجنال اور اس کی گمشدگی کا ذکر نہ کیا۔
"تم نے جو کچھ اور سنا ہے وہ سب سچ ہے جب میں خاموش ہوا تو بامبا نے کہا کیوں کہ اندھیرے کی روشنی نے جس بڑھیا سے کاندھ کے متعلق سنا تھا وہ دراصل میرے چچا کی بیویوں میں سے ایک تھی اور میں اسے بخوبی جانتا تھا۔ اس لئے سنوا ے میگومیزن یہ کاندہ بڑا ہی زبردست اور بڑا ہی خوفناک قبیلہ ہے صرف یہی نہیں بلکہ یہ قبیلہ بہت بڑا بھی ہے اس قبیلے کے لوگ بڑے ہی آتش مزاج جوشیلے اور ظالم ہیں ان کے بادشاہ کا لقب "سمبا" ہے ان کا ہر بادشاہ سمبا کہلاتا ہے اور یہ بادشاہ ان میں سے ہوتا ہے جو کالا کاندہ کہلاتے ہیں اور جن کا دیوتا وہ زبردست ہاتھی ہے جس کا نام جانا ہے اور جیسا کہ اندھیرے کی روشنی نے کہا اسی جگہ سفید کاندہ بھی آباد ہیں جو یا تو عرب ہیں یا مصری ہیں اور لوگ مذہبی پیشوا ہیں یا پھر تاجر ہیں۔ کبھی کوئی اجنبی کاندہ لینڈ میں نہیں جا سکتا کاندہ لوگ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتے اگر کبھی کوئی اجنبی وہاں پہنچ بھی جاتا ہے تو یہ لوگ طرح طرح کی اذیتیں دے کر اسے مار ڈالتے ہیں یا پھر اس کی آنکھیں نکال کر اسے صحرا میں جو ان کے وطن کو گھیرے ہوئے ہے ہانک دیتے ہیں جہاں وہ اندھے پن

میں بھٹکتا رہتا ہے یہاں تک کہ بھوک اور پیاس اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ یہ باتیں اس بڑھیا نے جس سے میرے چچا نے شادی کی تھی مجھے بتائی تھیں اس کے علاوہ کئی اور لوگوں سے بھی میں نے کاندہ لوگوں کے متعلق یہ باتیں سنیں کسی سے میں نے یہ بھی سنا تھا۔ کہ کاندہ لوگ ایک عجیب و غریب چوپائے کی نسل بڑھانے اور عربوں کے ساتھ اس کی تجارت کرتے ہیں یہ عرب جنوب کی طرف سے آتے ہیں اور اس چوپائے کو نے سنا ہے۔ اونٹ کہتے ہیں میکو میزن! جنوب کی طرف جانے کے خیال کو اپنے دل سے اکھاڑ پھینکو بہ فرض محال تم صحرا عبور کر بھی گئے۔ تو کالے کاندہ تمہارا خاتمہ کر دیں گے اور اگر تم کسی طرح ان سے بچ بھی گئے تو بادشاہ سمبا تمہیں قتل کر دے گا اور اگر تم اس کے غضب سے محفوظ رہے تو ان کا دیوتا یعنی ہاتھی جانا تمہارے ٹکڑے اڑا دے گا اگر تم اس سے بھی بچ گئے تو سفید کاندہ کے مہنت اپنے جادو کے زور سے تمہارا خاتمہ کر دیں گے۔ مطلب یہ کہ کاندہ لینڈ میں سوائے موت کے اور کچھ نہیں میکو میزن۔"

"اگر ایسا ہی ہے بامبا تو ان لوگوں نے مجھے اپنے وطن میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟ میں نے پوچھا۔

"یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔ میکو میزن شائد اس لیے کہ وہ تمہیں ہاتھی جانا پر بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں جس پر کوئی بھالا کوئی ہتھیار حتیٰ کہ تمہاری بندوق کی گولی بھی نہیں کر سکتی۔"

"او ہو۔۔۔ تو بندوق کی گولی بھی اثر نہیں کرتی! یہ تو بہت جلد معلوم ہو جائے گا میں نے سر ہلا کر کہا۔"

"کچھ بھی ہو بامبا ہم خود وہاں جا کر اس ہاتھی جانا کو دیکھنا اور اس پر اپنی بندوق کی گولی آزمانا چاہتے ہیں۔"

سیو یج نے بھی اثبات میں سر ہلا کے اپنی رضا مندی ظاہر کی اور پھر کہا:۔

"اس بومبایا فومبا سے پوچھو کہ کاندہ لوگوں کے ملک میں سانپ ہیں یا نہیں؟

ہاں اے بنیا! ہاں اے لوٹنے والے مرغ! بامبا نے جواب دیا۔

"میرے چچا کی بیوی نے مجھے بتایا تھا کہ سفید کاندہ کے معبد کا پاسبان ایک ایسا زبردست سانپ ہے کہ کبھی کسی نے ایسا زبردست سانپ نہ دیکھا ہو گا۔ اور اتنا بڑا

سانپ دنیا میں کہیں نہ ہو گا۔

''تو پھر اس بومبا سے کہئے صاحب جب میں نے بامبا کی اطلاع کا ترجمہ سیوتج کو سنایا تو وہ بولا ''کہ کاندہ لوگوں کا یہ معبد گر جاتو ہے نہیں کہ مجھے عبادت کے لیے وہاں جانا پڑے میں وہاں جاؤں گا ہی نہیں پھر یہ سانپ مجھے کس طرح نگل سکے گا؟''

لیکن افسوس ہے بچارا اپنا قسمت کے لکھے سے بے خبر تھا۔

اور اب باربرداروں کا مسئلہ درپیش تھا اگر کوئی اور ہوتا تو وہ اپنے آدمی ہمارے ساتھ بھیجنے کے لیے تیار نہ ہوتا لیکن بوسی دوم چونکہ میرا دوست تھا اور میرا بہت زیادہ احترام کرتا تھا اس لیے وہ تھوڑے سے پس و پیش کے بعد باربرداروں کو ہمارے ساتھ بھیجنے کے لیے تیار ہو گیا لیکن پہلے اس نے ہم سے یہ وعدہ لیا کہ ہم اس کے باربرداروں کو صحرا کی سرحد پر سے ہی واپس لوٹا دیں گے تاکہ وہ اس انجام سے بچ جائیں جو ہمارا ہونے والا تھا۔

---

چوتھے روز ہم پورے ایک سو بیس باربرداروں کے ساتھ جو بامبا کے ماتحت تھے، روانہ ہو گئے۔ بامبا ہمارے ساتھ آنے پر مصر تھا اور بقول اس کے اس لیے ہمارے ساتھ چلا تھا کہ وہ ہم سے آخری دفعہ رخصت ہو لے کیوں کہ اس کے، خیال میں ہم زندہ واپس آنے والے نہ تھے بامبا کا یہ اعلان بذات خود ہمیں اداس کر دینے والا تھا لیکن دوسری باتیں جن کا تعلق اس سفر سے تھا اور بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں۔

پیز اٹاؤن سے روانہ ہونے کے بعد ہم پورے ایک مہینہ تک گھنے جنگلوں اور دلدلوں میں سفر کرتے رہے۔ اس تالاب یا جھیل پر گئے جس کے ایک جزیرے پر کبھی پونگو آباد تھے مشرقی کنارے کے پیچھے چھوڑ کر ہم بامبا اور دوسرے مازیٹو راہبروں کی راہبری میں جنوب کی طرف بڑھے اور اس کے بعد ہم اس علاقے میں پہنچ چکے تھے جہاں وہ لوگ بسے ہوئے تھے جو انتہائی قدیم طریقے پر زندگی بسر کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ زراعت کے نام تک سے واقف نہیں ان لوگوں کی بستیاں بہت دور دور اور چھوٹی چھوٹی تھیں۔

سو میل کے بعد اب یہ بستیاں بھی نظر نہ آتی تھیں۔ البتہ اب ہماری مڈبھیڑ نو ماہوں اور افریقہ کی اس پست قامت قوم سے ہو جاتی تھی جسے "پگمی" کہتے ہیں پگمی شکار کر کے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے قد بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کے تیر بھی بہت چھوٹے ہوتے ہیں لیکن یہ چھوٹے چھوٹے تیر بہت خطرناک ہوتے ہیں کیوں کہ زہر میں بجھے ہوئے ہوتے ہیں اور جس شخص کی جلد میں بھی یہ تیر گھس جاتا ہے اسے پھر دنیا کی کوئی دوائی نہیں بچا سکتی۔ ایک دفعہ پگمیوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور اپنے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کے ذریعہ ہمارے دو راہبروں کو ملک عدم پہنچا دیا پگمیوں کے اس حملے کے وقت سیوتج نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا وہ ایک دم سے اس کانٹے دار حصار میں سے جو ہم نے جھاڑیاں کاٹ کر بنا لیا تھا باہر نکلا اور اس پگمی پر جو زیادہ دور نہ تھا جھپٹ پڑا اور اسے دبوچ کر حصار میں گھسیٹ لایا اب یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خود زہریلے تیروں کی بوچھاڑ میں سے کس طرح زندہ نکل آیا بہر حال جب وہ پگمی کو دبوچے حصار میں داخل ہوا ہے تو ایک تیر اس کے ہیٹ کو چھید کر بالوں میں اٹک گیا تھا اور دوسرا اس کی پنڈلی پر خراش لگا گیا تھا۔ لیکن یہ خراش اتنی معمولی تھی کہ اس سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا تھا۔

سیوتج کی یہ کارگزاری ہمارے لیے بڑی سود مند ثابت ہوئی کیونکہ ہم نے ہینس کے ذریعہ جو پگمی زبان سے تھوڑا بہت واقف تھا۔ اپنے قیدی کو یہ پیغام دیا کہ اب اگر ہم پر تیر چلائے گئے تو ہم خود اسے یعنی قیدی کو پھانسی دے دیں گے ہماری یہ دھمکی بڑی کارگر ثابت ہوئی کیوں کہ اس قیدی نے جو حملہ آوروں کا سردار تھا ہمارا یہ پیغام اپنے ساتھیوں تک پہنچا دیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد پگمیوں نے ہم پر حملہ نہ کیا پگمیوں کے علاقے سے نکل آنے کے بعد ہم نے اپنے قیدی کو آزاد کر دیا جو یوں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ ہم اپنی ہنسی روک نہ سکے۔

جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے گھنی اور گنجان جھاڑیاں ہوتی جا رہی تھیں یہاں تک کہ جنگل بالکل ہی ختم ہو گیا بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ ریگزار سے مل گیا۔

اور اب حد نظر تک صحرا پھیلا ہوا تھا پر ہول اور ویران۔ اس صحرا کے

کنارے پر ایک گلستان تھا جس میں ٹھنڈے میٹھے پانی کا ایک چشمہ بہ رہا تھا۔ یہ چشمہ گلستان سے نکل کر ریت میں دفن ہو گیا تھا۔ چونکہ اسے آگے پانی ملنے کی امید نہ تھی اور مازیٹو باربردار بھی اس صحرا میں قدم دھرنے کو تیار نہ تھے۔ اس لیے ہم نے اس نخلستان میں قیام کر دیا اور انتظار کرنے لگے۔ کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔

تین دن گذر گئے۔

اور ان تین دنوں کے ہر گھنٹے میں جو گذر رہا تھا میری ہینس اور سیویج کی بشاشت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن ریجنال کی اداسی زیادہ سے زیادہ بڑھتی جا رہی تھی تیسرے دن کی دوپہر ڈھل چکی تھی اور سہ پہر سے ہمارے باربردار اور ہم خود بھی اپنا سازوسامان باندھتے رہے تھے۔ کیوں کہ ان دنوں میں کچھ نہ ہوا تھا چنانچہ دوسرے دن علی الصبح ہمیں حسب وعدہ اپنے مازیٹو ساتھیوں کے ساتھ اس نخلستان کو خیرباد کہ کر واپس لوٹنا تھا۔

اس رات جب میں اپنے بستر پر لیٹا ہوں تو بہت خوش تھا کیونکہ ہماری واپسی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور میں ایک احمقانہ اور بیکار مہم سے بچ گیا تھا حالانکہ میں اس بات کے ثبوت ریجنال کے سامنے پیش کر چکا تھا کہ خاتون ریجنال کو ہاروت و ماروت ہی لے گئے ہیں لیکن اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ خاتون ریجنال کاندہ لینڈ میں نہیں بلکہ دریائے نیل میں غرق ہو چکی ہے چنانچہ ایک ایسی ہستی کی تلاش میں جس کا وجود ہی ختم ہو چکا تھا صحرا کی خاک چھاننا اور خواہ مخواہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا صرف حماقت ہی نہیں بلکہ پاگل پن تھا چنانچہ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ پھر اس سفر سے اور صحرا میں بھوک اور پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے بچ گئے جو خدا کو منظور میں نے ایک راضی بہ رضا شخص کی طرح کہا لیکن خدا کو تو کچھ اور ہی منظور تھا آدھی رات ادھر تھی اور آدمی ادھر گھڑی دو بجا رہی تھی اور میں نیند کے مزے لے رہا تھا کہ ہینس کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی وہ ہر رات کی طرح اس رات بھی میرے خیمے کے عقب میں ایک سائبان تلے سو رہا تھا پہلے تو میں نے یہی خیال کیا کہ میں نے ہینس کی آواز خواب میں سنی ہو گی لیکن ایک بار پھر میں نے اس کی گھبرائی ہو آواز سنی۔

"باس اپنی آنکھیں کھولو دو بھوت باہر کھڑے ہیں اور تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"
میں نے آہستہ سے اپنا سر تکیئے پر سے اٹھایا اور خیمے کے دروازے میں سے جس کا پردہ اٹھا ہوا تھا باہر دیکھا باہر اس چاندنی میں اور خیمے کے دروازے سے کوئی پانچ قدم دور "بھوت" بیٹھے ہوئے تھے سر تا پا سفید کپڑوں میں ملبوس وہ دونوں بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے مجھے اعتراف ہے کہ رات کے دو بجے ان دو سفید شبیہوں کو دیکھ کے پہلے تو میں بھی ڈر گیا لیکن پھر میں نے سوچا کہ یا شائد چور آچکے ہیں اس خیال نے میرا خوف دور کر دیا اور میں نے آہستہ سے اپنے تکیئے کے نیچے ہاتھ ڈال دیا جہاں میرا پستول رکھا ہوا تھا ابھی میں نے پستول کو ہاتھ میں پکڑا بھی نہ تھا کہ ایک گہری گونج دار آواز نے کہا۔

"میکو میزن! کیا تمہارے یہاں مہمانوں کا استقبال بندوق اور پستول سے کیا جاتا ہے؟ اے اندھیرے کے پاسبان! مہمانوں کا استقبال اس طرح کرنا شریفوں کا شیوہ نہیں۔"

اور اب میں نے سوچا کہ دنیا میں ایسا کون ہو سکتا ہے جس کی باطنی نظر اس ہاتھ کو دیکھ لے جو اندھیرے میں اور وہ بھی تکیئے کے نیچے پستول کی طرف بڑھ رہا ہو اور اس سوال کا جواب مجھے فوراً مل گیا بے شک یہ وہی تھا یہ اسی کی آواز تھی یا یہ وہی آواز تھی جو میں نے قصر ریجنال میں نشست گاہ میں کئی سال پہلے سنی تھی۔

"ہاں ہاروت" میں نے بے پروائی سے ایک جمائی لے کر کہا "اگر مہمان آدھی رات کے وقت اور یوں بغیر اطلاع دیئے چلے آئیں تو ہم ان کا اسی طرح استقبال کرتے ہیں لیکن اب چونکہ تم آ ہی گئے ہو تو میں پوچھتا ہوں تمہیں آنے میں تاخیر کیوں ہوئی؟

"اے اندھیرے کے پاسبان! اے میکو میزن! ہاروت نے قدرے بے چین آواز میں کہا کیونکہ وہ ہاروت کے علاوہ اور کوئی نہ تھا" ہم اس تاخیر کی معافی چاہتے ہیں صدق دل سے معافی چاہتے ہیں حقیقت یوں ہے کہ جب ہمیں یہ اطلاع ملی کہ تم پیز اٹاؤن تک پہنچ گئے ہو تو ہم فوراً روانہ ہو گئے بلکہ یوں کہو کہ روانہ ہونے کی کوشش کی کہ حسب وعدہ وقت پر یہاں پہنچ جائیں لیکن ہم بھی آخر انسان ہیں دیوتا تو ہیں نہیں کہ دشواریوں کو سمیٹ لیں ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ تمہارے پاس کتنا بہت سا سامان ہے اور ساز سامان کو لادنے کے لیے اونٹوں کا انتظام کرنا لازمی تھا اور ہمارے اونٹ اس

وقت دور دراز کی چراگاہوں میں تھے اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ صحرا میں ایک خاص جگہ جس سے صرف ہم واقف ہیں کنواں بھی کھود لیا جائے کہ وہاں سے اونٹوں کو پانی پلایا جاسکے چنانچہ ذرا دیر ہو گئی۔ اس کے باوجود میکو میزن! تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم عین وقت پر پہنچے ہیں بلکہ وقت سے چار پانچ گھنٹے پہلے کیوں کہ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی کیا تم واپس لوٹ جانے والے تھے" بے شک تم عین وقت پر آئے ہو" میں نے ذرا غصے اور حیرت زدہ ہو کے کہا غصہ مجھے اس خیال سے آیا کہ وہ میرے نجی حالات سے باخبر تھا اور حیرت اس بات پر ہوئی کہ خدا جانے کس طرح اسے ہمارے معاملات کا پتہ لگ جاتا ہے!" بہر حال اب چونکہ تم آہی گئے ہو اس لیے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں خیمے میں آجاؤ حالانکہ میں نہیں جانتا کہ تم بھوت ہو یا انسان بہر حال تم جو کوئی بھی ہو باہر کی سردی میں ٹھٹھر جاؤ گے چنانچہ اندر آؤ" چنانچہ ہاروت و ماروت خیمے میں آگئے اور ان دونوں نے اپنی مدد آپ کرو کے اصول پر عمل کرتے ہوئے جن کی بوتل انڈیلتے ہوئے جام لبالب بھر لئے اور میں نے اپنا جام اٹھاتے ہوئے کہا:۔

"ہاروت وماروت! تمھارا جام صحت"

اور میں نے ایک چسکی لے کر جام ہینس کی طرف بڑھادیا موخر الذکر ایک ہی گھونٹ میں جام خالی کر گیا یہ ایک چسکی بھی میں نے اس لئے لی تھی کہ اس آدھی رات کی پراسرار" ملاقات کے متعلق مجھے غور کرنے کا وقت مل جائے اور اس اثنا میں میرے اعصاب بھی سکون پذیر ہو جائیں جو ان دو بھوتوں" کی غیر متوقع آمد سے جھنجھنا اٹھے تھے۔

"تمھارا جام صحت آقا میکو میزن" ہاروت وماروت نے ایک زبان ہو کے کہا اپنے سر پیچھے کی طرف ڈھلک کے جام کو اپنی حلق میں انڈیلا اور پھر خالی جام میرے سامنے یوں احترام سے رکھ دئے دیا گویا ان کے ہیکل کے مقدس جام ہوں۔

"اب کیا لینے آئے ہو ہاروت ؟" میں نے قدرے جھنجھلا کے پوچھا۔

دونوں خاموش رہے۔

"ہاروت وماروت! تمہیں یاد ہو گا کہ تم نے ایک خاتون کو ایک مالا تحفے میں

تھی اور پھر تم نے اس خاتون کو چرا لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہے تھے میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کے بعد تم انگلستان سے فرار ہونے میں کس طرح کامیاب گئے؟ اور پھر تم نے اس خاتون کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ تم ہی تھے جو پہلی یا غالباً دوسری ناکامی کے بعد موقعہ کے منتظر رہے۔ اور پھر مصر سے خاتون کو اٹھالے گئے ہاروت و ماروت! میرے ان سوالات کا جواب دو۔ اگر تم نے جھوٹ بولنے یا مجھے الو بنانے کی کوشش کی تو میں اسی وقت اور اسی جگہ تم دونوں کا خاتمہ کر دوں گا اور یہاں مجھ سے کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہ ہوگا اور نہ ہے۔ تمہیں قسم ہے شیطان یا دیو قامت یا جس کی پوجا کرتے ہو کہ میرے ان سوالات کا سچ سچ جواب دے دو"

"معاف کرنا میکو میزن" ہاروت نے مسکرا کے پرسکون آواز میں کہا اگر تم نے ہمارا خاتمہ کر دیا تو تم سے ایسے بہت سے سوالات پوچھے جائیں گے جن کے جواب تم نہ دے سکو گے۔ چنانچہ اس موت لانے والے ہتھیار کو اس کے خول میں رکھ دو اور ہمارے سوال کا جواب دو"۔

"اور میرے سوال کا جواب نہ دو گے؟"

"بے شک دیں گے۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ قدیم مصریوں کے دیوتا مت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟"۔

وہی جو تم جانتے ہو" میں نے کہا۔

اور ان دونوں نے یوں سر جھکا دئے گویا میرا یہ جواب اطمینان بخش تھا اور اب ہاروت نے کہنا شروع کیا۔

"سنو میکو میزن! یہ ہیں تمہارے سوالوں کے جواب۔ ہم انگلستان سے ایک جہاز میں سوار ہو کے افریقہ پہنچ گئے رہا مصر کا واقعہ، جس کا ذکر تم نے ضمناً کر دیا ہے، تو اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے ہم کبھی وہاں نہیں گئے اور نہ ہی ہم نے کسی خاتون کا اغوا کیا ہے سچ تو یہ ہے میکو میزن کہ ہم اس خاتون کو جسے ہم نے ایک مالا دی تھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے البتہ اس سے چند سوالات پوچھنا چاہتے تھے اور وہ بھی اس لئے کہ اسے قدرت کی طرف سے وہ خاتون مستقبل میں جھانک سکتی اور ہونیوالے واقعات

کی اطلاع دے سکتی تھی لیکن تم بیچ میں آدھمکے اور ہم اس خاتون سے کچھ نہ پوچھ سکے۔

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ سفید فام عورتوں یا اس ایک خاتون سے تمہیں کیا لینا دینا ہو سکتا ہے"میں نے کہا البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ تم اول درجے کے جھوٹے ہو پہلے کبھی میری ملاقات تم جیسے عظیم الشان جھوٹے سے نہیں ہوئی"۔

میری اس سرزنش پر جو دوسروں کو مشتعل کر دیتی' ہاروت وماروت نے ایک بار پھر سر جھکاوئے گویا میں نے انھیں "جھوٹا" کہہ کر ان کی بڑی عزت افزائی کی ہے

"میکو میزن" ہاروت نے بڑے ادب سے کہا مناسب ہو گا کہ ہم عورتوں کے ذکر کو یہیں ختم کر کے ان معاملات کے متعلق گفتگو کریں جن کا تعلق مردوں سے ہے ہم نے کہا تھا کہ تم ایک نہ ایک دن یہاں ضرور آؤ گے۔اور دیکھو تم آگئے حالانکہ اس وقت تم نے ہماری پیشین گوئی کو ہنسی میں اڑا دیا تھا ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہارے استقبال کو حاضر ہو جائیں گے سو دیکھو ہم حاضر ہیں ہمیں کیسے معلوم ہوا کہ تم آگئے ہو اور یہ کہ ہم کسی طرح یہاں تک پہنچے ؟ سو اس سوال کا جواب دینا ضروری نہیں۔اس کے متعلق تم خود ہی کوئی فیصلہ کر لو بشر طیکہ یہ ضروری ہو۔ہاں تو میکو میزن !اب کہو کیا تم ہمارے ساتھ چلنے اور دیو تائے شر جانا کا خاتمہ کرنے کے لئے تیار ہو ؟ تو چلو کہ تمہاری سواری کا اونٹ تیار ہے۔

"ایک اونٹ پر چار آدمی سوار نہیں ہو سکتے ہاروت"میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے کہا۔

"میکو میزن ! جہاں تک تمہاری پھرتی' بہادری اور جرأت کا تعلق ہے بے شک تم چار آدمیوں کے برابر ہو لیکن تمہارا جسم ایک ہے اور ایک اونٹ تمہارے لئے کافی ہے"۔

"اگر تمہارا خیال ہے کہ میں تن تنہا تمہارے ساتھ چل رہا ہوں تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے میں نے کہا میرے ساتھ ایک ملازم ہے جس کے بغیر میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا"۔

اور میں نے ہینس کی طرف اشارہ کیا۔ہاروت وماروت اپنی اس نظر سے ،جو دل میں اتر جاتی تھی، ہینس کے باطن کا جائزہ لینے لگے۔

میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا :۔

''اس کے علاوہ میرے ساتھ ریجنال بھی ہے جو افریقہ میں انجیرا کے نام سے مشہور ہے اور اس کے ساتھ اس کا ملازم ہے جو افریقہ میں بینا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ بیناوہی شخص تھا جس کے کپڑوں سے تم نے سانپ برآمد کئے تھے میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لئے بغیر نہیں جا سکتا''۔

''میکو میزن ! ہمارے خفیہ اور پر اسرار وطن کے دروازے تمہارے لئے صرف تمہارے لئے کھلے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم جانا کا خاتمہ کرو جس کے عوض ہم نے تمہیں انعام دینے کا بھی وعدہ کیا ہے تنہا تم ہمارے ملک میں آسکتے ہو۔ کسی اور کو وہاں آنے کی اجازت نہیں''۔

تو پھر تم ہی ہاتھی جانا کا خاتمہ کرنا کیونکہ میں تو اپنے ان دوستوں کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاؤں گا۔

لیکن اگر ہم تمہیں جبراً اٹھالے جائیں تو ؟''۔

''اور اے ہاروت و ماروت اگر میں اسی وقت تمہارا خاتمہ کروں تو۔ بیو قوفو اس وقت میرے ساتھ بہت بہادر آدمی ہیں جو میرا اشارہ پاتے ہی تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر ضرورت ہوئی تو اپنی جان کی بازی لگا دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے اگر تم ، یا جو بھی تمہارے ساتھ آئے ہیں ، جنگ ہی کرنا چاہتے ہو تو ہم بھی تیار ہیں۔ اگر تم لوگوں کے دانت نہ کھٹے کر دئے تو مجھے میکو میزن نہ کہنا۔ ہینس ! جاؤ ماز یٹو لوگوں کو بیدار کر کے انھیں میرا یہ حکم سنادو کہ وہ مسلح ہو کر صف بندی کر لیں اور دیکھو ! الجیرا اور بینا کو بلا کر آؤ''

''ٹھہرو میکو میزن !'' ہاروت نے کہا ، اور یہ خطرناک ہتھیار رکھ دو۔۔۔ کیوں کہ ایک بار پھر میں اپنا پستول ہاتھ میں لے چکا تھا۔ حالانکہ ہم تمہارے بھی ہتھیار سے اس قدر محفوظ ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے اور حالانکہ تم ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے لیکن تم جیسا چاہتے ہو ایسا ہی ہو گا۔ تمہارے ساتھی بھی ہمارے ساتھ جائیں گے ۔اگر تم یونہی چاہتے ہو تو یونہی سہی۔ لیکن ہم ان کے متعلق کسی قسم کا کوئی وعدہ نہیں کر سکتے۔ اگر ان پر کوئی مصیبت آئی تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے اور ہم ہر الزام سے بری ہوں گے ۔البتہ ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مقدس روح نے ہمیں اطلاع

دی ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اس سفر میں تمہارے ساتھ رہے تو ان میں سے چند موت کا شکار ہو جائیں گے۔"

"مطلب یہ کہ تم انھیں قتل کر دو گے"۔

"نہیں میکو میزن! ہمارا مطلب یہ ہے کہ کانڈہ لینڈ میں چند ہستیاں ہم سے زیادہ طاقتور ہیں جو تمہارے ساتھیوں میں سے ایک دو کو بھینٹ چڑھا دیں گے۔ تم بے شک زندہ رہو گے کیونکہ تمہاری سلامتی مقدر ہو چکی ہے لیکن تمہارے تین ساتھیوں میں سے دو کے لئے موت مقدر ہو چکی ہے۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ تمہارے یہ دو ساتھی کون سے ہیں۔"

"بہت عمدہ۔ باروت و ماروت بہت عمدہ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں بھی مارا نہ جاؤں گا؟ یہ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم مجھے دھوکا دیکر اپنے ملک میں نہیں لے جا رہے کہ وہاں مجھے بھی اذیتیں دے کر قتل کر دو۔ اور وہ بھی ہمارا ساز و سامان قبضے میں کرنے کے لئے؟ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے"۔

"تمہاری جان سلامت ہے سلامت ہے میکو میزن! تمہیں ہم پر اعتبار کرنا چاہئے کیونکہ ہم قسم کھاتے ہیں جسے توڑنا ممکن نہیں ہم طفل مقدس کی قسم کھاتے ہیں"

"بارو و ماروت نے ایک زبان ہو کے کہا اور پھر اپنے سر جھکاوئے یہاں تک ان کے ماتھے زمین پر ٹک گئے۔

میں ہنسا بے اعتباری کی مصنوعی ہنسی۔

تم ہنس رہے ہو میکو میزن!" باروت و ماروت نے کہا بے شک تمہیں ہنسنا ہی چاہیئے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اس شخص کی کیا حالت ہو جاتی ہے جو یہ قسم توڑتا ہے تمہیں ہم پر اعتبار نہیں ہے میکو میزن تم سمجھتے ہو کہ ہم اپنی قسم توڑ دیں گے؟ اچھی بات ہے آؤ اور دیکھو تمہارے خیمے سے پانچ قدم دور ایک دلکوڑا ہے جس کی چوٹی پر چڑھ کے تم صحرا کی طرف دیکھا کرتے تھے (بے شک یہ جھوٹ نہ تھا حالانکہ میں یہ نہ معلوم کر سکا کہ میری اس حرکت کا پتہ انھیں کس طرح چل گیا) جاؤ میکو میزن! ایک بار پھر ملکوڑے پر چڑھ جاؤ"

بے شک یہ ناعاقبت اندیشی تھی نیکن میں شوق جس سے بے تاب تھا چنانچہ میں اٹھ کر خیمے سے باہر آیا اور دمکوڑے پر چڑھنے لگا ہاروت و ماروت دمکوڑے کے قدموں میں کھڑے تھے لیکن ہینس میرے ساتھ تھا جو دونالی بندوق اٹھائے ہوئے تھا دمکوڑا کوئی بیس فٹ بلند ہو گا۔ اور چونکہ اس پر کوئی درخت یا جھاڑی نہ تھی اس لئے نظر بغیر کسی رکاوٹ کے صحرا میں افق تک دیکھ سکتی تھی۔

"شمال کی طرف دیکھو میکو میزن" ٹیلے کے قدموں میں سے ہاروت کی آواز سنائی دی میں نے گردن گھما کے شمال کی طرف دیکھا۔

صحرا کے سفید سفید ریت پر چاندنی بکھری ہوئی تھی اور ٹیلے سے جس پر ہنیس کھڑا ہوا تھا پانچ سو گز دور ریت کے ایک ابھار پر اور ابھار کے عقب میں بھی دو سو اونٹ اطمینان سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے اور ہر اونٹ کے قریب ایک سفید پوش ایک لمبا سا بھالا لئے بے حس و حرکت کھڑا تھا ہر بھالے کے پھل کے نیچے ایک چھوٹی سی جھنڈی بندھی ہوئی تھی، میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اونٹوں کی قطاروں اور ہر اونٹ کے قریب کھڑے ہوئے سفید پوش کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ کہیں یہ نظر کا دھوکا تو نہیں؟ لیکن نہیں یہ نظر کا دھوکا نہ تھا حقیقت تھی جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اونٹ اور انسان ہی تھے تو میں ٹیلے سے نیچے اتر آیا۔

"اب کہو میکو میزن" ہاروت نے کہا "اگر ہم تمہیں قتل کرنا چاہتے تو اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہارے پڑاؤ میں گھس کے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو سوتے میں ہی قتل کر سکتے تھے یا نہیں؟ لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ہم دشمن نہیں دوست کی حیثیت سے آئے ہیں اور وہ لوگ جنھیں تم نے دیکھا ہے تمہیں قتل کرنے یا تمہیں غلام بنانے نہیں بلکہ تمہیں بہ حفاظت کاندہ لینڈ تک لے جانے اور تمہارا استقبال کرنے آئے ہیں یقین کرو میکو میزن ہم تمہارے دوست ہیں اور ہم نے نہ ٹوٹنے والی قسم کھائی ہے یقین ہے اب تم ہم پر اور ہماری قسم پر اعتبار کر لو گے اب ہم اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ صبح جب تم ناشتے سے فارغ ہو لو گے تو ہم نہتے اور تنہا پھر تمہاری خدمت میں حاضر ہو جائیں گے چنانچہ تب تک کے لئے الوداع"

اور وہ دونوں آگے بڑھ کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔



دس منٹ بعد ہی کاندہ لوگوں کی آمد کی خبر ہمارے پڑاؤ میں پھیل چکی تھی اور ہر شخص بیدار ہو کے مسلح ہو چکا تھا ابتدا میں مازیٹو لوگوں میں خوف وہراس کے آثار نظر آئے لیکن میں بامبا کی مدد سے ان کا خوف دور کرنے میں کامیاب ہو گیا اور انھیں بچاؤ کی تدبیریں کرنے کی طرف متوجہ کر دیا احتیاط بہر حال لازمی تھی اور یہ تو بہر حال حقیقت تھی کہ اگر ہم پر حملہ ہوا تو ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور اپنی جان بچا کے نہ لے جا سکتا تھا اور ہم تین۔۔۔۔ یعنی میں ریجنال اور سیوتیج اس لئے بچ سکتے تھے کہ ہمارے پاس گھوڑے تھے۔

”چنانچہ بامبا کو مازیٹو لوگوں پر سپہ سالار مقرر کر کے ہم تینوں اور چوتھا ہینس مشورہ کرنے بیٹھ گئے میں نے وہ ساری گفتگو لفظ بہ لفظ دہرادی جو میرے اور ہاروت و ماروت کے درمیان ہوئی تھی اور آخر میں لارڈ ریجنال سے کہا کہ ہاروت وماروت خاتون ریجنال کے اغواسے اپنے آپ قطعی بری ثابت کر رہے ہیں بلکہ انھوں نے صاف صاف کہلایا ہے کہ وہ خاتون ریجنال کی گمشدگی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔

”اب“ میں نے پوچھا ’ہمیں کیا کرنا چاہئے ؟

میرے لئے تو اب سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں رہ گیا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ چلا جاؤں وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں اور سبب اس کا یہی بتاتے ہیں کہ جانا کی موت میرے ہاتھوں پر لکھی جاچکی ہے لیکن وہ لوگ کسی اور کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تیار نہیں ہیں چنانچہ ریجنال تم اور سیوتج اور ہینس تم بھی مازیٹو لوگوں کے ساتھ واپس جا سکتے ہو''

''آہ باس'' ہینس نے کہا جو انگریزی زبان نہ صرف سمجھ بلکہ بول بھی لیتا تھا اور یہ تم کو کیا عادت ہو گئی ہے کہ ہر دفعہ اپنی باتوں سے میرا دل دکھا دیتے ہو؟۔''

''جو تم کرو گے میں کروں گا اور جہاں تم جاؤ گے میں بھی جاؤں گا اگر مجھے مرنا ہے تو مر جاؤں گا پھر موت کسی بھی طرح سے آئے مجھے اس کی پروا نہیں اب باس میں رات بھر جاگتا اور اونٹوں کی آوازیں سنتا رہا ہوں اس وقت اونٹ کا یہ لشکر بہت دور تھا لیکن چونکہ پہلے کبھی میں نے اونٹوں کی آوازیں نہ سنی تھیں اور اونٹ چونکہ زراف کی طرح نہیں چلتے اس لئے میں سمجھ ہی نہ سکا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں بہر حال چونکہ میں ان دو بھوت آدمیوں کی آمد تک جاگتا رہا ہوں اس لئے اب میری آنکھیں جلنے لگی ہیں چنانچہ اب میں تو سوتا ہوں جیسا تم کوئی فیصلہ کر لو باس تو مجھے بیدار کر دینا''

اور وہ وہیں پڑ کر سو رہا میں نے سوالیہ نظروں سے ریجنال کی طرف دیکھا' میرا وہ قدم جو آگے بڑھ جاتا ہے پھر پیچھے نہیں ہٹتا کواتر مین'' وہ بولا'' میں کاندہ لینڈ میں ضرور جاؤں گا۔''

''باوجود اس کے کہ ہاروت و ماروت تمہاری بیوی کے متعلق کچھ نہیں جانتے؟ میں نے کہا ریجنال! اگر ہاروت و ماروت نے غلط نہیں کہا ہے اور واقعی تمہاری بیوی کاندہ لینڈ میں نہیں ہے تو پھر وہاں جانے سے فائدہ؟ اور محض شوق تجسس یا ایک دلچسپ تجربہ اور کیا کہوں؟ ریجنال نے کہا

''اگر ہاروت و ماروت نے سچ کہا اور اگر وہ واقعی میری بیوی کے متعلق کچھ نہیں جانتے تو پھر میری زندگی میں رہ بھی کیا جاتا ہے؟ اگر کاندہ لینڈ میں میری بیوی نہیں ہے تو ہنیس کی طرح مجھے بھی اپنی زندگی کی پروا نہیں اگر میری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ دیار غیر میں اپنی موت کو لبیک کہوں تو یونہی سہی لیکن کوترمین! ہاروت و ماروت

نے میری بیوی کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا ایک لفظ بھی سچ نہیں ہے کوئی غیبی آواز میرے کان میں کہہ رہی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ ہے وہ میری بیوی کی گمشدگی کے متعلق بہ کچھ جانتے ہیں لیکن کسی وجہ سے لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ نہ چلوں اور یہیں سے لوٹ جاؤں تمہارا میرے ساتھ چلنا مناسب ہو گا یا نہیں اس کا فیصلہ اب تم ہی کرلو رینجنال میں نے کہ اور خدا کرے کہ تمہارا فیصلہ غلط نہ ہو سیوتج تمہارا کیا ارادہ ہے؟ لیکن کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ ہاروت وماروت نے کہا ہے کہ ہم اگر چاروں ان کے ساتھ گئے تو ہم میں صرف دو ادمی زندہ واپس آئیں گے یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی بلکہ نا ممکن معلوم ہوتی ہے کہ وہ دونوں مستقبل میں جھانک سکتے ہیں اس کے باوجود اس سے تو تمہیں بھی انکار نہ ہو گا کہ پراسرار ہاروت وماروت کی اکثر پیشن گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں۔" "صاحب!" سیوتج نے کہا "ان دو میں سے جن کی موت کی پیشن گوئی ان دو جادو گروں نے کی ہے، اگر ایک میں ہوں تو یونہی سہی۔ میری ایک بوڑھی ماں ہے، ایک بیوہ بہن ہے اور اس کے بچے ہیں۔ لیکن انگلستان سے روانہ ہونے سے پہلے سرکار نے میری ماں، بہن اور اس کے بچوں کے لیے ماہانہ وظیفے کا انتظام کر دیا ہے چنانچہ میں مطمئن ہوں کہ میرے بعد وہ بھوکوں نہ مریں گے۔ اس کے علاوہ اگر میں اکیلا مازیٹو لوگوں کے ساتھ واپس گیا تو ظاہر ہے کہ ان کی بستی میں ہی رہ پڑوں گا کیونکہ میں ساحل تک پہنچنے کے راستے سے واقف نہیں۔ اور اگر میں مازیٹو لوگوں میں ہی رہ پڑا تو انہی لوگوں کی طرح جنگلی بن جاؤں گا اور یہ میں چاہتا نہیں چنانچہ میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں آگے جو خدا کو منظور۔"

"بے شک آگے جو خدا کو منظور۔" میں نے اس کی بات دہرائی اور پھر کہا۔

"چنانچہ یہ طے رہا کہ ہم چاروں اس انجان مہم اور ان دیکھے ملک کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ اب مناسب ہو گا کہ ہم بامبا کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کر دیں۔"

چنانچہ فوراً ہی بامبا کو طلب کیا گیا۔ اس نے ہمارے اس فیصلے کو خلاف توقع بڑے صبر و سکون سے سنا اور جب میں خاموش ہوا تو اس نے اپنی اکلوتی آنکھ میرے چہرے پر گاڑ کے کہا:۔

"میکو میزن! تم سے مجھے اسی فیصلہ کی توقع تھی۔ تمہاری جگہ اگر کسی اور نے یہ فیصلہ کیا ہوتا تو میں اسے پاگل سمجھ لیتا لیکن مجھے یاد ہے کہ جب تم پونگو لوگوں میں جانے کا فیصلہ کر چکے تھے تو میں نے یہی کہا تھا کہ تم پونگو لینڈ میں عجیب و غریب کارنامے انجام دے کر صحیح سلامت واپس آگئے تھے اور مجھے یقین ہے کہ اس دفعہ بھی تم صحیح سلامت واپس آجاؤ گے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ چند روحیں ہیں جو تمہارے ساتھ جاتی اور تمہاری حفاظت کرتی ہیں، رہے تمہارے ساتھی تو ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ وہ جانیں اور ان کی محافظ روحیں جانیں یا پھر کاندہ لوگ جانیں۔ میکو میزن! الوداع کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم پھر نہ مل سکیں گے۔ بہر حال موت سب کو آتی ہے اور یہ اچھا ہوا کہ اس زندگی میں میری ملاقات تم سے ہو گئی۔ اگر میں تمہاری واپسی سے پہلے مر گیا تو میں دوسری دنیا میں بھی، جو کہتے ہیں کہ سایوں کی دنیا ہے، تمہیں یاد کرتا رہوں گا اور امید ہے کہ تم بھی مجھے فراموش نہ کرو گے۔ اب میں جا کر اپنے لوگوں کو اسی جگہ سے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہوں۔ ہاں۔ اس سے پہلے کہ وہ سفید پوش آکر تمہیں لے جائیں ہم یہاں سے ہٹ جانا چاہتے ہیں مبادا وہ لوگ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہیں اور ہم سفید پوشوں سے جنگ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ تمہارا ساز و سامان بندھا بندھایا اور تیار ہے چنانچہ سفید پوش آکر اسے اپنے عجیب و غریب چوپایوں پر لاد سکتے ہیں۔ اگر سفید پوش کہیں کہ گھوڑے صحرا کو عبور نہ کر سکیں گے تو تم اپنے گھوڑے یہیں چھوڑ دینا۔ تمہارے رخصت ہو جانے کے بعد ہم آکر ان گھوڑوں کو پکڑ لیں گے اور اپنے وطن میں لے کے جائیں گے اور چونکہ ان میں گھوڑیاں بھی ہیں اس لیے ان کے بچے ہوں گے اور میکو میزن! جب تم واپس آؤ گے تو یہ سارے گھوڑے تمہارے ہوں گے اور اگر تم واپس نہ آئے تو ہمارا بادشاہ بوسی ان کا مالک ہو گا۔ نہیں میکو میزن! ہمیں کوئی تحفہ نہیں چاہیے۔ تم نے اپنی بندوق مجھے دی ہے سو وہ کافی ہے اور یہ ہاتھی دانت میں تمہاری طرف سے بادشاہ کے حضور پیش کر دوں گا اور ہاں تمہاری یاد ہر وقت ہمارے دل میں قائم رہے گی۔

"وہ، جس کی تم پرستش کرتے ہو، تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا محافظ ہو ہم اس ٹیلے پر کھڑے ہو کر تمہیں اس وقت تک جاتے دیکھتے رہیں گے جب تک کہ تم

نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاتے۔ الوداع میکو میزن! الوداع الجینز!! الوداع بنیا اور الوداع اے اندھیرے کی روشنی۔"

اور اس سے پہلے کہ ہم کچھ کہتے وہ اپنی اکلوتی آنکھوں سے آنسو بہاتا رخصت ہوا۔ دس منٹ بعد مازیٹو بار بردار ہمیں سلام کر کے رخصت ہو چکے تھے اور ہم اپنے سازوسامان کے درمیان اور اس وحشت انگیز مقام میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت میں عجیب طرح کی اداسی اور تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ دس منٹ اور گزر گئے اور یہ دس منٹ ہم نے اپنی نجی چیزیں سمیٹنے اور باندھنے میں صرف کئے اور پھر ہینس نے، جو چند قدم دور بیٹھا کافی کی کیتلی دھو رہا تھا سر اٹھا کے کہا "باس! وہ بھوت آدمی اور ان کی پوری کی پوری فوج آ رہی ہے"

ہم اٹھ کر آگے دوڑ گئے۔ ہینس نے غلط نہ کہا تھا۔ اونٹوں کا پورا رسالہ بڑی ترتیب سے ہماری طرف بھاگا آ رہا تھا۔ ہر اونٹ پر ایک سفید پوش سوار تھا اور ہر سفید پوش کے ہاتھ میں ایک بھالا تھا اور ہر بھالے پر ایک چھوٹی سی جھنڈی لہرا رہی تھی۔ بڑا ہی مسحور کن اور مرعوب کن منظر تھا۔ ہم سے کوئی پچاس قدم دور آ کر شتر سواروں نے نکیلیں کھینچ لیں، اونٹوں کی گردنیں کمان ہو کے ان کے سر کوہان سے لگ گئے اور وہ ایک دم سے رک گئے عین اس جگہ جہاں وہ چشمہ، جو نخلستان کو قطع کرتا ہوا گزر رہا تھا۔ صحرا میں داخل ہو گیا تھا۔ اور اب سوار اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ بیک وقت بیس اونٹوں کی گردنیں چشمے پر جھک جاتیں اور جب یہ سیراب ہو کر پیچھے ہٹ جاتے تو دوسرے بیس اونٹ آگے بڑھ کے چشمے پر اپنی گردنیں جھکا دیتے۔ لیکن ہمیں یہ دلچسپ منظر زیادہ دیر تک دیکھنے کو نہ ملا کیونکہ فوراً ہی دو سائے، جو ہاروت و ماروت کے علاوہ کوئی اور نہ تھے، اونٹوں کی قطار میں سے نکل کے ہماری طرف بڑھے اور چند منٹوں بعد ہی وہ ہمارے سامنے کھڑے کورنش بجا لا رہے تھے۔

"صبح بخیر آقا" ہاروت نے اپنی گونجدار آواز میں ریجنال سے کہا "تو تم بھی میکو میزن کے ساتھ ہمارے غریب خانے کو رونق بخشنے آ رہے ہو؟ تمہارا خیال ہے کہ وہ حسینہ، جسے ہم نے مالا تحفتہً دی تھی، ہمارے یہاں آ گئی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں ایک بھی اجنبی سفید فام خاتون نہیں ہے۔ پوری داستان ہم میکو میزن

سے سن چکے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ حسینہ دریائے نیل میں غرق ہو چکی ہے خصوصاً اس لیے کہ اسے نیند میں چلنے کی عادت تھی ہمیں اس بات کا دکھ ہے آقا کہ اب تم تنہا رہ گئے ہو لیکن دیوتاؤں کے بھید دیوتا جانیں۔ وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں اپنے پاس بلا لیتے ہیں اور ہم دم نہیں مار سکتے۔ تاہم امید ہے کہ وہ تمہیں پھر مل جائے گی اور اس وقت وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گی اور اس وقت اس کا دماغ ٹھکانے آ چکا ہو گا۔ اور وہ پوری طرح اپنے حواس میں ہو گی۔"

اور یہاں میں نے حیرت اور غصے سے ہاروت کی طرف دیکھا کہ اسے میں نے یہ بتایا تھا کہ خاتون رہجنال ایک واقعہ کی وجہ سے اپنے حواس گنوا بیٹھی تھی۔۔۔ پھر یہ بات اسے کیسے معلوم ہوئی؟ میرا خیال ہے کہ ہاروت و ماروت نے میرے چہرے پر کے جذبات دیکھ کے سمجھ لیا کہ وہ باتوں کی رو میں ایک ایسی بات کہہ گیا ہے جو اسے نہ کہنی چاہیے تھی چنانچہ اس نے بڑی مہارت سے موضوع بدل کے کہا۔

"آقا! انجیز!! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں لیکن یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ سفر بہت زیادہ خطرناک ہے خصوصاً اس لیے کہ ہاتھی جانا اجنبیوں کو پسند نہیں کرتا اور" اس نے آواز دبا کے کہا۔ "اور ہاتھیوں کو تمہارے خون، جسم کی بو سے نفرت ہے اور چونکہ سارے ہاتھی ایک ہی نسل سے ہیں اس لیے ایک ہاتھی کو جس چیز سے نفرت ہوتی ہے دوسرے کو بھی اسی سے نفرت ہوتی ہے میں تمہارے چہرے پر کے جذبات دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ کسی ہاتھی نے تمہیں یا تمہاری اس چیز کو، جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز تھی، نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ کاندہ لوگ فطرتاً بڑے ہی غضبناک ہوتے ہیں اور جنگ و جدل کو پسند کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے۔ کہ جب تم ہمارے ملک میں مقیم ہو تو اس وقت جنگ چھڑ جائے اور تم جانو جنگ میں لوگ مارے جاتے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو میرے عیار دوست" رہجنال نے کہا "میں بہر حال تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ جیسا کہ میکو میزن نے تم سے کہا تھا کہ یا تو ہم سب ساتھ جائیں گے یا پھر کوئی نہ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے آقا انجیز! میکو میزن نے یونہی کہا تھا اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ

سب کو لے چلیں گے اور ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو وعدے کو بھلا دیتے ہیں۔"

اور اب ہاروت نے اپنی نگاہیں سیوتیج پر گاڑ دیں۔

"تو تم بھی آرہے ہو بنیا؟ وہ بولا" یہی نام ہے نا تمہارا؟ ہم تمہیں بھی خوش آمدید کہتے ہیں اس سفر سے تمہیں کم سے کم اتنا تو فائدہ ہوگا کہ تم سانپوں کے متعلق بہت سی باتیں جان لوگے۔"

اور یہاں ماروت نے ہاروت کے کان میں کچھ کہا اور دونوں کھل کر مسکرائے

"آیا" ہارورت نے کہنا شروع کیا" میرے بھائی نے مجھے بتایا ہے کہ یہاں آتے وقت ایک جگہ، جو نانال کے سے مشہور ہے، تمہاری مڈبھیڑ ایک، سانپ سے ہوگئی تھی لیکن تم اپنے پورے بوجھ کو سمیٹ اس پر بیٹھ گئے تھے اور اسے بالکل ہی چپاتی بنا دیا تھا اور وہ سانپ بجائے اس کے کہ تمہیں ڈستا خود ہی مر گیا۔"

"یہ ــــ یہ ــــ کس نے بتایا اسے؟ سیوتیج نے گھبرا کے پوچھا۔

"کسی نے بھی نہیں بتایا کسی نے بھی نہیں۔ نہ میکو میزن نے اور نہ کسی اور نے ممکن ہے کہ یہ بات تم نے ماروت کو خواب میں بتائی ہو۔ تم جانو۔ ماروت بہت زبردست جادوگر ہے چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہیں اپنے خواب میں بلا کے خود تم سے یہ ساری باتیں پوچھ لی ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سانپ ماروت نے ہی بھیجا ہو۔ کس طرح؟ بس یہ نہ پوچھو۔ بہر حال کانده لینڈ میں ہم تمہیں قسم قسم کے عمدہ عمدہ سانپ دکھائیں گے۔ لیکن تم کہیں ان پر بھی نہ بیٹھ جانا۔"

میں نہیں جانتا کہ کیوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے ہاروت کا یہ مذاق بڑا ہی بھیانک معلوم ہوا اس کے اس مذاق میں کوئی خاص بات تھی جس کی وجہ سے مجھے پھر پریاں سی آ گئیں بالکل ایسی ہی جیسی کہ بلی کو نیم جان چوہے سے کھیلتے دیکھ کے آپ کو آ جاتی ہوں گی۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ڈھکے چھپے لفظوں میں ہاروت سیوتیج کی موت کے متعلق پیشین گوئی کر رہا تھا۔ یا کسی مصیبت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ حیرت تو اس بات پر تھی کہ ان لوگوں کو وہ واقعات معلوم ہو جاتے تھے جو سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہوتے تھے اور جو کہ چشم دیدہ نہ ہوتے تھے کیا واقعی ان کے اس

خاص تمباکو میں جس میں دھوئیں میں میں نے ہاتھی جانا اور ہاتھیوں کے قبرستان کو دیکھا تھا، کوئی خاص بات تھی جو ہاروت و ماروت کو غیب داں بنا دیتی تھی اور میلوں دور ہونے والے واقعات کو یہ لوگ دیکھ لیتے تھے؟ یا پھر خبریں معلوم کرنے کا کوئی اور ذریعہ تھا ان کے پاس؟

میں نے کنکھیوں سے سیو تج کی طرف دیکھا۔ بچارا سیو تج اس کا رنگ فق تھا اور منہ کھلا ہوا تھا حتیٰ کہ ہینس بھی کانپے بغیر نہ رہ سکا اور اس نے میرے کان میں کہا۔

"باس! یہ لوگ انسان نہیں بلکہ شیطان ہیں اور ہم یہ سفر کر کے کہیں اور نہیں بلکہ دوزخ میں جا رہے ہیں جو شیطانوں کا مسکن ہے۔"

تین گھنٹے بعد میں اپنے بے حد عمدہ اور تیز رفتار سفید اونٹ کو ریت کے ایک ٹیلے کی چوٹی پر روک کے دوربین آنکھوں سے لگائے پیچھے دیکھ رہا تھا اور بہت دور، گویا افق سے چپکا ہوا ایک نیلا داغ نظر آ رہا تھا۔ یہ وہ نخلستان تھا جہاں ہم نے مازیٹو لوگوں کے ساتھ قیام کیا تھا اس نیلے داغ میں ایک دوسرا سفید اور بلند داغ نظر آ رہا تھا۔ یہ وہ پہاڑی تھی جس کی چوٹی پر چڑھ کے میں نے چاندنی رات میں کاندہ لوگوں کے اس دستے کو دیکھا تھا جو ہمارے استقبال کو گویا صحرا کے ریت میں سے نکل آیا تھا۔ درخت اور جھاڑیاں اور گھاس کے میدان اور ہمارے دوستوں کی آبادیاں پیچھے۔۔۔۔ بہت پیچھے چھوٹ گئی تھیں اور آگے صحرا پھیلا ہوا تھا اور صحرا کے دوسرے کے سرے پر کہیں ہماری انجان منزل تھی۔ انجانے اور وحشی لوگ تھے۔ انجانا اور وحشت انگیز ملک تھا جہاں ہمیں قیام کرنا تھا اور ہم میں خدا جانے کس کی موت تھی جو اسے اس انجانے ملک کی طرف لیے جا رہی تھی۔ خدا جانے کون سے خطرات اپنی آغوش وا کئے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ خدا جانے ہمارا انجام کیسا ہونے والا تھا۔ پہلے بھی میں کئی مہمات سر کر چکا تھا۔ پہلے بھی دشوار گزار راہوں کو سمیٹ کے افریقہ کے انجانے خطوں اور وحشیوں میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن یہ سفر اور یہ مہم اپنی طرز کی پہلی تھی پہلے کی مہارت پر میں پوری معلومات حاصل کر کے روانہ ہوا تھا لیکن اس مہم میں اس اندھے کی طرح چلا تھا جس کی لاٹھی کا ایک سرا کسی اور کے ہاتھ میں ہو اور اندھا نہ جانتا ہو کہ یہ راستہ بتانے والا کس طرح لیے جا رہا ہے کسی ایسے باغ کی طرف جہاں زندگی ہے یا کسی ایسے ویرانے کی

طرف جہاں سوائے موت کے اور کچھ نہیں۔

ہمارے سفر کا طریقہ یوں تھا۔

ہم سے کوئی ایک میل آگے دس کاندہ نہایت ہی تیز رفتار اونٹوں پر سفر کر رہے تھے یہ گویا ہمارا اطلایہ تھا۔ ان لوگوں کا یہ کام تھا کہ اگر آگے کوئی خطرہ دیکھیں تو ہمیں خبر دار کر دیں۔ ان کے بعد اور ہم سے کوئی تین چار سو گز آگے پچاس کاندہ کا ایک دستہ دو صفیں بنائے چل رہا تھا ان کے بعد بار بردار تھے۔ یہ بھی اونٹوں پر سوار تھے ان کے بعد پھر اونٹوں کی ایک قطار تھی اور ان اونٹوں پر پانی کے کنستر، خوراک اور ہمارا سامان لدا ہوا تھا اور رھال کے خیمے بھی انہی اونٹوں پر لدے ہوئے تھے اسی سامان میں وہ ۵۰ بندوقیں اور کارتوسوں کے ڈبے تھے جو رتجنال انگلستان سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ ان اونٹوں کے بعد ہم تین سفید فام تھے اور چوتھا ہمینس تھا۔ ہم چاروں نہایت ہی تیز رفتار اونٹوں پر سوار تھے۔ ہمارے دائیں طرف اور بائیں طرف اور ہم سے کوئی نصف میل کے فاصلے پر کاندہ لوگوں کا ایک مختصر سا دستہ تھا اور ہمارے پیچھے بقیہ کاندہ زائد اونٹوں کو ہنکاتے چلے آرہے تھے۔

اور اس ترتیب سے ہم صحرا میں سفر کر رہے تھے اور صاف نظر آتا تھا کہ فرار کی تمام راہیں مسدود تھیں اب اگر ہم واپس چاہتے بھی تو نہ لوٹ سکتے کیوں کہ میں یہ بتانا بھول گیا تھا۔ وہ دونوں پر اسرار شخص ہاروت و ماروت ہمارے عین پیچھے اپنے اپنے اونٹوں پر سوار چلے آرہے تھے وہ دونوں ہم سے ذرا دور تھے۔ لیکن نہ اتنے کہ ہم انہیں آواز دیں تو وہ ہماری آواز نہ سن سکیں۔

ابتدا میں اونٹوں کی سواری بڑی تکلیف دہ معلوم ہوئی مجھے بھی اور میرے ساتھیوں کو بھی میں پہلے کبھی اونٹ پر سوار نہ ہوا تھا چنانچہ اس کی سبک رفتاری نے میرے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے اور پہلے دن کے سفر کے بعد جب ہم نے قیام کیا ہے تو میری یہ حالت تھی کہ میں اپنے آپ اونٹ پر سے اتر نہ سکتا تھا۔ چنانچہ چار آدمیوں نے مل کے مجھے اونٹ پر سے اٹھایا اور آہستہ سے زمین پر دھر دیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ مزدور خچر پر سے آٹے کی بوریاں اتارتا ہے۔ ادھر اونٹ کے چلنے کے جھٹکوں سے بچارے سیویج کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ جب وہ اونٹ پر سے اترا ہے تو یوں معوم

ہوتا تھا جیسے اس کا موٹا جسم پکے ہوئے اور پھٹے ہوئے آم کی طرح پلپلا ہو گیا ہو۔ رجنال کی حالت ہم دونوں سے بہتر تھی۔ شاید وہ پہلے بھی اونٹ کی سواری کر چکا تھا۔ سیَن ہنیس کی حالت ہم سب سے بہتر تھی کیونکہ وہ دن بھر اونٹ کی کمر پر نٹ کا تماشہ دکھاتا رہا تھا۔ کبھی تو وہ اپنی دونوں ٹانگیں ایک طرف لٹکا کے یوں بیٹھا جاتا جس طرح عورتیں گھوڑے پر بیٹھتی ہیں کبھی وہ اکڑو ہوں بیٹھتا اور کبھی وہ اونٹ کی کمر پر ٹانگیں لمبی، کر کے نیم دراز ہو جاتا اس کے علاوہ چونکہ وہ دبلا پتلا اور ہلکا پھلکا بھی تھا اس لیے شاید اونٹ کی رفتار کے جھٹکے اس کے بدن اور ہڈیوں پر اثر انداز نہ ہوئے تھے۔

لیکن رفتہ رفتہ میں اس بے ڈھنگی سواری کا اس قدر عادی ہو گیا کہ دن بھر کے سفر کے پچاس میل ذرا بھی تھکن محسوس کیے بغیر طے کر لیتا تھا۔ اس کے علاوہ اس دنیائے ریگ کا سکون اور خاموشی مجھے پسند آنے لگی تھی۔"

یکے بعد دیگرے دن اپنی مخصوص رفتار اور یکسانیت سے گزرتے رہے اور ہم اس خاموش پر سکون اور ویران صحرا میں سفر کرتے رہے۔

ہم سورج کو طلوع ہوتے دیکھتے، اسے نصف النہار پر پہنچ کے آگ برساتے دیکھتے اور پھر اسے غروب ہوتے دیکھتے۔ ہر رات قیام کر کے ہم سادہ اور مختصر کھانا کھاتے اور کھلے آسمان تلے ریت پر لیٹ کے حیرت انگیز حد تک روشن تاروں کو دیکھا کرتے اور انہیں دیکھتے ہی دیکھتے سو جاتے یہاں تک کہ بطن مشرق سے ایک بار پھر سورج ابھرنے لگتا اور ہم اپنے اپنے رہوار پر سوار ہو کے گزشتہ دن کی ہی ترتیب سے آگے روانہ ہو جاتے۔

اس تمام سفر میں ہم نے بہت کم گفتگو کی ہو گی یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے صحرا کی وحشت انگیز خاموشی نے ہمیں اپنے اثر میں لے کر ہمارے ہونٹوں پر بھی مہر خاموشی ثابت کر دی ہو۔

چنانچہ ہم نے پانچ سو میل طے کر لیے اس سفر میں ہم چشموں یا پانی کے گڑھوں کے پاس تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے کہ اونٹ پانی پی کر تازہ دم ہو جائیں پانی کے گھڑے اور کنویں اس راستے میں اتنے بہت سے تھے اور ٹھیک ان مقامات پر تھے جہاں دن بھر کا سفر ختم ہو جاتا تھا کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ زمانہ قدیم میں اسی

راستے سے تجارتی قافلے جاتے ہوں گے لیکن یہ صرف میرا اندازہ تھا اور حقیقت سے کاندہ واقف تھے اور اگر میرا یہ اندازہ صحیح تھا تو پھر میرے اس اندازے کو صحیح ہونا چاہئے کہ صدیوں سے اس راستے سے کوئی قافلہ نہ گزرا تھا کیوں کہ راستے میں ہمیں نہ تو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کی ہڈیاں پڑی نظر آئیں اور نہ ہی کہیں زندگی کی علامتیں یہ پورا صحرا ویران غیر آباد اور وحشت انگیز تھا مکمل ترین ویرانی اگر کہیں دیکھی یا محسوس کی جاسکتی ہے تو وہ اس صحرا میں محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس صحرا میں کچھ نہ تھا سوائے چھوٹے چھوٹے جانوروں کے جنھوں نے دور بکھرے ہوئے نخلستان کو اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ آخر کار صحرا کی یکسانیت اور اس کی حالت میں تغیر نظر آیا۔ ہم آگے بڑھے تو نشیب میں گھاس کی اکاد کا پتیاں نظر آئیں اور آگے بڑھے تو صحرا کی ریت نے جھاڑیوں کے لیے جگہ چھوڑ دی تھی جھاڑیوں کے بعد چھدرے چھدرے درخت پھر درختوں کے جھنڈ اور ان جھنڈوں میں زندگی تھی کیوں کہ ان میں چتیل افراط سے تھے میں نے دو چیتل شکار کئے تو میری اس حرکت نے کاندہ لوگوں کو دم بخود کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ وہ بندوق اور اس کے استعمال سے واقف نہ تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی تھی کہ محض دھماکوں کی آواز سے میں نے دو چیتلوں کو مار گرایا۔

کئی دنوں بعد اس رات ہمیں تازہ گوشت کھانے کو ملا چنانچہ جب ہم دستر خوان پر بیٹھے بڑی رغبت سے بھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے تو میں نے ایک نئی بات دیکھی اور وہ یہ کہ اس رات ہمارے کیمپ کی ترتیب تبدیل کر دی گئی تھی۔

اس رات سے پہلے جب بھی ہم نے قیام کیا تھا تو اس وقت ہمارا کیمپ بے ترتیب اور پھیلا ہوا ہوتا تھا یعنی جس کا جہاں جی چاہتا تھا اپنا خیمہ لگا دیتا تھا لیکن اس رات خیمے قریب قریب اور ایک دائرے میں لگائے گئے تھے اور اس طرح کیمپ کو گویا سمیٹ کر مختصر کر لیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس رات ہمارا کیمپ خلاف معمول نشیب کی بجائے ایک بلند مقام پر تھا۔ دوسری خاص بات یہ دیکھی کہ اونٹوں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑنے کی بجائے پڑاؤ سے تھوڑی دور جھاڑیوں کے ایک میدان میں چھوڑ دیا گیا اور اس میدان کے چاروں طرف مسلح سنتری متعین کر دیئے گئے کہ وہ ایک بھی اونٹ کو اس میدان سے باہر نہ نکلنے دیں۔ تیسری بات یہ کہ اشیائے خورد ونوش اور دوسری

ضروری چیزوں کو ہمارے خیموں کے قریب، جو کیمپ کے عین قلب میں تھے ڈھیر کر دیا گیا اور ان چیزوں کی حفاظت کے لیے بھی مسلح کاندہ مقرر کئے گئے۔ یہ تبدیلیاں مجھے جتنی غیر ضروری معلوم ہوئیں اتنی ہی حیران کن بھی معلوم ہوئیں۔ چنانچہ میں نے ہاروت وماروت سے ان تبدیلیوں اور اس احتیاط کی وجہ پوچھی۔

"یہ احتیاط اس لیے ہے کہ اب ہم کاندہ لینڈ کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔"

ہاروت نے جواب دیا "اب صرف چار دن کا سفر باقی رہ گیا ہے اور پھر ہم کاندہ لینڈ میں ہوں گے۔

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ احتیاط کیوں؟ ظاہر ہے کہ تمہارے ہم وطن تمہارا استقبال کریں گے۔

"استقبال تو کریں گے لیکن شاید بھالوں سے میکو میزن! کاندہ ایک نہیں دو ہیں۔ سفید اور کالے۔ ہم سفید ہیں لیکن ہمارے علاوہ وہ بھی ہیں جو کالے کاندہ کہلاتے ہیں اور کالے کاندہ ہم سے زیادہ ہیں۔ تقریباً دگنے ابتدا میں ہم نے جنوب سے آکر ان پر فتح حاصل کرلی تھی اور انہیں اپنا ماتحت بنالیا تھا۔ کم سے کم ہماری تاریخ تو یونہی کہتی ہے سفید کاندہ کا یعنی ہمارا علاقہ الگ ہے لیکن وہاں جانے کا راستہ کالے کاندہ کے علاقے میں سے گزرتا ہے۔ اس ایک راستہ کے علاوہ چونکہ کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں اس لیے ہمیں کالے کاندہ کے علاقہ میں سے گزرنا پڑے گا چنانچہ بہت ممکن ہے کہ وہ لوگ ہم پر حملہ کر دیں خصوصاً اس لیے کہ ہم اجنبیوں کو ساتھ لا رہے ہیں اور کاندہ لوگ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتے۔"

اگر واقعی کالے کاندہ تعداد میں تم سے زیادہ قوت والے ہیں تو پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اب تک انہوں نے سفید کاندہ کا صفایا کیوں نہ کر دیا؟"

"اس سوال کا جواب سیدھا سا ہے۔ محض اس لیے کہ وہ ہم سے پراسرار قوتوں سے ہمارے علم سے اور اس بد دعا سے ڈرتے ہیں جو طفل مقدس اپنی ندائے روح کے ذریعے کہلواتا ہے۔ یہ بددعا جو ندائے روح کے ذہن مقدس سے نکلتی ہے ضرور پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ندائے روح انہیں تباہی و بربادی کی بددعا نہ دیدے اس کے باوجود ایسا ہوتا ہے کہ جب بھی وہ ہمارے کسی آدمی کو ہماری

سرحد سے باہر پاتے ہیں تو بلا تکلف اسے قتل کر دیتے ہیں اسی طرح جس طرح کہ ہم ان کے ہر اس آدمی کو جو ہمارے علاقے میں آجاتا ہے۔ ذبح کر دیتے ہیں۔

"چنانچہ ثابت ہوا کہ کالے کاندہ اور سفید کاندہ میں ایک زبردست جنگ ہو کر رہے گی۔

"بے شک ہو کر رہے گی میکو میزن یہ آخری فیصلہ کن جنگ ہو گی جو کالے کاندہ یا پھر سفید کاندہ کو صفحہ ہستی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹا دے گی۔ اس جنگ کے بعد یا تو وہ نہ ہوں گے یا پھر ہم نہ ہوں گے یا شاید ہم دونوں ہی مٹ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے میکو میزن کہ اسی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لیے ہم نے تمہیں یہاں مدعو کیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اسی لیے ہم تمہیں اپنا مہمان بنا رہے ہوں اور وہ دونوں اٹھے بڑے ادب سے جھک کر ہمیں سلام کیا اور الٹے پاؤں چلتے ہوئے خیمے سے باہر نکل گئے۔

"دیکھا ریجنال میں نے کہا۔ یہ اب نیا گل کھلا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہمیں جنگ کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔ اور میرے دوست! ہمیں سفید کاندہ کی حمایت میں لڑنا پڑے گا اور وہ بھی اس بادشاہ سے جس کا لقب سمبا یعنی شیر ہے یا اس باغی رعایا سے جنگ کرنا پڑے گی جو کالے کاندہ کے نام سے مشہور ہے۔"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے کواٹر مین! ریجنال نے سر ہلا کے کہا۔ لیکن فی الحال یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمیں یہاں کس لیے لایا گیا ہے۔ چنانچہ جب تک حقیقت واضح نہیں ہو جاتی ہمارا خاموش رہنا ہی مناسب ہو گا کیونکہ کسی بھی بات کے متعلق قبل از وقت غلط سلط اندازہ لگانا حماقت ہے۔ اچھا اب تم سو رہو کواٹر مین آدھی رات تک میں پہرہ دیتا ہوں پھر تمہیں بیدار کر کے سو جاؤں گا۔"

اس رات کوئی واقعہ نہ ہوا۔

دوسرے دن پو پھٹنے سے پہلے ہم روانہ ہو گئے اور اب ہم اس علاقے سے گزر رہے تھے جو بنجر نہ تھا۔ اس میں جگہ جگہ جھاڑیاں چشمے اور درخت تھے اور زمین بتدریج بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ یہ گویا ایک سادات ڈھلان تھی اس میدان میں مجھے اینٹلوپ کے ریوڑ چرتے نظر آئے اور دور بہت دور مویشی بھی دیکھے گئے لیکن انسان اب بھی کہیں نظر نہ آیا سورج غروب ہوا تو ہم نے گھاس کے ایک میدان میں ایک چشمے کے کنارے پر ڈیرے ڈال دیئے۔

جب کیمپ لگایا جارہا تھا۔ تو ہاروت نے آکر ہمیں اپنے ساتھ چلنے اور ایک منظر دیکھنے کی دعوت دی چنانچہ ہم اس کے ساتھ مقام پڑاؤ سے کوئی پاؤ میل دور اس ڈھلان کی چوٹی پر پہنچے جس پر ہم دن بھر سفر کرتے رہے تھے۔ چڑھائی یہاں پہنچ کر ختم ہو جاتی تھی۔ اور اس کے دوسری طرف سے اتار شروع ہو جاتا۔

اور چوٹی پر کھڑے ہو کر میں نے سامنے دیکھا تو دم بخود رہ گیا ایسا مسحور کن منظر میں نے پہلے کبھی افریقہ کے کسی حصے میں نہ دیکھا تھا۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ

دوسری طرف اتار تھا جو دس پندرہ میل آگے جا کر ایک رکابی کی شکل کے میدان میں تبدیل ہو گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ رکابی کی شکل کا یہ میدان قبل از تاریخ کے کسی دور میں ایک زبردست تالاب رہا ہو گا۔ ایک بڑا دریا اس میدان کو قطع کرتا مشرق سے مغرب کی طرف بہہ رہا تھا اور جنوب و شمال سے بہت سی چھوٹی چھوٹی ندیاں آ آ کر اس میں مل گئی تھیں۔ اس بڑے دریا سے پرے، بہت دور، زمین کے نشیب و فراز پھر شروع ہو گئے تھے یہاں تک کہ کئی میل دور ایک تنہا ٹیلہ نظر آ رہا تھا۔ جو کسی اونچی قبر کی شکل کا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ گھنے جنگل سے ڈھکا ہوا ہے۔

اس ٹیلے کے عقب میں اور دائیں بائیں پھر میدان تھے شمالی میدان کے سرے پر دھندلے مگر سیاہ ابھار سے نظر آ رہے تھے یہ میں نے اپنی دوربین کی مدد سے دیکھا، پہاڑ تھے۔ البتہ مشرق و مغرب کے میدان حد نظر تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ صاف نظر آ رہا تھا۔ کہ اس طرف کی زمین بہت زرخیز تھی اور یہ میدان غیر آباد بھی نہ تھے۔ کیونکہ ان میں جگہ جگہ کرال نظر آ رہے تھے البتہ مغرب کی طرف کے میدان کا زیادہ تر حصہ ایک گھنا جنگل تھا جس کے قلب میں چھپے ہوئے میدان کو دوربین کی مدد سے دیکھا جا سکتا تھا۔

دیکھو میکو میزن دیکھو وہ ہے کاندہ لینڈ" ہاروت نے کہا" دیکھو میکو میزن دریائے ٹاوا کے اس طرف کالے کاندہ بسے ہوئے ہیں اور دریا کی دوسری طرف ہمارا علاقہ ہے یعنی سفید کاندہ کا علاقہ۔"

"اور وہ خبر ٹیلہ کیسا ہے؟ میں نے پوچھا۔

"وہ میکو میزن کوہ مقدس ہے۔ طفل مقدس کا گھر خانہ دیوتا جہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا" اور جہاں ہاروت نے گھوم کر ہماری طرف دیکھا۔ "ہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا سوائے مہنتوں کے۔"

"اور اگر کوئی وہاں چلا جائے تو؟ میں نے پوچھا۔

"تو پھر میکو میزن اس کی موت یقینی ہے۔"

"تو پھر اس کی پاسبانی کی جا رہی ہے۔"

"ہاں میکو میزن لیکن اس کے پاسبان انسان نہیں ہیں بلکہ وہ روحیں ہی

جنھیں خود طفل مقدس نے مقرر کیا ہے۔

اور ہاروت اس کو وہ مقدس اور اس کے "روحانی پاسبانوں کے متعلق کچھ اور بتانے کے لیے تیار نہ تھا اس لیے میں نے موضوع بدل کے کاندہ لوگوں کے متعلق پوچھا۔ اس نے بتایا کہ کالے کاندہ کے صرف جوانوں کی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ ہو گی۔ بچے اور کم عمران کے علاوہ ہیں۔ رہے سفید کاندہ تو وہ کسی طرح دو ہزار سے زیادہ نہ تھے۔

"تو پھر کوئی تعجب نہیں کہ تم نے روحوں کو اپنے دیوتا کا پاسبان بنایا ہے میں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں میکو میزن۔"

"چونکہ کالے کاندہ تمہارے دشمن ہیں اور اگر ایک بھی مسلح آدمی تمہاری فوج میں سے کم ہو جائے تو اس کا اثر پوری فوج اور اس کے قوت پر پڑ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ .........."

عین اسی وقت ہمارے اطلایہ کا ایک سانڈنی سوار قدرے گھبرایا ہوا آیا اور اپنی مادری زبان میں اس نے کوئی خبر ہاروت کو سنائی۔ یہ کوئی بری خبر تھی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ہاروت قدرے پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے ہاروت؟" میں نے پوچھا۔

"وہ دیکھو میکو میزن؟" اس نے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے اس کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔ ایک شخص ٹٹو پر سوار جھاڑیوں میں سے نکل کے اپنے ٹٹو کو نہایت تیز بھگاتا ہوا ڈھلان اتر کے میدان کی طرف جا رہا تھا وہ اس چوٹی سے، جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے، کوئی نصف میل دور تھا۔

"کوئی سوار ہے، میں نے کہا۔"

"ہاں سوار ہی ہے لیکن سوار کالے کاندہ کے بادشاہ سمبا کا جاسوس ہے جو ہماری آمد کی خبر پہنچانے جا رہا ہے" ہاروت نے کہا "میکو میزن پڑاؤ میں واپس چلو اور رات کے کھانے سے جلد از جلد فراغت حاصل کر لو کیونکہ چاند طلوع ہوتے ہی ہم روانہ ہو جائیں گے۔"

ہم چاند کے طلوع ہوتے ہی روانہ ہو گئے۔ حالانکہ اونٹ دن بھر سفر کرتے رہے تھے اور انہیں ذرا بھی آرام نہ ملا تھا اور نہ ہی وہ پوری طرح سیر ہو کر پانی پی سکے تھے لیکن کیا کیا جاتا ہم مجبور تھے۔

دن بھر ہم سفر کرتے رہے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس تمام عرصے میں ہم ڈھلان اترتے رہے تھے۔ صبح ہونے سے کچھ پہلے ہم کھانا کھانے اور اونٹوں پر نئے سرے سے سامان لادنے کی غرض سے آدھ گھنٹے کے لیے رک گئے۔ اب ان باربردار اونٹوں کی حفاظت مسلح کاندہ کا ایک دستہ کر رہا تھا۔ آدھ گھنٹے کے بعد جب ہم دوبارہ روانہ ہو رہے تھے تو ماروت ہمارے قریب آیا۔ وہ حسب معمول مسکرا رہا تھا۔ اس نے بڑے ادب سے ہمیں سلام کر کے ہاروت کا یہ پیغام سنایا کہ مناسب ہو گا کہ اب ہم اپنی بندوقیں تیار رکھیں کیوں کہ ہم ہاتھی جانا کی مملکت میں داخل ہو رہے تھے۔

"چنانچہ ہو سکتا ہے ہماری مڈبھر جانا سے ہو جائے۔" اس نے آخر میں کہا۔

"یا پھر اس کے پرستاروں سے ہو جائے۔" میں نے لقمہ دیا۔

چنانچہ ہم نے وہ رائفلیں اپنے پاس رکھ لیں جو نئی تھیں بہت عمدہ تھیں اور کارآمد تھیں کیوں کہ ان میں بیک وقت پانچ کارتوس بھرے جاتے تھے لیکن یہ رائفلیں ذرا پیچیدہ تھیں لیکن ہینس نے میری اجازت سے وہ چھوٹی سی رائفل اٹھالی جس کا نام اس نے "انٹومبی" رکھا تھا یہ ایک نالی بندوق تھی جس نے پچھلی تقریباً ساری مہمات میں میری جان بچائی تھی ہینس نے کہا کہ وہ انٹومبی کے مزاج سے واقف ہے اور ان بندوقوں کو سمجھ نہیں سکتا اس کے علاوہ انٹومبی بڑی نیک فال بندوق تھی بہر حال میں ہینس کی نشانے بازی سے واقف تھا۔

وہ اپنے فن میں استاد تھا۔ یعنی ڈیڑھ سو سے گز دور تک کی چیز کو تو وہ بڑی مہارت اور بڑے اعتماد کے ساتھ مار گراتا تھا لیکن اس کے آگے اللہ اللہ خیر سلا یعنی شکار اگر ڈیڑھ سو گز زیادہ دور ہوتا تو پھر ہینس کی نشانے بازی دھری رہ جاتی خواہ اس کے پاس کسی قسم کی ہی بندوق کیوں نہ ہو۔

پندرہ منٹ بعد ہم اونچے نیچے پتھروں کی گردن کوہ میں سے گزر رہے تھے جو ایک چپٹے میدان کی گویا سرحد پر تھی۔ اس وقت پو پھٹ رہی تھی اور وہ کاندہ جو ہمارے

آ گئے تھے، پتھروں کے درمیان سے گزر کر میدان میں پہنچتے ہی ہاروت نے ہاتھ اٹھا کر رک جانے کا اشارہ کیا۔ میں پتھروں کے درے میں سے باہر آیا تو دیکھا سامنے کو نصف میل کے فاصلے پر پانچ سو کے قریب چغہ پوش مارچ کرتے چلے آرہے تھے۔

اس فوج کے زیادہ تر سپاہی سوار تھے۔ بقیہ پیادے لے ان پیادوں میں کے اکثر سپاہی ہر منٹ کے بعد ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور ان جھاڑیوں میں سے نکل نکل کے جو ٹیلے کے قدموں میں تھیں ایک طرف جمع ہو رہے تھے۔ ان کا مقصد صاف ظاہر تھا۔ وہ ہمارا راستہ روکنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کی رنگت سیاہ اور بال حبشیوں کی طرح تھے اور وہ سب کے سب بھالوں سے مسلح تھے۔

ناگاہ اس سیاہ گروہ میں دو گھوڑ سوار نکل کے ہماری طرف بڑھے ان میں سے ایک سفید جھنڈی بلند کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ دونوں سفیر تھے اور ہم سے گفت شنید کرنے آرہے تھے ہمارے ہر اول دستے نے انہیں راستہ دیدیا۔ اور وہ دونوں اپنے گھوڑے بھگاتے اور اونٹوں کی قطاروں میں سے اپنے گھوڑے حیرت انگیز پھرتی اور مہارت سے آگے نکالتے آگے بڑھے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہم ہاروت و ماروت کے ساتھ منتظر کھڑے ہوئے تھے ہمارے سامنے پہنچ کے انہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں یوں کھینچ لیں کہ گھوڑے اپنی پچھلی ٹانگوں پر تقریباً بیٹھ گئے۔ دونوں سواروں نے اپنے بھالے بلند کر کے ہمیں سلام کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ دونوں ہی سفیر بڑے پر وقار اور تنو مند تھے۔ رنگت بالکل سیاہ، خدو خال حبشیوں کے سے بہت زیادہ گھنگھریالے بال جو اس قدر لانبے تھے کہ ان کے کندھوں تک آتے تھے ان کا لباس ہلکا پھلکا تھا۔

وہ کھال کی بر جس سی پہنے ہوئے تھے۔ پیروں میں پیر تلے تھے اور ان کی گردنوں میں ایک ایک زنجیر پڑی ہوئی تھی جو چاندی کی قسم کی کسی دھات کی تھی یہ زنجیر آگے ان کے سینے اور پیچھے کمر تک آئی تھی رہے ان کے ہتھیار سو وہ ایک بھالے' جو سفید کا ندہ کے بھالے کی طرح ہی تھا، اور ایک تلوار پر مشتمل تھے۔ یہ تلوار ہلالی نہ تھی بلکہ سیدھی تھی اور ان کی کمر پر بندھے ہوئے پٹکے میں اڑسی ہوئی تھی البتہ اس تلوار کا دستہ صلیب کی شکل کا تھا یہ جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ سواروں کے ہتھیار تھے۔

پیادوں کے ہتھیار مختلف تھے وہ چھوٹے بھالے گول چرمی ڈھال، نیزہ جو پھینک کر مارا جاتا ہے اور ایک چاقو سے مسلح ہوتے تھے جس کا دستہ سینگ کا ہوتا تھا "سلام ہو تم پر اے طفل مقدس کے مہنتو" آنے والے سفیروں میں سے ایک نے چیخ کے کہا "ہم دیوتا جانا کے پیغامبر ہیں جو بادشاہ سمبا کے منہ سے گفتگو کرتا ہے۔"

"کہ اے دیوتائے شر جانا کے پجاریو" ہاروت نے کہا "سمبا نے کیا پیغام بھیجا ہے؟"

"پیغام جنگ اے مہنت پیغام جنگ تم کالے کاندہ کی سرحد میں کیوں آئے ہو۔ حالانکہ سو سال پہلے جو جنگ ہوئی تھی اور اس کے بعد جو شرائط طے ہوئے تھے ان میں ایک شرط یہ تھی کہ سفید کاندہ ہماری سرحد میں داخل نہ ہوں گے۔ جنوب کا پورا علاقہ، پہاڑوں کے اس پار کا علاقہ بھی کیا تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟ تم نے بہر حال اس شرط کو بھلا دیا ہے تم ہماری سرحد میں داخل ہوئے ہو۔ ہمارے بادشاہ نے تمہیں ہمارے علاقے سے گزر جانے دیا تھا محض اس لیے کہ ہمارا خیال تھا کہ صحرا تمہیں نگل لے گا لیکن تم واپس آگئے ہو اور ہمارا بادشاہ اب تمہیں اپنے علاقے سے گزرنے نہ دے گا۔"

"یہ تو بہر حال ابھی معلوم ہو جائے گا۔" ہاروت نے بڑے سکون سے کہا۔" اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جانا اور طفل مقدس میں سے کون زیادہ طاقتور ہے اور کاندہ لینڈ میں کس کا زور چلتا ہے۔ لیکن چونکہ ہم خون بہانا نہیں چاہتے اس لیے ہم تمہیں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔ یہ سفید فام طفل مقدس کی خدمت میں نذر گزارنا چاہتے ہیں چنانچہ انہیں کوہ مقدس تک لے جانا ضروری ہے اور چونکہ وہاں تک یہی ایک راستہ جاتا ہے اس لیے ہم اسی طرف سے جا رہے ہیں۔ جنوب کی طرف کے جنگل دلدلوں سے پر ہیں اونٹ اس طرف سے نہیں گزر سکتے اور یہ تم بھی جانتے ہو۔ مطلب یہ کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ مجبوراً اس راستے سے آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم ہمیں امن و امان سے گزر جانے دو۔ اور طفل مقدس کے مہنت یہ سفید فام کیا نذر گزارنا چاہتے ہیں؟ ہم جانتے ہیں کیونکہ تمہاری طرح ہم بھی جادو کر سکتے اور دلوں میں جھانک سکتے ہیں۔ اے مہنت!

ہمیں دھوکا دینے اور ہمارے سامنے جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سفید فام دیوتا کے حضور کیا پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کہو تو بتا دیں ؟۔۔۔۔ اچھا سنو۔ وہ نذر ہے ہمارے دیوتا جانا کا خون ان سفید فاموں کو تم اس لیے لائے ہو کہ یہ اپنے عجیب و غریب ہتھیاروں سے دیوتا جانا کا خاتمہ کر دیں گویا ہتھیار جانا پر اثر کر سکتے ہیں۔۔۔۔ اس پر کوئی بھی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا اور یہ تم بھی جانتے ہو۔ بہر حال ان سفید فاموں کو ہمارے حوالے دو کہ ہم انہیں جانا پر بھینٹ چڑھا دیں۔ اس کے بعد ہی تم تمہیں اپنے علاقے میں سے گزرنے دیں گے۔"

"اگر ایسا ہی ہے اگر واقعی جانا پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا تو پھر تم کیوں ان سفید فاموں سے ڈرتے ہو ؟" ہاروت نے کہا "اس کے علاوہ یہ لوگ جانا کو کوئی نقصان بھی پہنچانا نہیں چاہتے اور پھر انہیں تمہارے حوالے کر دینا اصول مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں چنانچہ معزز ہیں اور ہم انہیں تمہارے حوالے نہیں کر سکتے کہ ہاتھی جانا ان کے ٹکڑے اڑا دے سمبا کے سفیرو! واپس جاؤ اور اپنے بادشاہ سے کہو کہ اگر اس کے ایک بھی سپاہی نے ہمارے خلاف بھالا اٹھایا تو طفل مقدس کا قہر اس پر اور اس کی رعایا پر نازل ہو گا۔ کڑک و گرج کی صورت میں سخت بارش کی صورت میں قحط کی صورت میں جنگ کی صورت میں جاؤ طفل مقدس کا مہنت جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا۔"

اور میں نے دیکھا کہ ہاروت کی اس دھمکی نے جو طفل مقدس کا قہر نازل ہونے کے متعلق تھی، اور سفید کاندہ کے جنگلی نعروں نے سفیروں پر عجیب اثر کیا۔ ان کے منہ لٹک گئے اور وہ خوفزدہ ہو کر بے اختیار کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ صاف ظاہر تھا کہ طفل مقدس کے قہر سے وہ ڈرتے تھے صاف ظاہر تھا کہ طفل مقدس کے قہر کا مطلب تھا تباہی مکمل ترین تباہی ان لوگوں نے اپنے گھوڑوں کو موڑا اور حیرت انگیز تیزی سے وادی کی طرف چلے جہاں کالے کاندہ جمع ہو رہے تھے۔

"میکو میزن! اب جنگ کے بغیر چارہ نہیں، ہاروت نے کہا اور اگر ہم زندہ رہے تو فتح ہماری ہو گی بے شک فتح ہماری ہو گی یہ میں جانتا ہوں فتح۔ فتح موت ہو، دیوتائے شر جانا کے لیے۔"

اور فوراً ہی اس نے چند احکامات جاری کئے دیکھتے ہی دیکھتے سفید کاندہ کا پورا دستہ تین حصوں میں تقسیم ہو کر اس طرح صف در صف کھڑا ہو گیا کہ اگر بادلوں میں سے دیکھا جاتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے ایک زبردست شاہین اپنے بازو پھیلائے دھوپ کھا رہا ہو۔

ہاروت اس انسانی مثلث کے سرے پار اس پہ کھڑا ہوا تھا میں ہینس اور ماروت کے ساتھ مثلث کے بازو کے عین درمیان میں تھا اور ریجنال اور سیویج کو ہمارے مقابل کھڑا کیا گیا تھا اس طرح ہمارے اور ریجنال و سیویج کے درمیان اس زبردست مثلث کا زبردست خانہ چھٹا ہوا تھا۔ یعنی میدان بار برداری کے اونٹ اور ان کے محافظ اسی میدان میں تھے۔ ان کی حفاظت کے لیے مزید چند سپاہیوں کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ یہ سپاہی اونٹوں اور ان کے محافظوں کے عقب میں مستعد کھڑے ہوئے تھے۔

چونکہ ہم سفید فاموں کو الگ کر دیا گیا تھا اس لیے ابتدا میں ہم نے صدائے احتجاج بلند کی۔ لیکن ہاروت نے کہا کہ اگر سفید فام دونوں صفوں میں ہوئے تو کاندہ لوگوں کی ان دونوں صفوں کی ہمت بندھی رہے گی اور اس نے اسی لیے قصداً مجھے اور ہینس کو پچھلی اور سیویج اور ریجنال کو اگلی صف میں رکھا تھا چنانچہ ظاہر ہے کہ اب ہم کچھ نہ کہہ سکتے تھے میں نے اور ہینس نے ریجنال اور سیویج سے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے کو بڑے صدق دل سے فتح و نصرت اور سلامتی کی دعا دی۔

اور یوں ہم چاروں ساتھی جدا ہوئے سیویج بیچارا بہت زیادہ پریشان اور قدرے سہما ہوا تھا اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی کیونکہ پہلے کبھی وہ کسی جنگ میں شریک نہ ہوا تھا البتہ ریجنال کسی جنگجو بادشاہ کی طرح خوش تھا اور اس میں بھی کوئی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ وہ جن لوگوں کی نسل سے تھا وہ بڑے جنگجو رہے تھے اور سو پشت سے پیشہ، آبا سپہ گری" والا معاملہ تھا اور کسی بھی جنگجو کے لیے میدان جنگ سے زیادہ مسرت انگیز منظر کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔



اس کے بعد کی دوڑ عجیب، تیز اور دل ہلا دینے والی تھی۔
اونٹ ہر چند کہ رات بھر سفر کرتے رہے تھے اور تھکے ہوئے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میدان جنگ کا مخصوص جوش ان پر بھی غالب آگیا تھا۔ چنانچہ وہ ایسی تیزی سے بھاگے کہ میں حیران رہ گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اونٹ ایسی تیزی سے بھاگ بھی سکتا ہے۔ ہماری فوج نہایت تیزی مگر ترتیب سے ڈھلان اترنے لگی اور ہمارے ساتھیوں کے بھالوں کے پھل دھوپ میں منور دکھائی دینے لگے۔ سب خاموش تھے، کوئی آواز نہ سنائی دے رہی تھی سوائے اونٹوں کے قدموں کی آواز کے کبھی کبھی کوئی جوشیلا جوان اپنے اونٹ کو تیز بھگانے کے لیے اس کی پسلیوں میں بھالے کا دستہ کھبو دیتا تو اونٹ بلبلا اٹھتا۔ جب تک سفید اور کالے کاندہ کی صفیں آپس میں ٹکرا نہ گئیں تب تک ہر ایک نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے۔ اور جب صفیں ٹکرائی ہیں تو یہ سچ ہے کہ ایک فلک شگاف نعرہ بلند ہوا "طفل مقدس کی جسے 'موت ہو جانا کے لیے۔"
لیکن یہ نعرہ چند منٹ بعد اور دونوں فوجوں کے ٹکرانے کے وقت بلند ہوا تھا۔

اس وقت تو ہم ایک اندھے جوش کے عالم میں دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے اور جب ہم دشمن سے زیادہ دور نہ تھے تو میں نے دیکھا کہ کالے کاندہ کے پیادے یکے بعد دیگرے چھ صفیں بنائے ہمارے حملے کو روکنے اور اس کا زور توڑنے کے لیے کھڑے تھے کھڑے کیا تھے ان کی اگلی دو صفیں ایک گھٹنا کھڑا کر کے اور دوسرا زمین پر ٹیک کے بیٹھ گئیں تھیں اور ان دونوں صفوں کے ہر سپاہی نے اپنا بھالا آگے کی طرف اس طرح لمبا کر رکھا تھا کہ اس کی نوک ہماری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ چنانچہ پانچ چھ سو بھالوں کے پھل ایک ساتھ ہماری طرف اٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں چھید کر رکھ دیں گھٹنوں کے بل بیٹھی اور اپنے بھالے اٹھائے ہوئی ان خوفناک صفوں کے دائیں بائیں اور ان سے کوئی پاؤ میل کے فاصلے پر کالے کاندہ کے سوار تھے یہ سوار دو دستوں میں تقسیم تھے اور ہر دستے میں تقریباً سو گھوڑے تھے۔

ہم آگے بڑھے تو ہماری صفوں کا مثلث ایک طرف سے ذرا ٹیڑھا ہو گیا۔ اور ایسا یقیناً ہاروت کی ہدایت سے ہوا تھا پچھلی ترتیب میں اس فوری تبدیلی کی وجہ پہلے تو میری سمجھ میں نہ آئی لیکن چند منٹوں بعد ہی یہ معمہ حل ہو گیا۔ مطلب یہ تھا کہ پیادوں پر بالکل سامنے سے نہیں بلکہ چھوٹا سا زاویہ بنا کر حملہ کیا جائے بہت عمدہ اور قابل تعریف داؤں تھا یہ کیونکہ چند منٹوں بعد ہی جب ہم نے ذراہٹ کے پہلو کی طرف سے حملہ کیا تو صحیح معنوں میں پیادوں کو کچل کے رکھ دیا میرے خدا! ہم پیادوں میں یوں گھستے چلے گئے جس طرح مکھن کی ڈھیری میں چاقو تیزی سے بھاگتے ہوئے اونٹوں نے انہیں روندھ کر رکھ دیا۔ اگر روشندان پر لگا ہوا معمولی کاغذ ہوا کے شدید طوفان کو روک سکتا ہے تو پھر کالے کاندہ کے پیادے بھی اونٹوں کی بے پناہ یلغار کو روک سکتے تھے لیکن ظاہر ہے کہ معمولی سے کاغذ کی ہوا کے جھکڑوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں چنانچہ پیادوں کی بھی تیزی سے بھاگتے ہوئے اونٹوں کے سامنے کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ اونٹوں کی لمبی لمبی ٹانگوں سے الجھ کر اور ان کی ٹھوکریں کھا کر انبار پر انبار لڑھکنے لگے اور سفید کاندہ کے بھالوں نے ان کے جسموں کو چھلنی بنا کے رکھ دیا۔

"میرے خدا! طفل مقدس کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے میں نے ایک سرخوشی کے عالم میں سوچا۔"

لیکن میرا یہ خیال ایک خیال خام ہی تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ سارے کالے کاندہ مارے نہ گئے تھے میں نے دیکھا کہ ناگہاں کالے کاندہ گروہ در گروہ اونٹوں کے درمیان نمودار ہوئے اور ان بلند قامت جانوروں کی کونچیں کاٹنے یا ان کی گردنوں اور پیٹ پر اپنے بھالوں سے حملے کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اس کے علاوہ میں کالے کاندہ کے گھوڑ سواروں کو بھی بھول گیا تھا۔ اگلی صفوں کے الجھادے سے جیسے ہی ہمارے حملے کا زور کم ہوا کہ کالے کاندہ کے گھوڑ سوار ہمارے دائیں اور بائیں پہلو پر یا عسکری اصطلاح میں میمنہ اور میسرہ پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ ہم نے پلٹ کر ان کے اس سخت حملے کو روکنے کی کوشش کی لیکن ان کا حملہ ایسا سخت و شدید تھا کہ وہ ہماری دائیں اور بائیں صفوں کو ڈھکیلتے اور ریلتے ہوئے اس جگہ تک لے گئے جہاں باربرداری کے اونٹ کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ کالے کاندہ کے گھوڑ سواروں کا یہ جوش و خروش ان کے حملے کی یہ شدت خود ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ کاندہ کے گھوڑ سواروں نے بیک وقت ہمارے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا تھا اور وہ ہماری صفوں کو ایک جوش کے عالم میں دونوں طرف سے دباتے چلے آرہے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے گھوڑ سوار ہمارے سپاہیوں کو دباتے دباتے آخر کار خود ہی ایک دوسرے کے سامنے آگئے اور یکایک ایک دوسرے میں گھس پڑے اور پھر دوست دشمن کی تمیز نہ رہی اور خود کالے کاندہ میں ہی بھالے اور چاقو چلنے لگے اور وہ اپنے ہی آدمیوں کو قتل کرنے لگے اس سے پہلے کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا خدا جانے ہم کس کا حکم سن کر سنبھلے پلٹے اور آپس میں ہی الجھے ہوئے گھوڑ سوار تو ہمارے سپاہیوں کے بھالوں میں چھد کر رہ گئے اور کچھ اس طرح دھکا پیل میں اپنے گھوڑوں پر سے نیچے آرہے اور پھر انہیں اٹھنا نصیب نہ ہوا۔

اس گڑبڑ میں یہ بھی ہوا کہ میں، ماروت، ہینس اور پندرہ شتر سوار فوج سے کٹ گئے۔ میں نہیں کہہ سکتا اور نہ جانتا ہوں کہ یہ کیسے ہوا لیکن حقیقت ہے کہ ہمارا یہ گروہ فوج سے الگ تھا، اور گھوڑ سوار تھے۔ پلٹ پلٹ کر نہایت شدت سے ہم پڑپے بہ پے حملے کر رہے تھے۔ اور ہم یعنی میں ماروت ہینس اور پندرہ شتر سوار ان کے حملے

روک رہے تھے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے اور موقع بے موقع وار بھی کر رہے تھے۔ یہاں میں نے لفظ "ہم" استعمال کیا ہے جس سے میری مراد ہمارے ساتھیوں سے ہے۔

چنانچہ آپ کو یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں اور ہینس بھی جنگ کر رہے تھے۔ جی نہیں۔ ہم دونوں کو تو اب تک اپنے ہتھیار استعمال کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا تھا۔ حملہ آوروں کا زور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ہمارے اونٹ زمین پر مردہ پڑے تھے یا پھر زخمی تھے۔ البتہ اب بھی ایک اونٹ بڑی شان سے اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہوا تھا جی نہیں آپ کا اندازہ غلط ہے۔ یہ میرا نہیں بلکہ ہینس کا اونٹ تھا۔ حیرت پر حیرت یہ کہ اس اونٹ کو ایک بھی زخم نہ آیا تھا۔ ادھر ہم سب کے اونٹ یا تو مردہ ہو کے ڈھے گئے تھے۔ یا پھر زخمی ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم سب پیدل ہو گئے تھے اب تک میں نے اپنی بندوق استعمال نہ کی تھی اب تک میں نے ایک بھی فیر نہ کیا تھا۔ اول تو اس لیے کہ میں نہ چاہتا تھا کہ میرا نشانہ خطا کر جائے۔ دوم اس لیے کہ اونٹ کی پیٹھ پر بندوق چلانا ممکن نہ تھا کیونکہ اونٹ کا سوار جھولے سے کھاتا رہتا ہے اور اس لیے کہ میں بے ضرورت ان کالے وحشیوں کی جان نہ لینا چاہتا تھا لیکن اب سوال زندگی اور موت کا تھا۔ اب صورت حال تبدیل ہو چکی تھی اور مجھے اپنی جان بچانا تھی۔ اس لیے میں اپنے مرتے ہوئے اونٹ کی جو تڑپ رہا تھا۔ اور اپنا سر پٹخ رہا تھا۔ اوٹ میں لیٹ گیا اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنی بندوق کے پانچوں کارتوس کالے کانده کے ہجوم پر خالی کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ چند منٹ بعد ہی پانچ بے سوار گھوڑے دولتیاں جھاڑتے ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور ہجوم میں سے نکلنے کے لیے راستہ تلاش کر رہے تھے۔

بندوق کے دھماکوں اور کالے کانده کے پانچ سواروں کی فوری موت کا اثر کالے کانده پر خاطر خواہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے بندوق کی قسم کی کوئی چیز پہلے کبھی نہ دیکھی تھی چنانچہ وہ خوفزدہ ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹے اور ششدر سے کھڑے رہ گئے۔ موقعہ غنیمت جان کر میں نے بندوق بھر لی کالے سواروں نے پھر حملہ کیا، میں نے پھر پانچ سوار مار گرائے اور وہ پھر خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ اب انہوں نے نہایت شدت سے تیسرا حملہ کیا۔ میں نے حتی الامکان ان کے حملے کا جواب دینے کی کوشش کی لیکن

اس دفعہ ان کے صرف تین آدمی اور ایک گھوڑا میری گولیوں کا شکار ہوا۔ پانچواں نشانہ صاف خطا کر گیا مجھے بندوق چلانے کے لیے مرغ باد نما کی طرح ادھر سے ادھر گھوم جانا پڑا تھا۔

اور اب۔۔۔ آخر کار کھیل ختم ہو چکا تھا کیونکہ میرے پاس اب بھی کارتوس نہ رہ گیا تھا سوائے ان دو کے جو میرے جیبی پستول میں بھرے ہوئے تھے۔ آپ پوچھیں گے کہ میں نے کیا حماقت کی کہ کارتوسوں کا ذخیرہ لیے بغیر جنگ میں شریک ہوا تھا؟ اس کا سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی احتیاط اونٹ پر بیٹھنے والا اگر بہت سے کارتوس اپنی جیب میں رکھ لے یا پیٹی میں اڑس لے اور پھر اونٹ کے چلنے یا دوڑنے وہ یعنی سوار، آگے پیچھے اور دائیں بائیں ڈولتا رہے اور کارتوس اونٹ کی پیٹھ سے رگڑ کھاتے رہیں تو ظاہر ہے کہ وہ خود بخود جل اٹھیں گے بس یہی ایک خیال تھا جس نے مجھے کارتوس اپنی جیبوں میں بھرنے سے باز رکھا تاہم میں نے ایک تھیلی میں چالیس پچاس کارتوس بھر لیے تھے لیکن وہ تھیلی سیوتیج نے بڑی خدمت گزاری کا ثبوت دیتے ہوئے مجھ سے لے کر اپنے اونٹ کے کجاوے سے لٹکا دی تھی اور اب اس سے یہ تھیلی حاصل نہ کر سکتا تھا کیونکہ ہم دونوں کے درمیان دشمن کا بحر ذخار حائل تھا۔ چنانچہ غلطی نہ تو میری تھی اور نہ سیوتیج کی البتہ جو کچھ ہوا اس کی تمام تر ذمہ داری ہینس پر عائد ہوتی تھی۔ وہ اس قسم کے معاملات میں شروع سے ہی بے پروا تھا اور جو کچھ ہوا وہ اس کی بے پروائی کی ہی وجہ سے ہوا۔ اسے چاہئے تھا بلکہ اسے اطمینان کر لینا چاہئے تھا کہ میں نے حسب ضرورت کارتوس لے لیے ہیں یا نہیں۔ یہ ان اتفاقات میں سے ایک تھا جو ایسے نازک موقعہ پر لازمی ہو جاتے ہیں اور جن سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے ہی اتفاقات ہوتے ہیں جو واقعات کے دھارے کا رخ موڑ دیتے ہیں

ہمارے شتر سوار، یا جتنے بھی ان میں سے زندہ بچ گئے تھے، خود ہماری یعنی میری، ہینس اور ہمارے ساتھیوں کی حالت سے بے خبر فتح کے پھریرے اڑاتے اور بار برداری کے اونٹوں کو ہنکاتے شمال کی طرف چلے جا رہے تھے کم سے کم وہ کالے کاندہ کی صفوں کو توڑ کے میدان میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور چونکہ دشمن ان کا تعاقب نہ کر رہا تھا اس لیے ظاہر ہے کہ وہ فاتح ہی تھے۔

ادھر کالے کاندہ بقیہ سفید کاندہ کو، جو ان کے درمیان چھوٹ گئے تھے اور زخمیوں کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں میں یہ بتادوں کہ وہ سفید کاندہ کے زخمیوں کو ہی قتل کر رہے تھے اور اپنے زخمیوں کو اٹھا اٹھا کر محفوظ مقام پر پہنچا رہے تھے۔ اگر جنگ کی گڑبڑ میں کسی کو ہمارا خیال آیا بھی تھا تو اس نے یہی سمجھ لیا ہو گا کہ ہم مارے گئے اور ہمارے ان ساتھیوں نے بھی، جو فتح و ظفر کے ترانے گاتے دور ہوتے جا رہے تھے۔

ماروت خدا جانے کہاں سے نکل کے میرے قریب آیا۔ اس کے بدن پر ایک خراش تک نہ آئی تھی وہ اپنا خون اگلتا بھالا ہلا رہا تھا اور حسب معمول مسکرا ر رہا تھا۔

"آقا میکو میزن!" اس نے کہا "خاتمہ قریب ہے طفل مقدس نے دوسروں کو بچا لیا لیکن وہ ہمیں بھول گیا اب تم کیا کرو گے؟ میری مانو اور آپ ہی اپنا خاتمہ کر لو کہو تو میں اپنا بھالا تمہارے سینے میں اتار دوں؟ یا پھر اس وقت تک گولیاں چلاتے رہو جب تک کہ تم گرفتار نہیں ہو جاتے"

"میرے پاس چلانے کی گولیاں نہیں رہ گئی ہیں لیکن یہ بتاؤ اگر ہم نے ہتھیار ڈال دیے اور ہمیں گرفتار کر لیا گیا تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟"

"قیمہ"

"ایں"

"ہاں میکو میزن ہمیں سمبا کے شہر میں لے جایا جائے گا اور پھر ہمیں دیوتائے شر جانا پر بھینٹ چڑھا دیا جائے گا کس طرح؟ یہ بتانے کا وقت نہیں ہے چونکہ وقت بہت کم ہے اسلئے میں تو جلد از جلد اپنا خاتمہ کر لینا چاہتا ہوں۔ تو پھر ماروت مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تم احمقوں کے سردار ہو آدمی مر گیا سو مر گیا یعنی قیامت سے پہلے وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن تم قیامت وغیرہ کو کیا جانو چنانچہ یہ سمجھو کہ ہم مر کر کچھ نہیں کر سکتے لیکن زندہ رہ کر جانا سے نہ صرف بچ سکتے بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں مرنے میں جلدی مچانے کی کوئی ضرورت نہیں اگر صورت حال واقعی بگڑ گئی اور بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مرے پاس ایک پستول ہے اور اس میں دو گولیاں ہیں ایک میرے لیے اور دوسری تمہارے لیے۔"

اور اب ماروت نے گھوم کر ہمارے ساتھیوں کو صورت حال اور میرے فیصلے

سے آگاہ کیا آخر میں ہمارے ساتھیوں نے بڑا ہی عجیب مگر میرے خیال میں دلیرانہ فیصلہ کیا۔ البتہ اس فیصلے میں تین سفید کاندہ شریک نہ ہوئے۔ شاید اس لیے کہ وہ نڈر اور دلیر نہ تھے۔ یا پھر کسی اور وجہ سے انہوں نے میر ااور ماروت کا ساتھ نہ دیا۔ ان تین کے علاوہ ہمارے بقیہ ساتھی خاموش کھڑے دشمن کے قریب آنے کا انتظار کرتے رہے اور جب دشمن قریب آگیا تو یہ لوگ سر جھکا کے کالے کاندہ کی طرف چلے گویا اپنے ہتھیار ان کے حوالے کرنے جا رہے ہوں۔ کالے کاندہ کے چند سپاہی گھوڑوں پر سے کود کر ہمارے ساتھیوں کی طرف بھاگ پڑے غالباً انہیں گرفتار کرنے کے لیے ہمارے ساتھی اس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ کالے کاندہ نے انہیں اپنے گھیرے میں نہ لے لیا اور پھر وہ طفل مقدس کی جے کے فلک بوس نعرے کے ساتھ کالے کاندہ پر ٹوٹ پڑے اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کو بہت سا جانی نقصان پہنچانے کے بعد خود بھی کٹ مرے۔

"بڑے بہادر تھے یہ لوگ" ماروت نے کہا۔ "خیر یہ لوگ اب طفل مقدس کے دربار میں پہنچ گئے ہیں اور انہیں اپنی رحمتوں سے نواز رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم بھی جلدی ہی اس کے دربار میں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے سر ہلا دیا مگر کوئی جواب نہ دیا۔ جواب دے ہی نہ سکا کیونکہ اس وقت میں خود اپنی ہمت سمیٹنے میں مصروف تھا کہ اپنے بچے ہوئے ساتھیوں کو بچانے کے لیے دشمن سے گفتگو کر سکوں۔

ہمارے ان ساتھیوں کے جن میں سے ایک بھی زندہ نہ تھا، خلاف توقع اور سخت حملے نے، جس میں بہت سے دشمن مارے گئے تھے کالے کاندہ کو ایک دم سے مشتعل کر دیا تھا۔

اور اب وہ ہماری طرف۔۔۔۔ ہم اب صرف چھ آدمی تھے۔۔۔۔، جانا۔ جانا،، کے نعرے لگاتے ایسی تیزی سے بھاگے آرہے تھے۔ کہ معلوم ہوتا تھا ہمیں اپنے گھوڑوں کے سموں تلے کچل کر رکھ دیں گے۔

اس مشتعل ہجوم کے آگے ایک دیو ہیکل سوار تھا جس کی داڑھی گھنی اور کھچڑی تھی اس کا لباس اپنے ساتھیوں سے مختلف تھا اور سینے پر بہت سی روپہلی زنجیریں

لٹک رہی تھیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ یا تو سپہ سالار ہے یا پھر کالے کاندہ میں کوئی بڑے رتبے کا اور معزز شخص ہے۔

یہ مشتعل ہجوم ہم سے کوئی گز کے فاصلے پر تھا اور میں اپنے آپ پر فاتحہ پڑھنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ میری پشت کی طرف سے اور کہیں اوپر سے بندوق کے دھماکے کی آواز سنائی دی اور ابھی دھماکے کی گونج میں کمی واقع بھی نہ ہوئی تھی کہ ہجوم سے آگے آئے ہوئے کھچڑی داڑھی والے نے اپنے دونوں ہاتھ ایک دم سے پھیلا دیئے بھالا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا اور دوسرے ہی لمحہ خود داڑھی والا مردہ ہو کر گھوڑے پر سے گر رہا تھا۔

میں نے جلدی سے گردن گھما کے نیچے دیکھا۔ یہ ہینس تھا جس نے گولی چلائی تھی۔ وہ اب بھی اونٹ پر سوار تھا، اب بھی اس کے منہ میں پائپ تھا اور اس کے ہاتھ میں میری وہی رائفل تھی جس کا نام "انٹو مبی" تھا۔ انٹو مبی بھی نیلا نیلا دھواں اگل رہی تھی ہینس نے اس دن یہ پہلی دفعہ گولی چلائی تھی اور اتفاقاً یا پھر نشانے بازی سے کالے کاندہ کے ایک افسر کو مار گرایا تھا۔

داڑھی والے کی اس خلاف توقع اور فوری موت نے کالے کاندہ کو نہ صرف دم بخود بلکہ غمزدہ اور دل شکستہ بھی کر دیا۔ ان کی پیش قدمی رک گئی اور وہ گھوڑے پر سے گرے ہوئے داڑھی والے کے گرد جمع ہو گئے۔ عین اس وقت ایک ادھیڑ شخص، جو بڑا ہی۔ معلوب الغضب اور تندخو معلوم ہوتا تھا اور جو وحشت انگیز لباس میں ملبوس تھا، اپنے گھوڑے پر سے اتر کے مردہ یا شاید مرتے ہوئے داڑھی والے پر جھک گیا۔ غالباً یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔

"وہ ادھیڑ عمر کا شخص، جو ابھی ابھی گھوڑے پر سے اترا ہے، بادشاہ سمبا ہے" اروت نے مجھے مطلع کیا۔

"کاش میرے پاس ایک کارتوس۔۔۔ صرف ایک کارتوس ہوتا اور جس نے سمبا کو بھی...... میں نے کہنا شروع کیا لیکن پھر خاموش ہو گیا۔

اونٹ پر بیٹھا ہوا ہینس مجھے مخاطب کر رہا تھا۔

"الوداع باس۔ اب میں نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس ناہموار پیٹھ پر بیٹھ کر

انٹومبی میں بارود بھرنا ممکن نہیں۔ میں جارہا ہوں باس۔ اگر دوسری دنیا میں تمہاری ملاقات اپنے باپ سے ہو جائے تو انہیں میرا سلام کہنا اور پھر کہنا کہ وہ آگ کے کھڈ میں میرے لیے ایک عمدہ مکان تیار کر رکھیں۔"

اور اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا اس نے اپنا اونٹ موڑا۔۔۔۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اس کا اونٹ زخمی تھا۔۔۔۔ اور اسے نہایت تیزی سے بھگا دیا لیکن طفل مقدس کے شہر کی طرف نہیں بلکہ اس ٹیلے کی طرف جس کے دامن اور پہلوؤں پر خار دار جھاڑیاں اور اونچی اونچی گھاس اگ رہی تھی اور وہاں پہنچتے ہی وہ اس کا اونٹ چونکا دینے والی تیزی سے غائب ہو گئے۔

اگر دشمن نے ہینس کو فرار ہوتے دیکھا بھی تو کسی نے اس کا تعاقب نہ کیا۔ لیکن وہ لوگ اپنے مردہ افسر گورو کی طرف یوں متوجہ تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کسی نے ہینس کو فرار ہوتے نہ دیکھا یا اگر انہوں نے اسے فرار ہوتے دیکھا تو اس خیال سے اس کا تعاقب کرنے سے باز رہے کہ مبادا وہ انہیں سفید کا ندہ کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسا دے۔ بہر حال میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے ہینس اور اس کے فرار کے متعلق کیا رائے قائم کی کیونکہ کبھی انہوں نے اس شتر سوار کا ذکر نہ کیا جو ان کے ایک بہادر افسر کو، جو سمبا کا چچا بھی تھا، مار کے بھاگ گیا تھا۔ پتہ نہیں وہ اس کے وجود سے بھی واقف تھے یا نہیں۔ بہر حال ہینس صحیح سلامت نکل چکا تھا۔

ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ وہی لوگ، جو ابھی چند سکنڈ پہلے ہی انتہائی جوش و خروش کا مظاہرہ کر چکے تھے، گورد کی موت سے ایسے دل شکستہ ہوئے کہ ان کا سارا جوش و خروش صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں ہم سے نہ صرف ڈرنے لگے تھے بلکہ ہمیں انسان سے بالا کوئی اور ہستی تصور کر رہے تھے۔

کئی منٹوں تک کالے کا ندہ سر ہلاتے، ہماری طرف دیکھتے اور آپس میں مشورہ کرتے رہے۔ آخر کار تنہا ایک سوار ہجوم سے الگ ہو کے ہماری طرف بڑھا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ان سفیروں میں سے ایک تھا جو جنگ سے پہلے سمبا کا پیغام لے کر آئے تھے اس وقت بھی وہ سفید جھنڈی بلند کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ میں نے یہ ظاہر کرنے کے

لیے کہ اس پر گولی نہ چلاؤں گا اپنی بندوق جھکالی۔ یوں بھی میں گولی نہ چلا سکتا تھا کیونکہ بندوق خالی تھی مجھے بندوق جھکاتے دیکھ کر سمبا کا پیغامبر آگے بڑھا، ہم سے چند قدم کے فاصلے پر آکر رکا اور ماروت کو مخاطب کر کے یوں کہنے لگا :۔

''اب طفل مقدس کے دوسرے مہنت۔ یہ الفاظ ہیں ہمارے بادشاہ سمبا کے یوں کہا ہے اس نے آج کے دن تمہارے دیوتا نے ہمارے مقابلے میں بڑی قوتوں کا مظاہرہ کیا ہے اور تمہاری مدد کی ہے۔ لیکن آئندہ معاملہ اس کے برعکس ہوگا اور ہمارے دیوتاء کی قوتیں تم پر اور تمہارے دیوتا پر غالب آجائیں گی میرا خیال تھا کہ میں نے تم کو جال میں پھانس لیا ہے چنانچہ میں شکاری ہوا اور تم شکار۔ لیکن تم بہت سا نقصان اٹھانے کے بعد جال میں سے نکل بھاگے''۔ اور یہاں پیغامبر نے ہماری اس فوج کی طرف دیکھا جو واپس جارہی تھی اور وہ دور پر گرد و غبار اڑتا نظر آرہا تھا۔ وہ لوگ بہت دور پہنچ چکے تھے۔ ''اور میں شکاری خود شکار کے سینگوں سے رگید اگیا'' اور پیغامبر نے دان کی طرف دیکھا جو لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ شکار کے ہجوم کا سب سے زبردست شکار ''اور یہاں اس نے میری طرف دیکھا۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو میں اس معزز خطاب پر فخر محسوس کئے بغیر نہ رہتا اور تم اے ماروت اور دو چار دوسرے جواب بھی زندہ ہیں اس وقت بھی میرے جال اور میرے اختیار میں ہیں اور تمہارے سینگ جادو کے سینگ ہیں خصوصاً اس سفید سانڈ کے سینگ ''اشارہ پھر میری طرف اور میری بندوق کی طرف'' یہ سینگ بہت دور سے انسانوں کے جسم میں سوراخ کر دیتا ہے اور وہ مر جاتے ہیں۔''

''چنانچہ'' پیغامبر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ''میں بادشاہ سمبا' ایک پیشکش کر رہا ہوں۔ اپنے ہتھیار ڈال دو اور میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی بھالا تمہارا دل نہ چیرے گا اور کوئی چاقو تمہارے حلق کو نہ چھوئے گا تمہیں میرے شہر تک لے جایا جائے گا۔ تم ہمارے قیدی بن کر رہو گے لیکن تمہاری حیثیت عالم اور جنگی قیدیوں کی سی نہ ہو گی بلکہ تمہارے آرام کا خیال رکھا جائے بلکہ اور تمہیں وہی کھلایا جائے گا جو ہم کھاتے ہیں یہاں تک کہ سفید اور کالے کاندہ میں ایک بار پھر صلح نہیں ہو جاتی۔ لیکن اگر تم نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تو پھر میں تمہیں نرغے میں لے لوں گا اور رات کے اندھیرے میں دفعتہً تم پر حملہ کر کے تم سب کا خاتمہ کر دوں گا یا شاید یوں کروں گا کہ

تمہیں نرغے میں لے کر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ بھوک اور پیاس سے تم لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر جاؤ گے۔ یہ ہیں میرے الفاظ یہ ہیں بادشاہ سمبا کے الفاظ میں بادشاہ سمبا کہہ چکا جو مجھے کچھ کہنا تھا اپنی تقریر ختم کر کے بادشاہ کا پیغامبر پیچھے ہٹا اور حدود سماعت سے باہر جا کر منتظر کھڑا ہو گیا۔

"میکو میزن! کیا جواب ہے تمہارا؟" ہاروت نے پوچھا۔

میں نے اس کے اس سوال کا جواب دوسرے سوال سے دیا۔

"کیا اس بات کا امکان ہے ماروت کہ تمہارے لوگ ہمیں بچا لیں؟" ماروت نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میکو میزن! آج ہم نے کالے کاندہ کی فوج دیکھی ہے وہ ان کا اور صرف ایک دستہ پیادوں کا کل بہت سی فوج اکٹھی ہو جائے گی۔ اتنی بہت سی کہ ہم اس کا مقابلہ کرنے کا تصور بھی نہ کر سکیں گے نہ کھلے میدان میں اور کمینگاہوں میں بیٹھ کے۔ اس کے علاوہ ہاروت ہمیں مردہ یقین کرے گا چنانچہ اب تو ہمیں اپنی قسمت پر ہی بھروسہ کرنا ہے بشرطیکہ طفل مقدس ہماری مدد نہ کرے۔"

"تو پھر" جیسا کہ اس سیاہ فام بادشاہ نے کہا ہے، ہم واقعی جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور اگر سمبا نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس نے کہا ہے، یعنی رات کے اندھیرے میں دفعتہً ہم پر حملہ کر دیا تو ظاہر ہے کہ ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا اس کے علاوہ مجھے پیاس ابھی سے معلوم ہونے لگی ہے اور پینے کو کچھ ہے نہیں لیکن یہ بتاؤ ماروت کہ بادشاہ اپنے وعدے پر قائم رہے گا؟ میرے دوست! دشمن کے بھالوں کی چبھن محسوس کر کے مرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ میرا مطلب ہے آسان طریقے"

"میں تو سمجھتا ہوں کہ سمبا اپنے وعدے پر قائم رہے گا لیکن جیسا کہ اس کے پیغامبر نے کہا ہے اس کے الفاظ میں ایک بھی لفظ کا نہ تو اضافہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی لفظ کم ہو گا۔ کہو میکو میزن جو کہنا ہے جلدی کہو کیونکہ دیکھو کالے کاندہ ہمیں نرغے میں لینے لگے ہیں۔"

"ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں آقا کہ جو طفل مقدس کو منظور ہو

حالانکہ اب ہم سوچتے ہیں کہ ہم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑ کے مر گئے ہوتے تو اچھا ہوتا" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

چنانچہ میں اور ماروت آپس میں چند سیکنڈ تک مشورہ کرتے رہے کہ پیغامبر کو اشارہ کیا فوراً ہی اپنا گھوڑا بڑھا کے ہمارے سامنے آکھڑا ہوا اور ماروت نے یوں کہنا شروع کیا :۔

"حالانکہ یہ سفید فام آقا کھڑے کھڑے اپنے جادو کے سینگ سے سمبا کو مار کر گرا سکتا۔ ہے لیکن ہمیں اس کی پیش کش منظور ہے کہ وہ ہمیں قیدی بنا کے لے جائے گا اور ہمارے ساتھ عام جنگی قیدیوں کا سا سلوک نہ کیا جائے گا۔ لیکن یہ سن لو کہ ہمارا بال بھی بیکا ہوا تو تم سے سخت انتقام لیا جائے گا۔ اب سمبا کو چاہئے کہ اپنے وعدے کو سچا اور پائیدار ثابت کرنے کے لیے ہمارے ساتھ صلح کا جام پیئے کیونکہ ہم پیاس محسوس کرنے لگے ہیں"

"نہیں" پیغامبر نے کہا اگر سمبا آگے بڑھا تو یہ سفید فام آقا اپنی اس جادوئی نلکی سے اسے مار گرائے گا یہ نلکی میرے حوالے کر دو اور بادشاہ تمہارے قریب آجائے گا۔"

"یہ لو" میں نے بڑی شان سے بندوق اس کی طرف بڑھا دی کیوں کہ بغیر کارتوس کی بندوق کسی چھڑی سے بھی زیادہ بیکار اور بے مصرف ہوتی ہے۔۔ پیغامبر آگے بڑھا ذرا جھجکا اور بڑے احترام سے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں پر بندوق اٹھالی۔

اور وہ بندوق کو اسی طرح دونوں ہاتھوں پر اٹھائے اور اپنے بدن سے کافی دور رکھے پلٹ کر چل دیا اور اب خود بادشاہ سمبا اپنے چند خاص امراء کے ساتھ گھوڑا بڑھا کے ہماری طرف آنے لگا۔ سمبا کے ساتھیوں میں سے ایک اپنے کندھے سے مشکیزہ لٹکائے ہوئے تھا اور ایک ہاتھ میں ایک عجیب بے ڈھنگا پیالہ لیے ہوئے تھا یہ پیالہ کیا تھا ہاتھی کے ایک دانت کو کھوکھلا کر دیا گیا تھا۔

سمبا بڑے ڈیل ڈول کا پر رعب آدمی تھا اور اسے دیکھ کر انسان پر خواہ مخواہ رعب طاری ہونے لگتا تھا۔ اس کی مونچھیں گھنی اور بڑی تھیں۔ سمبا اپنے ساتھیوں جتنا کالا نہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں پہلے اس کے اجداد نے سفید کاندہ سے ازدواجی رشتہ قائم کر لیا ہو گا۔ وہ ننگے سر تھا اس کے بال لانبے تھے جو ایک سنہرے فیتے سے بندھے

ہوئے تھے اور اس کے ماتھے پر زخم کا ایک گہرا نشان تھا۔ یہ زخم اسے کسی جنگ میں آیا ہو گا۔

اس نے بڑے اشتیاق بڑے غور اور دلچسپی سے میری طرف دیکھا اور اب میں بھی سوچتا ہوں کہ اس نے مجھے دیکھ کے کیا اور کیسا اثر لیا ہو گا۔ میری اس وقت کی ہیت کذائی کو ذرا اپنے تصور میں لانے کی کوشش کیجئے۔ میرا ہیٹ سر سے گر گیا تھا، میرے بال خشک اور بکھرے ہوئے تھے میری جیکٹ اس آخری کالے کاندہ کے خون سے سرخ ہو رہی تھی۔ قصہ مختصراً اس وقت میرا حلیہ عجیب بنا ہوا تھا اور میں سمبا سے بھی زیادہ وحشی معلوم ہو رہا تھا۔ اور میرا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ فوراً ہی سمبا نے پلٹ کے اپنے ساتھیوں سے کہا:۔

"کسی نے سچ کہا ہے کہ تنومند شخص ہمیشہ ہی پر قوت نہیں ہوتا۔ اس سفید خارپشت کی طرف دیکھو اشارہ میری طرف تھا بالکل ہی بونا سا ہے لیکن زبردست قوتوں کا مظاہرہ کیا ہے اس نے۔ اور اسکی آنکھوں کی طرف دیکھو ذرا معلوم ہوتا ہے دل چیر دیں گی دیوتا جانا بھی ان آنکھوں سے خوف کھانے لگ جائے گا۔ بہر حال وقت جو چٹانوں تک کو پیس کے رکھ دیتا ہے، بتا دے گا کہ یہ عجیب آنکھوں والا خارپشت کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔"

سمبا نے یہ باتیں بے حد نیچی آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہی تھیں لیکن میں نے اس کا ایک ایک لفظ سن اور سمجھ لیا تھا۔ چونکہ کاندہ لوگوں کے ساتھ ہم سفر کرتے رہے تھے اس لیے میں نے اس سے فائدہ اٹھا کے ان کی زبان ایک حد تک سیکھ لی تھی
اپنے ساتھیوں کے سامنے میری تعریف کرنے کے بعد سمبا نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اے طفل مقدس کے مہنت اور میرے دشمن ماروت" اس نے کہا کہ تم میرے شرائط سن اور قبول کر چکے ہو چنانچہ اس کے متعلق کچھ کہنا یا اس پر بحث کرنا بے فائدہ ہے۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے اس سے وفا کروں گا جو میں نے کہا اس میں ایک لفظ کی کمی و بیشی نہ ہو گی۔ "بہت اچھا ماروت نے جواب دیا وہ حسب معمول مسکرا رہا تھا۔" اگر تم اپنے شرائط بھول گئے یا ہمیں نقصان پہنچانے کا خیال بھی دل میں لائے تو سن لو کہ

طفل مقدس کے گوناگوں عذاب تم پر اور تمہاری رعایا پر نازل ہو گا۔"

"سمبا! آخر میں ہو گا تو یہی۔۔یا تو جانا طفل مقدس اور اس کے پوجنے والوں سے سمجھ لے گا یا پھر طفل مقدس جانا اور اس کے پرستاروں سے سمجھ لے گا دونوں میں سے کسی ایک کی قوتوں کا خاتمہ ہو کر رہے گا اور دونوں میں سے کون غالب ہو گا اور کون مغلوب یہ صرف طفل مقدس جانتا ہے یا شاید اس کے مہنت جانتے ہیں۔ لیکن سمبا! اس سے تو تمہیں بھی انکار نہ ہو گا کہ آج کی جنگ میں طفل مقدس کے ایک پرستار کے مقابلے میں جانا کے تین پرستار مارے گئے ہیں چنانچہ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آخری فتح کس کی ہو گی۔ اس کے علاوہ ہمارا کارواں اب تمہاری دسترس سے باہر ہو چکا ہے اور اس کارواں میں دو سفید آقا بھی ہیں جن کے پاس ایسی بہت سی جادوئی شکلیں ہیں جو ایک گرج کی آواز کے ساتھ دور سے ہی موت برساتی ہیں چنانچہ ہماری بےکسی اور بے کاربسی سے یہ اندازہ نہ لگاؤ کہ طفل مقدس بھی بے کس اور بے بس ہو گیا ہے یا ہو سکتا ہے جانا کی قوتیں یا تو سو گئی ہیں یا پھر ختم ہو چکی ہیں ورنہ تم نے ہمارا خاتمہ کرنے کے لیے کامیاب جال بچھایا ہوتا۔"

میرا خیال تھا کہ ماروت کی یہ گستاخانہ تقریر' جو اس نے بڑے ٹھنڈے دل سے کی تھی سمبا کو دفعتہً غضبناک کر دے گی اور وہ اسی وقت ہم سب کی بوٹیاں اڑا دے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ سمبا نے اس تقریر کا جواب دینے کے بجائے بڑی نرمی اور خاکساری سے کہا:۔

چنانچہ اس شخص نے، جو اپنے کندھے سے مشکیزہ لگائے ہوئے تھا، مشکیزے کا منہ کھولا اور کھوکھلا کیا ہوا ہاتھی دانت جسے پیالہ کہا گیا تھا لبالب بھر کے سمبا کی طرف بڑھا دیا۔ موخر الذکر نے پیالہ لے کر تھوڑا سا پانی زمین پر گرا دیا یہ غالباً کسی دیوتا کے حضور، شاید جانا کے حضور ہدیہ تھا۔ اور اب وہ پیالہ منہ سے لگا کے گھونٹ گھونٹ پانی پی رہا تھا یقیناً یہ ثابت کرنے کے لیے کہ پانی زہر آلودہ نہ تھا میں غور سے اس کے حلق کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا حلق اوپر نیچے حرکت کر رہا تھا اور اب سمبا نے کمر میں سے ذرا خم ہو کے ماروت کی طرف بڑھا دیا اور ماروت نے اور بھی زیادہ خم کر کے اسے میری طرف بڑھا دیا۔ چونکہ میں پیاسا تھا اس لیے چند گھونٹ زیادہ ہی چڑھا گیا اور

اب میں نے پیالہ ماروت کی طرف بڑھا دیا۔ بقیہ پانی وہ غٹ غٹا پی گیا پیالہ پھر لبالب بھر اگیا۔ اسے اب ہمارے تین ساتھیوں کے لیے بھر اگیا تھا۔ اس دفعہ بھی سمبا نے پیالہ منہ سے لگا کہ چند گھونٹ پانی پیا پھر میں نے، ماروت نے اور پھر ہمارے ساتھیوں نے اپنی پیاس بجھائی۔

جب ہم اپنی پیاس بجھا چکے تو ہمارے لیے گھوڑے لائے گئے بڑے عمدہ گھوڑے تھے وہ جن پر زمین کے بجائے مینڈھے کی کھال رکھی ہوئی تھی اور گرہ لگی چرمی پٹیاں رکابوں کا کام دے رہی تھیں۔ کالے کاندہ کی فوج ہمارے جلو میں تھی اور دو مسلح سپاہی ہمارے دائیں بائیں ادب سے سر جھکائے چل رہے تھے۔ لیکن اس ادب واحترام کے باوجود وہ چوکنے تھے کہ ان دو مسلح سپاہیوں کے گھوڑوں کی لگاموں سے ایک خوفناک چرمی کوڑا لٹک رہا تھا۔

ہمارے راستے میں چند گاؤں پڑتے تھے۔ لیکن راستہ، جس پر ہم سفر کر رہے تھے، ان گرالوں سے کترا کے گزرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ جب بھی ہم کسی گاؤں کے قریب سے گزرے۔ عورتوں اور بچوں نے حیرت سے سر اٹھا اٹھا کے ہماری طرف دیکھا۔

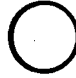
ہم لوگ شہر سمبا میں مشرقی دروازے سے داخل ہوئے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مشرقی شہر کے ہر دروازے کی طرح خندق پل کے سرے پر تھا، چوبی تھا اور بہت مضبوط تھا۔ دروازے پر دوسری طرف کالے کاندہ کے ایک دستے نے سمبا کو فوجی سلام کیا اور ہم شہر سمبا کے مشہور راستوں میں سے ایک پر چل پڑے۔ یہ راستہ مشرق سے مغرب کی طرف اور دوسرا شمال سے جنوب کی طرف جاتا تھا۔ راستہ کافی چھوڑا تھا اور اس کے دونوں کناروں پر باشندوں کے مکانات تھے۔ میں نے "مکانات" کہا ہے کیونکہ یہ جھونپڑیاں نہ تھیں جیسی کہ افریقہ کے ہر کرال میں ہوتی ہیں بلکہ یہ گارے اور اینٹ کی بنی ہوئی عمارتیں تھیں جن کی چھتیں چپٹی اور کسی قسم کی سمنٹ کی بنی ہوئی تھیں۔ یہ مکانات مشرق ممالک کے مکانات کے نقشے کو ذہن میں رکھ کے بنائے گئے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ کاندہ کے مکانات صدیوں سے اسی ساخت پر بنتے چلے آئے تھے۔ جب ہم آبادی میں داخل ہوئے تو بہت سے باشندے

چھتوں پر چڑھے ہمیں دیکھ رہے تھے مرد، عورتیں اور بچے۔ وہ بچے جو ابھی بہت چھوٹے تھے سڑک پر بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ سب کے سب نہایت صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

ہم چند اور دروازوں میں سے گزر کر ایک بیضوی میدان میں پہنچے یہ میدان تقریباً پانچ ایکڑ وسیع ہو گا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ میدان بازار کا کام دے رہا ہو گا۔ گویا وہ چوک بازار تھا۔ اس میدان اور ان سائبانوں میں صرف ان مویشیوں کو رکھا جاتا تھا جنھیں اسی دن یا دوسرے دن ذبح کیا جانے والا ہو۔ ذبح کرنے کے لیے مویشیوں کو روزانہ اس کرال میں سے لایا جاتا اور پھر مذبح میں پہنچا دیا جاتا۔ شہر سمبا کا یہ مذبح بستی کے جنوب میں انتہائی سرے پر واقعہ تھا۔ اس حصار میں پھر ایک دروازہ تھا ہم اس دروازے میں سے گزر کر دوسری طرف پہنچے تو ایک کافی بڑے مکان کے سامنے تھے۔ یہ مکان بھی بستی کے دوسرے مکانات کی طرح ہی چپٹی چھت کا تھا البتہ بستی کے ہر مکان سے بڑا لگا "یہ سمبا کا محل ہے" ماروت نے میرے کان میں کہا۔

اس محل کے عقب میں دوسرے چھوٹے چھوٹے مکانات تھے۔ بادشاہ کی بیویوں اور دوسری عورتوں کے لیے تھے۔ بادشاہ کی بیویوں اور عورتیں، جو اس کی داشتائیں تھیں، اپنے آقا کے استقبال کے آگے بڑھیں تو میں نے دیکھا کہ وہ سب جوان اور قبول صورت تھیں دائیں اور بائیں طرف دو اور عمارتیں تھیں ان میں سے ایک بادشاہ کے محافظ سپاہیوں کے تصرف میں تھا اور دوسری عمارت مہمان خانے کی تھی۔ اور ہمیں اسی دوسرے مکان، یعنی مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا۔

ان جھونپڑیوں میں سے ایک میں ہمارے لیے کھانا لایا گیا۔ بھیڑ کا بھنا ہوا گوشت اور ابالی ہوئی سبزیاں مٹی کی صراحی میں ہاتھ دھونے اور پینے کے لیے پانی حاضر کیا گیا۔ میں چونکہ بہت زیادہ بھوک محسوس کر رہا تھا اس لیے میں نے شکم سیر ہو کے کھایا۔ اور پھر میں اور ماروت گدوں پر لیٹ گئے اور اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ لیٹتے ہی سو گئے۔



رات بھر میں بے خبر پڑا سوتا رہا اور خدا جانے کب تک پڑا سوتا رہتا کہ سورج کی کرنوں کی چبھن اپنے چہرے پر محسوس کر کے میں نے آنکھیں کھول دیں دھوپ اس روشندان میں سے رینگ آئی تھی جس پر مضبوط چوبی سلاخیں لگی ہوئی تھیں چند لمحوں تک تو میں بے جس حرکت پڑا رہا اور یہی یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ میں کہاں ہوں؟ رفتہ رفتہ یادوں کے دریچے کھلنے لگے اور گذشتہ کل کے سارے واقعات تازہ ہو گئے اور اب خود اپنی حالت بھی آشکارہ ہو گئی۔

میں قیدی تھا اور ان لوگوں کی قید میں تھا جو نرے وحشی تھے اور جو اگر مجھ سے نفرت کرتے تھے تو اس میں حق بجانب تھے میں نے ان کی بہت سے آدمیوں کی جان لی تھی حالانکہ میرا ان سے کوئی جھگڑا نہ تھا بیشک ایسا میں نے خود اپنی جان بچانے کے لئے کیا تھا اور خود حفاظتی جرم نہیں ہے لیکن یہ وحشی جن کا میں قیدی تھا اور ان لوگوں کی قید میں جو کالا کاندہ کے نام سے مشہور تھے کیا جانیں کہ خود حفاظتی کس چڑیا کا نام ہے وہ کیا جانیں کہ انصاف کیا ہے؟ وہ تو بس مارنا اور مرنا اور اپنے دشمن سے نفرت کرنا جانتے تھے اور میں ان کا دشمن تھا یا نہ تھا لیکن انہوں نے مجھے اپنا دشمن یقین کر لیا تھا اور ان کے

نزدیک دشمن کو قتل کر دینا ضروری تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ سمبا نے ہماری حفاظت کا وعدہ کیا تھا لیکن سوال یہ تھا کہ کیا ایسے شخص کے وعدے پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ چنانچہ میری زندگی کے دن تو گنے جا چکے تھے اور یہ کہ کوئی غیبی قوت مجھے بچانے کے لئے اتر آئے مجھے یقین تھا کہ کالے کاندہ مجھے بہر حال قتل کر دیں گے اور میں نے سوچا کہ میں اسی کا مستحق ہوں کیونکہ خواہ مخواہ کالے اور سفید کاندہ کے جھگڑوں میں نے اپنی ٹانگ اڑائی تھی بھلا مجھے کیا ضرورت تھی دوسروں کے پھٹے میں پاؤں اڑانے کی؟۔

"بڑے بہادر بنے پھرتے ہو بڑے مہم جو ہو بھگتو اب" میں اپنے دل ہی دل میں بولا۔

حالات امید افزانہ تھے اور زندگی کی کوئی امید نہ نظر آ رہی تھی تاہم ناامیدی کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں بھی ایک ننھا سا دیا ٹمٹما رہا تھا جو باعث تسکین تھا اور وہ یہ خیال تھا کہ ریجنال اور سیوریج فرار ہو گئے تھے اور زندہ تھے حالانکہ جلد بابدیر بد قسمتی انہیں بھی اپنی گرفت میں لینے والی تھی اس کا مجھے یقین تھا تاہم اس وقت تو وہ زندہ تھے ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ماروت کو بتایا تھا کہ اس نے ریجنال اور سیوریج کو سفید کاندہ کے ساتھ طفل مقدس کے شہر کی طرف جاتے دیکھا تھا اب سوال یہ تھا کہ میرے یہ دونوں ساتھی کیا کریں گے؟ ظاہر ہے کہ انہیں یہ تو معلوم ہی نہ ہو گا کہ میں اور ماروت دوسرے تین ساتھیوں ہمراہ کاندہ کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ ہاں اگر کالے کاندہ انھیں اس کی اطلاع دے دیں تو بات دوسری تھی لیکن وہ بھلا ہمارے دوستوں کو اس کی اطلاع کیوں دینے لگے؟ چنانچہ اسکے متعلق سوچنا بھی حماقت تھی اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہمارے دوستوں نے مجھے مردہ تصور کر لیا ہو گا اور اس وقت وہ میرا ماتم کر رہے ہونگے میں سوچنے لگا کہ اب ریجنال کیا کرے گا؟ ظاہر ہے کہ اسے احساس ہو جائے گا کہ اس کی یہ بھاگ دوڑ محض بیکار رہی کیونکہ جس کی تلاش میں وہ آیا تھا۔۔۔۔۔۔ یعنی اپنی بیوی کی۔۔۔۔ وہ کاندہ لینڈ میں نہیں ہے پھر شائد وہ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرے گا اور سیوریج اور ریجنال اس وحشت انگیز مقام سے نکلنے میں شائد کامیاب ہو جائیں گے۔

خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جائیں میں نے دعا مانگی حالانکہ اس کے قبول ہونے کی امید نہ تھی۔

اور پھر ہینس تھا وہ بے شک یہاں سے نکلنے کی نہ صرف کوشش کرے گا بلکہ کامیاب بھی ہو جائے گا میں ہینس سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ ایک دفعہ جس راستے پر اس کے قدم پڑ جاتے ہیں وہ اسے پھر کبھی نہیں بھولتا لیکن کیا وہ صحرا عبور کر جائے گا؟ نہیں وہ رستے میں ہی کہیں بھوک اور پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر جائے گا اور بقول اس کے میں خود بھی اس سے دوسری دنیا میں جا ملوں گا۔

"یہ تو عجیب انجام ہو گا اس تگ و دو کا" میں نے سوچا۔

میں چند سیکنڈ تک آنکھیں بند کئے پڑا رہا خیالات کے جالے میرے دماغ کے ہر گوشے سے لٹک رہے تھے اور میں ایک عجیب طرح کی الجھن محسوس کر رہا تھا چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں اور گردن گھما کر دیکھا تو ایک دم سے چونک پڑا رات کو آنکھیں بند کرنے سے پہلے میں نے اپنا بھرا ہوا دو نالی پستول اپنے پہلو میں رکھ لیا تھا مزید احتیاط کے لئے میں نے اس کا گھوڑا بھی چڑھا لیا تھا تاکہ اگر دشمن سر پر پہنچ جائے تو میں فوراً ہی لبلبی دبا دوں پستول غائب تھا اور ساتھ ہی میرا شکاری چاقو بھی نہیں تھا میری اداسی اور ناامیدی کو اور بھی بڑھا دیا اب میں بالکل نہتا تھا اور اپنے اپ کو بچا نہ سکتا تھا۔

میں نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا ماروت پالتی مارے فرش پر بیٹھا خالی خالی نظروں سے کہیں خلا میں دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ تھی البتہ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے شائد وہ اپنے دیوتا کو یاد کر رہا تھا۔

"ماروت!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"آقا؟" اس نے فوراً جواب دیا۔

"ماروت گذشتہ رات جب ہم خراٹے لے رہے تھے تو یہاں کوئی گھس آیا تھا وہ میرا چاقو اور پستول چرا لے گیا ہے۔"

"تم نے غلط نہیں کہا آقا" وہ بولا "میرا چاقو بھی چرا لیا گیا ہے ان دونوں چوروں کو میں نے داخل ہوتے دیکھا تھا وہ آدھی رات کو بلی کی طرح دبے پاؤں اس کمرے میں داخل ہوئے تھے اور ان دونوں نے کیونکہ وہ دو تھے ہماری ہر چیز کی تلاشی لی

تھی"۔

یہ سب تم نے دیکھا اور تعجب ہے کہ دیکھتے رہے آخر تم نے مجھے بیدار کیوں نہ کر دیا" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بے فائدہ تھا"

"کیوں؟"

اگر میں نے تمکو بیدار کر دیا ہوتا تو تم یہ سب کچھ خاموشی سے پڑے دیکھا نہ کرتے"

"ظاہر ہے"

"اور اس ٹٹولتے چور کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیتے مجھے بھی تمھارا ساتھ دینا پڑتا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ دونوں اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے پکارتے اور ہم دونوں فوراً ہی قتل کر دیے جاتے اس لئے میں نے کہ لے جانے دو انہیں ان چیزوں کو جو ہمارے لئے محض بیکار ہیں"

"لیکن وہ پستول کبھی نہ کبھی کام آجاتا میرے بھائی" میں نے معنی خیز انداز میں کہا "ہاں" ماروت نے میرا مطلب سمجھ کے سر ہلایا "لیکن پستول کے بغیر بھی آدمی خودکشی کر سکتا ہے۔"

"ماروت" میں نے چند تانیوں کے توقف کے بعد کہا "ہم کسی طرح اپنی حالت کی اطلاع ہاروت کو نہیں دے سکتے؟ مثلاً وہ تمبا کو جس کے دھوئیں میں میں نے سیکڑوں میل کی چیزیں انگلستان کے ایک قصر میں کھڑے ہو کر دیکھی تھیں؟ اگر وہ تمبا کو ہمیں مل جائے۔۔۔۔؟

"وہ تمبا کو چند خاص جڑی بوٹیوں کے برادے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جس کے دھوئیں نے تمھارے دماغ کو دھندلا کر دیا تھا اور تمہیں وہ تصویریں نظر آنے لگی تھیں جو ہم تمہیں دکھانا چاہتے تھے چنانچہ یہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تصویریں اس تمبا کو کے دھوئیں بلکہ خود ہماری پیدا کردہ تھیں اس کے علاوہ وہ خاص تمبا کو جسے ہم ٹادو کی کہتے ہیں نہ تمھارے پاس ہے اور نہ میرے پاس"

"اور یہ بات بھی ہمارے یہاں اس کو نظر بندی کہتے ہیں تو مطلب یہ کہ اب

ہماری زندگی افسانہ قریب الختم ہے اور چونکہ ہمارے ساتھی ہمیں مردہ تصور کر چکے ہوں گے اس لئے وہ ہماری مدد کو نہ آئیں کے چنانچہ اب ہمیں اپنی طرف صرف اپنی قوتوں پر بھروسہ کرنا ہے یا پھر طفل مقدس کی قوتوں پر"

"دیکھو یار ماروت" میں نے بے چینی سے پہلو بدل کے کہا "تم خود کہہ چکے ہو کہ اس ٹادوو کے دھوئیں میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ محض نظر کا دھوکا تھا یہی کہا تھا نا تم نے؟ چنانچہ اس میں تمھارے طفل مقدس کو کیا دخل؟ اور تمھارے اس انکشاف کے بعد بھی کیا میں اس کی قوتوں پر بھروسا کر سکتا ہوں؟ قطعی نہیں اور یہ طفل مقدس کون ہے؟ کیا ہے؟ اور ــــــ یہ سب سے اہم سوال ہے وہ کیا کر سکتا ہے؟ اب چونکہ تم جلد ہی ذبح کئے جانے والے ہو اس لئے بہتر ہو گا کہ مجھے یہ سب باتیں سچ سچ بتا دو"

"میکومیزن میرے آقا! میں جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا طفل مقدس کون اور کیا ہے یہ میں نہیں جانتا اس لئے کچھ بتا بھی نہیں سکتا البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ دو صدیوں سے ہمارے اجداد کو سرزمین مصر سے نکالا گیا تھا تو وہ اس دیوتا کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے ہمارے پاس محفوظ ہیں لیکن چونکہ ہم پڑھنے لکھنا نہیں جانتے اس پلندوں کی تحریر آج تک نہیں پڑھی گئی اس دیوتا کا مہنت اعلیٰ موروثی ہوتا ہے چنانچہ ہاروت جو میرا چچا ہے" اسی سلسلے کی رو سے مہنت اعلیٰ ہے ہمارا اعتقاد ہے کہ طفل مقدس دیوتا ہے دیوتا کی علامت یا اوتار ہے اور یہ کہ اصل دیوتا اس میں حلول کر گیا ہے اور یہ کہ اس دنیا میں اور اس دوسری دنیا میں یہی ہماری حفاظت کر سکتا ہے اور ہمیں بلاؤں اور عذابوں سے بچا سکتا ہے کیونکہ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ انسانوں کی روح لافانی ہے ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ طفل مقدس ہاتف غیبی کے ذریعہ جو عورت ہوتی ہے اور جسے ندائے روح کہتے ہیں۔۔۔ وہ اپنے مہنتوں سے گفتگو کرتا ہے انہیں مستقبل کی باتیں بتاتا ہے ہم پر رحمتیں اور ہمارے دشمنوں پر قہر اور عذاب نازل کرتا ہے جب ندائے روح کے دن پورے ہو جاتے ہیں اور وہ مر جاتی ہے تو ہم بے بس ہو جاتے ہیں کیونکہ پھر طفل مقدس ہم سے گفتگو نہیں کر سکتا اور ہمارے دشمنوں کو نہیں روک سکتی ندائے روح گو عرصہ پہلے انتقال ہو گیا تھا لیکن مرنے سے پہلے اس نے بتایا تھا کہ

دوسری ندائے روح انگلستان میں مل جائے گی اسی لئے میں اور میرے چچا شعبدہ بازوں کے بھیس میں انگلستان پہنچے اور کئی برسوں تک ندائے روح کو تلاش کرتے رہے ہمارا خیال تھا کہ یہ نئی ندائے روح وہی خاتون ہے جس نے آقا ابجنز سے شادی کر لی ہے کیونکہ اس خاتون کے سینے پر بلال بنا ہوا تھا اب چونکہ ندائے روح کا ذکر آگیا ہے اس کے متعلق بھی بتادوں اور ماروت نے غور سے میری طرف دیکھا سنو میکو میزن جب ہم واپس افریقہ آئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ نئی ندائے روئے روح ہمارے لوگوں میں ہی موجود ہے نہ کہ انگلستان میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم ندائے روح کا دماغ مرتے وقت ماؤف ہو گیا تھا اور چونکہ اس نے عرب تاجروں سے انگلستان کا ذکر سنا تھا اس لئے اس کی زبان پر یہی ذکر آگیا کہنے کا مطلب یہ کہ یہ ندائے روح ہمیں اپنے وطن ہی میں مل گئی اور پورے دو سال سے ہمارا دیوتا اس کے ذریعہ ہم سے گفتگو کر رہا ہے بس تو یہ ہے پورا قصہ "۔

اس تمام عرصہ میں میں خود بھی بڑے غور سے ماروت کی صورت تکتا رہا اور اس کے چہرے کے جذبات اور اس کی آواز میں جو کھوکھلا پن تھا اس نے مجھے یقین دلا دیا کہ طفل مقدس کے اس مہنت نے ندائے روح کے متعلق جو کچھ کہا وہ غلط ہے ندائے روح کی تلاش میں ہاروت وماروت انگلستان آئے تھے

ہماری گفتگو ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ کالے کاندہ ہمارا کھانا لے کر آگئے دلیہ اور بھنا ہوا مرغ ہم خاموشی سے کھاتے رہے اور وہ دونوں خاموش کھڑے گویا ہمارے لقمے شمار کرتے رہے جہاں تک میرا تعلق تھا مجھے ہماری گفتگو کے یوں بیچ میں ختم ہو جانے کا افسوس نہ تھا کیوں کہ مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا تھا اور ماروت نے جو کچھ کہا تھا اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ کالے کاندہ کا دیوتا ہاتھی جانا محض ایک مست و پاگل ہاتھی تھا بس اور یہ کہ اس ہاتھی کا قدو قامت دنیا کے کسی بھی ہاتھی سے بڑھ کر ہے۔

اس صبح ہمیں کچھ زیادہ بھوک معلوم نہ ہو رہی تھی اس لئے ہم جلد ہی ناشتے سے فارغ ہو کر اٹھے اور اپنی رہائش گاہ سے نکل کر صحن میں اور اسے عبور کر کے اس جھونپڑی میں پہنچے جس میں ہمارے تین شتر سواروں کو رکھا گیا تھا جب ہم اس جھونپڑے میں پہنچے تو ہم نے ان تینوں کو اداس و غمگین پایا وہ فرش پر سر جھکائے بیٹھے

تھے میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں سوائے اس کے ان کی موت قریب ہے اور یہ کہ وہ ابھی مرنا نہیں چاہتے کیونکہ ان کی بیویاں بھی ہیں اور بچے بھی۔"

حالانکہ میں خود بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ ان بچاروں کی زندگی کے دن اب ختم ہو چکے تاہم میں نے انھیں تسلی دینے اور ان کی ڈھارس بندھانے کی تقریباً ناکام کوشش کی اور پھر اس جھونپڑی سے نکل کر میں اور ماروت واپس مہمان خانہ میں اور وہاں سے زینہ چڑھ کے چھت پر پہنچے۔

اور وہاں سے ہم نے دیکھا کہ چوک بازار میں کوئی عجیب رسم ادا کی جا رہی تھی یہاں میں یہ بتادوں کہ میرے پستول اور چاقو کے ساتھ میری دوربین بھی چرالی گئی تھی غالباً اسے بھی کالے کاندہ نے پستول کی طرح کوئی جادوئی ہتھیار سمجھ لیا تھا تو کہنے کا مطلب یہ کہ چونکہ میرے پاس دوربین نہ تھی اور پھر فاصلہ بھی زیادہ تھا اس لئے میں ٹھیک سے دیکھ نہ سکا کہ یہ چوک میں کیا ہو رہا ہے۔

البتہ اتنا ضرور دیکھ سکتا تھا کہ ایک بے ڈھنگی سی قربان گاہ بنائی گئی تھی جس پر آگ جل رہی تھی قربان گاہ کے عقب میں بادشاہ سمبا اپنے چند خاص امراء کے ساتھ ایک تپائی پر بیٹھا ہوا تھا قربان گاہ کے سامنے ایک لمبی چوڑی میز رکھی ہوئی تھی اس میز پر میڈھے یا بھیڑ کی لاش پڑی ہوئی تھی عجیب طرح کے لباس میں ملبوس ایک مہینت مینڈھے یا بھیڑ کی لاش پر جھکا اس کی آلائش کو ٹٹول رہا تھا غالباً وہ شگون لے رہا تھا اور یہ شگون یقیناً شگون بد ثابت رہا کیونکہ مہینت نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور ایسی آواز نکالی جیسے ماتم کر رہا ہو اس کے بعد مینڈھے یا بھیڑ کی آلائش آگ میں پھینک دی گئی اور اس کے بقیہ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

"یہ لوگ کیا کر رہے ہیں ماروت؟" میں نے پوچھا۔

"شائد فال لے رہے ہیں کہ ہمیں قتل کیا جائے یا زندہ رکھا جائے" اس نے جواب دیا۔

عین اسی وقت ایک دوسرا مہنت جو پرندوں کے پروں کا مضحکہ خیز لباس پہنے ہوئے تھا ایک طرف سے نمودار ہو کے سمبا کی طرف بڑھا وہ اپنے ہاتھ میں کوئی چھوٹی

سی چیز اٹھائے ہوئے تھا میں سوچنے لگا کہ یہ کیا چیز ہو سکتی ہے ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکہ خاموش فضا میں گونج گیا اور وہ مہنت جو پروں کا لباس پہنے ہوئے تھا اپنی ایک ٹانگ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کے دوسری ٹانگ پر تگنی کا ناچ ناچنے لگا وہ بڑی بھیانک آواز میں چیخ رہا تھا۔

"تو میرا یہ پستول ہے میں بڑبڑایا چونکہ اس کا گھوڑا چڑھا ہوا تھا اس لئے وہ چل گیا اور گولی اس کی ٹانگ میں لگی ہے۔

سمبا نے چیخ کے کچھ کہا فوراً ہی ایک شخص آگے بڑھا اس نے زمین پر سے پڑے پستول کو اٹھایا اور جلدی سے آگ میں پھینک دیا بہت سے لوگ پستول کو جلتے دیکھنے کے لئے قربان گاہ کے چاروں طرف جمع ہو گئے ماروت ہوشیار ایک اور تماشہ ہونے والا ہے میں نے کہا اور ابھی یہ الفاظ میرے منہ میں ہی تھے کہ ہونی ہو کر رہی۔

یکایک پستول کی دوسری نال بھی چل گئی اور اس کی سرخ گولی کسی زندہ چیز کی طرح سنسنا کے شعلوں میں سے نکلی ایک نائب مہنت کی قضا آگئی تھی وہ پستول کی نال کے سامنے کھڑا ہوا تھا گرم سنسناتی ہوئی گولی اس نائب مہنت کے جسم کے کسی مرکزی حصہ میں پیوست ہو گئی وہ کئی فٹ تک ہوا میں اچھلا اور دروازے میں سے نکلی ہوئی کیل کی طرح مردہ ہو کر گرا۔

اور اب چوک میں ایک عام بھگدڑ مچ گئی نائب مہنت کی لاش کو وہیں چھوڑ کے وہ سب کے سب بدحواس ہو کے اس طرح بھاگے کہ خود سمبا سب کے آگے تھا اس کے پیچھے خوفزدہ اور بدحواس انبوہ تھا اور اس انبوہ کے پیچھے تنہا ایک شخص اپنی ٹانگ پر پھدک رہا تھا اور دوسری طرف وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا یہ وہی مہنت تھا جس کی ٹانگ کو پستول کی پہلی گولی زخمی کر گئی تھی۔

ان واقعات نے میرے دل میں مسرت کی عجیب لہر ڈال دی ایک چونکہ تماشہ ہو چکا تھا اس لئے میں اور ماروت چھت پر سے اتر آئے اس کے علاوہ یہ بھی خیال تھا کہ اگر کاندہ نے ہمیں چھت پر دیکھ لیا تو ان کے غصے کی انتہا نہ رہے گی۔

دس منٹ بعد حصار کا دروازہ کھلا اور چار آدمی مردہ مہنت کو اٹھائے صحن میں داخل ہوئے یہ وہی نائب مہنت تھا جو دوسری گولی کا شکار ہو گیا تھا وہ چاروں اپنے

کندھے پر گھاس پھوس کا اسٹریچر سا جس پر لاش رکھی ہوئی تھی اٹھائے آگے بڑھے اور انہوں نے وہ اسٹیریچر ہماری رہائش گاہ کے دروازے کے سامنے رکھ دیا۔

اور اب مسلح سپاہیوں کے ساتھ خود بادشاہ سمبا صحن میں داخل ہوا اس کے پیچھے وہ مہنت تھا جو پروں کا لباس پہنے ہوئے تھا اس کے پیر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ اپنے شاگردوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے چل رہا تھا اور اب میں نے دیکھا کہ یہ شخص اپنے چہرے پر ایک بھیانک مقنع لگائے ہوئے تھا اور اس مقند میں دو دانت لگے ہوئے تھے جیسے ہاتھی کے دانت ہوں ان لوگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ صورت سیلاب صحن میں گھس آئے یہاں تک کہ پورا صحن جسموں سے بھر گیا۔

بادشاہ نے ہمیں باہر آنے کا حکم دیا اور چونکہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا اس لئے ہم اٹھ کر باہر آگئے سمبا کے چہرے پر ایک ہی نظر ڈالنا کافی تھا وہ غصہ یا خوف یا دونوں قسم کے ملے جلے جذبات سے پاگل ہو رہا تھا۔

"دیکھو جادوگر و دیکھو یہ کیا کیا ہے تم نے؟ اس نے پہلے لاش کی طرف اور پھر زخمی مہنت کی طرف اشارہ کر کے لرزہ براندام کر دینے والی آواز میں کہا

"یہ ہمارا کام نہیں ہے سمبا" ماروت نے جواب دیا' بلکہ تم خود اس کے ذمہ دار ہو تم نے سفید فام آقا کا جادوئی آلہ چروا منگوایا چنانچہ وہ آلہ غصے ہو گیا اور یہ اس نے انتقام لیا ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس جادوئی نلکی نے ان دو میں سے ایک کی جان لی ہے اور دوسرے کو زخمی کر دیا ہے جنہوں نے اسے چرایا تھا" سمبا نے کہا اور اس انکشاف پر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا ایک چور مار گیا تھا اور دوسرا ہوا تھا یہ اتفاق شہر سمبا والوں کو اور خود سمبا کو ہم سے خوف زدہ کر سکتا تھا سمبا نے کہا لیکن اے جادوگرو مجھے یقین ہے کہ تم نے ہی اس آلہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہو گا کیونکہ وہ تمھارا آلہ تھا اس لئے تمہارا تابع فرمان تھا اب سنو اے جادوگرو گذشتہ کل میں نے تمھاری جان بخشی کر دی تھی اور تمھاری حفاظت کا واعدہ کیا تھا اور یہ تھا میرا وعدہ کہ کوئی بھالا تمھارا دل نہ چیرے گا اور کو چاقو تمھارا حلق نہ چھوئے گا اور اپنے وعدے کو پکا کرنے کے لئے میں نے تمھارے ساتھ صلح کا جام پیا تھا لیکن تم نے خود صلح توڑ دی ہے نہ صرف صلح توڑ دی بلکہ ہمیں نقصان

بھی پہنچایا۔

چنانچہ میں بھی اپنے وعدے کا پابند نہیں رہا پہل تمھاری طرف سے ہوئی ہے سنو یہ ہے میرا فیصلہ تم نے اپنے جادو کے زور سے میرے ایک خادم کی جان لی ہے اور دوسرے کو زخمی کر دیا ہے اور اس طرح کہ اس کے بائیں پیر کی درمیانی انگلی کی پور صاف اڑ گئی ہے اب اگر تم نے تین دنوں کے اندر اندر اسے زندہ نہ کر دیا جو مردہ معلوم ہوتا ہے اور اس کے بائیں پیر کی انگلی کی پور جو غائب معلوم ہوتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم یہ دونوں کام کر سکتے ہو۔۔۔۔۔۔ تو سن لو کہ تم بھی ان لوگوں سے جا ملو گے جو میدان جنگ میں قتل ہوں گے میں کسی طرح یہ نہیں جانتا تو یہ ہے میرا فیصلہ یہ ہے وعدے کے زبردست بادشاہ سمبا کا فیصلہ۔

سمبا کا یہ فیصلہ سن کر میں بدحواس ہو گیا لیکن اس وقت میں نے خاموش رہنا اور یہ ظاہر کرنا ہی مناسب سمجھا کہ میں نے گویا سمبا کی بات سمجھی ہی نہیں چنانچہ میں خاموش رہا اور انجان بنا رہا جواب ماروت پر چھوڑ دیا کہ وہ جیسا مناسب سمجھے جواب دے اور ماروت نے حسب معمول مسکرا کے یوں جواب دیا۔

"سمبا! کبھی کوئی مردے کو زندہ کر سکا ہے! حتیٰ کہ طفل مقدس بھی زندہ نہیں کر سکتا کم سے کم اس دنیا میں مردے کو زندہ کرنے کی ترکیب کوئی نہیں جانتا تو پھر اے چرب زبان تم ہی کوئی ترکیب معلوم کرو اور تمہیں معلوم ہے ورنہ میں زندہ کو مردہ کرنے کی بہت سی ترکیبیں جانتا ہوں سمبا غالباً تم ہاروت کے وہ الفاظ بھول گئے جو اس نے کل ہی کہے تھے اگر تم نے بھلا دئے ہیں تو دوبارہ یاد دلائے دیتا ہوں اگر تم نے ہمیں نقصان پہنچایا تو تم پر اور تمھارے لوگوں پر طفل مقدس کے تین عذاب نازل ہونگے جان لو اگر ہم میں سے ایک بھی قتل کیا گیا تو یہ عذاب زیادہ دور نہ ہونگے میں طفل مقدس کا مہنت ہوں چنانچہ جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں"

اب تو سمبا سچ مچ پاگل ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ اب کھیل ختم ہوا وہ بھالا لائے اور ہمارے سامنے ناچنے لگا یہاں تک کہ اس کے سینے پر پڑی ہوئی چاندی کی زنجیریں آپس میں ٹکرا کے جھنگار کی آوازیں پیدا کرنے لگیں وہ طفل مقدس اور اسکے پرستاروں کو گالیاں دینے لگا کہ طفل مقدس اور اس کے پرستار صدیوں سے کالے

کاندہ کو پریشان کر رہے ہیں اس نے دیوتا جانا کی دہائی دی کہ طفل مقدس کے اپنے دانتوں سے ٹکڑے اڑادے اور وہ لنگڑا مہنت جس کی انگلی اڑ گئی تھی اور جو بھیانک مقنع لگائے ہوئے تھا اس کی دعا پر آمین کہتا رہا اور ہم اس غصے میں بھرے ہوئے وحشی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے میں دیوار سے ٹیک لگائے اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بظاہر بے تعلق سا کھڑا تھا اور قدرے دلچسپی سے سمبا کو یوں ناچتے دیکھ رہا تھا لیکن سوچ رہا تھا کہ میرے بدن کے کون سے حصے میں اس وحشی بادشاہ کا بھالا اتر جائے گا؟ دفعتاً سمبا نے اپنا رقص بند کر دیا اور اب اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف گھوم کر کہا۔

"حصار کے کونے میں کھڈ کھود کے مہینت کی لاش اس میں بٹھا دو اس طرح کہ اس کا سر باہر رہے تا کہ وہ سانس لے سکے"۔

سمبا کے اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔

اب سمبا نے دوسرا حکم دیا اور وہ یہ تھا کہ ہمیں خوب اچھی طرح کھلایا پلایا جائے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اب وہ ہماری طرف گھوم گیا۔

"اگر تیسرے دن کی صبح تک اس مردے میں جان نہ پڑ گئی اور یہ زخمی پوری طرح تندرست نہ ہو گیا تو پھر میں تمہاری مزاج پرسی کو آوں گا" وہ بولا اور پلٹ کر چل دیا اس کے پیچھے سب لوگ چلے گئے سوائے ان چار وحشیوں کے جو مہنت کی لاش کو گڑھے میں بٹھا رہے تھے۔

یہ کام بھی پورا ہو گیا۔

اور اب آپ اس منظر کو ذرا تصور میں لانے کی کوشش کیجئے ہماری رہائشگاہ کے دروازے کے عین سامنے اور دروازے کی طرف منہ کر کے مہنت کی لاش اس طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کا پورا جسم گردن تک زمین میں دفن تھا بڑا ہی بھیانک منظر تھا وہ جسے دیکھنے کی تاب میں نہ لا سکتا تھا چنانچہ میں سوچنے لگا کہ تین دنوں تک میں عجیب طرح کی بے چینی میں مبتلا رہوں گا نہ دن کو آرام میسر آئے گا اور نہ رات کو نیند لیکن ابھی کچھ اور بھی باقی تھا وہ چاروں مٹی کے برتن تھے اور ان میں کھانا اور پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ چھوٹے برتن انھوں نے سر کے چاروں طرف رکھ دیئے یہ مردے کا کھانا تھا اور

پھر مٹکے نمابرتن کو ان چھوٹے برتنوں پر اس طرح اوندھا دیا کہ مردے کا سر اس سے ڈھک گیا میں نے ان میں سے ایک کو کہتے سنا:۔

"یہ اس لئے کہ ہمارے نیند میں مدہوش بھائی کو دھوپ میں پریشان نہ کرے" جب سب کچھ ہو گیا تو مجھے ان کا یہ عمل بظاہر بے ضرر نظر آیا لیکن غور سے دیکھا تو چھوٹے برتنوں پر الٹار کھا ہوا برتن ایک عجیب لرزہ خیز منظر پیش کر رہا تھا۔اور اب میں سوچ رہا تھا کہ کاش ان لوگوں نے مردے کو یوں ڈھانک نہ دیا ہوتا آپ اسے میرا تصور کہہ لیجئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ اوندھا کیا ہوا برتن مجھے بہت ہی بھیانک معلوم ہو رہا تھا میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ سمبا نے سفید کاندہ کے مقتولوں کے سر اپنے محل کے سامنے زمین میں گڑے بانسوں پر چڑھا رکھے تھے لیکن میرے خیال میں وہ منظر بھی اس لئے مٹکے کی طرح لرزہ خیز نہ تھا۔

اس ایک واقعہ کے علاوہ اس دن کوئی اور واقعہ نہ ہوا اور چونکہ بادل چھائے ہوئے تھے اس لیے رات کا اندھیرا جلد ہی اتر آیا رات طاری ہو گئی اور ہم سو گئے سو کیا گئے بس یوں سمجھئے کہ سوتے جاگتے رہے رات کے کسی حصے میں عقب کی جھونپڑیوں میں سے میں نے ایسی آواز سی جیسے ہاتھا پائی ہو رہی ہو لیکن چونکہ دوبارہ میں نے یہ آواز نہ سنی اس لئے میں نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

آخر کار صبح ہوئی اور چونکہ بادل اور بھی زیادہ گہرے ہو گئے تھے اس لئے دھندلا دھندلا اجالا بہت دیر بعد زمین پر اترا آیا جب روشنی ذرا بڑھی تو ہم اپنے شتر سوار ساتھیوں کی خیرت معلوم کرنے کے لئے عقبی جھونپڑی میں پہنچ گئے اور میں یہ دیکھ کر کانپ گیا کہ جھونپڑی میں ہمارے تین ساتھیوں کے بجائے صرف دو فرش پر بت بنے بیٹھے تھے ہم نے پوچھا کہ ان کا تیسرا ساتھی کہاں گیا۔

"معلوم نہیں۔۔" انھوں نے جواب دیا" آدھی رات کو سمبا کے چند آدمی گھس آئے تھے۔انھوں نے ہمارے ساتھی کے ہاتھ پاؤں باندھے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور اسے گھسیٹ کر باہر لے گئے"

ہم چونکہ کچھ نہ کر سکتے تھے اس لئے خاموشی سے واپس اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے سردی بڑھ گئی تھی اور ہمارے دانت بج رہے تھے۔

اس دن بھی کوئی خاص واقعہ نہ ہوا اس کے کہ چند مہنت آئے اپنے "نیند میں مدہوش" ساتھی کا معائنہ کیا جس کا چہرہ پھول کر اور بھی بھیانک ہو گیا تھا، کھانے اور پانی کے جھوٹے برتن ہٹا کے تازہ کھانے اور تازہ پانی کے دوسرے برتن رکھے اور مردے کے سر پر مٹکا اوندھا کے چلے گئے۔

اس کے علاوہ اس دن بھی یہی ہوا کہ بادل اور بھی زیادہ گہرے اور گاڑھے ہو گئے ہوا اور بھی سرد ہو گئی اور اگر ہم افریقہ کے علاوہ دنیا کے کسی اور ملک میں ہوتے تو میں بڑے یقین سے کہہ دیتا کہ برف باری ہو گی ہم نے اپنی رہائش گاہ کی چھت پر سے دیکھا کہ شہر سمبا کے باشندے آج اور بھی زیادہ حیرت زدہ تھے' موسم کی تبدیلی کے متعلق اور بھی شدومد سے بحث کر رہے تھے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ جو لوگ اپنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے وہ اپنے کندھوں پر چٹائیاں ڈالے ہوئے تھے۔

دوسرے دن دیکھا تو جھونپڑی میں ایک شتر سوار رہ گیا تھا جو خوف سے پاگل ہو رہا تھا اس کی حالت کچھ ایسی ہو رہی تھی کہ وہ یہ بھی نہ بتا سکا کہ اس کے دوسرے ساتھی کے ساتھ کیا واقعہ ہوا۔

اس بچارے نے رو رو کر کہا کہ ہم اسے اپنے ساتھ مہمان خانے میں لے جائیں ورنہ "کالے شیطان" اسے بھی کھا لیں گے چنانچہ ہم اسے ساتھ لے کر جھونپڑی سے نکلے۔ لیکن ہم ابھی باہر آئے ہی تھے کہ خدا جانے کہاں سے مسلح وحشی بڑے پراسرار طریقے سے نمودار ہوئے اور انھوں نے ہمارے آخری ساتھی کو واپس جھونپڑی میں ڈھکیل دیا۔

یہ دن بھی گزشتہ دن کی طرح ہی گزرا مہنت آئے انھوں نے مٹکا ہٹا کے مردے کا معائنہ کیا کھانے پینے کے برتن ہٹا کے دوسرے برتن رکھے اور چلے گئے آسمان کالے کالے بادلوں سے بدستور ڈھکا رہا سرد ہوا بدستور پھنکتی رہی اور شہر سمبا کے باشندے بدستور چوک میں جمع ہوتے اور موسم کے متعلق باتیں کرتے رہے۔

رات کا اندھیرا پھر اتر آیا اور یہ تیسری رات تھی ایک بار پھر ہم نے اپنی رہائش گاہ کی چھت پر پناہ لی لیکن اس رات ہم دونوں ہی نہ سو سکے سردی شدید تھی ہماری حالت خراب ہو رہی تھی اس کے علاوہ دل و دماغ کو بھی سکون نہ تھا آسمان جیسے

بادلوں کے بوجھ سے بوجھل ہو کر جھک آیا تھا۔ فضا میں ایک عجیب طرح کی گھٹن تھی فضا کی رگ رگ میں ایک عجیب طرح کی بے چینی سے رچی ہوئی تھی چاند گاڑھے بادلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا لیکن کبھی کبھی افق پر دھندلی روشنی نمودار ہو رہی تھی کبھی مشرق کی طرف اور کبھی مغرب کی طرف ہوا بند تھی اور فضا ہولے ہولے گرج رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قیامت آنے والی ہو اور جہاں تک ہمارا تعلق تھا ہمارے لئے تو اب قیامت قریب تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس رات میں جیسا شدید اور ناقابل فراموش خوف وہراس محسوس کر رہا تھا زندگی میں میں نے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا اگر مجھے یقین ہوتا کہ صبح میں قتل کر دیا جاؤں گا تب تو میں ایسا خوف محسوس نہ کرتا لیکن امید وبیم کی حالت میرے حواس گم گئے تھے میں جانتا نہ تھا کہ صبح کیا ہوگا میری حالت اس مسافر کی سی تھی جسے ایک گھنے جنگل میں دھکیل دیا گیا ہو اور راستے کی ساری دشواریاں برداشت کر کے آگے بڑھتا چلا جا رہا ہو لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس کی منزل کہاں ہے یا یہ کہ منزل پر اس کے لئے کیا ہے۔

آدھی رات کے وقت ہم نے پھر جدوجہد کی آوازیں اور اس کے بعد گھٹی ہوئی چیخ سنی۔

"ہمارا تیسرا ساتھی بھی گیا ماروت" میں نے ماروت کے کان میں کہا اور اپنے ماتھے پر سے ٹھنڈا پسینہ پونچھ لیا۔

"ہاں اور بہت جلد ہم بھی اس کے پاس پہنچ جائیں گے میکو میزن" اس نے جواب دیا۔

کاس کہ اس وقت اندھیرا نہ ہوتا کاش اس وقت میں ماروت کا چہرہ دیکھ سکتا کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ الفاظ کہتے وقت وہ مسکرا رہا تھا یا نہیں۔

ایک گھنٹہ بعد چوک میں قربان گاہ پر پھر آگ جلائی گئی اور اس کی لرزتی ہوئی روشنی میں پھر چلتے پھرتے انسانی سائے نظر آنے لگے سامنے جلتی ہوئی آگ اور اس کی روشنی میں حرکت کرتے ہوئے سائے۔۔۔۔۔ یہ منظر کچھ ایسا پراسرار تھا کہ میں اپنے آپ کو لاکھ روکنے کے باوجود اس طرف متوجہ ہو ہی گیا وہ تو شکر ہے کہ وہ ساری رسومات کافی فاصلے پر ادا کی جا رہی تھیں ورنہ میں وہ سب کچھ دیکھ لیتا جو دیکھنا نہ چاہتا

تھا۔

ہمارے تیسرے ساتھی کو جب چوک میں دیوتا جانا پر بھینٹ چڑھایا جارہا تھا اور بھینٹ کی لرزہ خیر رسومات ابھی ادا کی جارہی تھی کہ دفعتہً یخ بستہ ہوا کے جھونکے چلنے لگے ویسے ہی شدید جھکڑ جیسے کہ جنوبی افریقہ میں طوفان بادو۔یاراں کا پیش خیمہ ہوتے ہیں کوئی آدھے گھنٹہ بعد ہوا کا زور یکلخت کم ہوگیا اور کالے بادلوں میں بجلی چمکنے لگی۔اور بجلی کی سی سلگتی اور بجھتی روشنی میں ہم نے دیکھا کہ شہر سمبا کی تقریباً ساری آبادی چوک میں جمع تھی۔ کم سے کم سینکڑوں لوگ جمع تھے جو آسمان کی طرف اشارے کررہے تھے اور آپس میں کچھ کہہ رہے تھے۔

دس منٹ بعد ایک زبردست کڑاکا ہوا جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہو۔گرج کی یہ آواز چاروں افقوں کی طرف لڑھکتی چلی گئی اور پھر کوئی سخت اور ٹھوس چیز میرے قریب آکر گری۔پھر دوسری اور تیسری۔اور پھر میرے کندھے پر کوئی چیز لگی۔اور اس زور سے کہ میں درد و تکلیف سے چیخ اٹھا حالانکہ کندھے پر چرمی کمبل ڈالے ہوئے تھا۔

"نیچے چلو۔ماروت،، میں نے چیخ کر کہا"وہ وحشی ہمیں پتھر مار رہے تھے"۔ اور میں زینے کی طرف بھاگا

اور دس منٹ بعد ہی میں اور ماروت کمرے کے ایک کونے میں سکڑے بیٹھے تھے کیونکہ پتھر یا جو کچھ بھی وہ تھے۔زینہ اتر کر کمرے میں گر رہے تھے۔میرے پاس پائپ اور تمباکو کے علاوہ دیا سلائی کی چند تیلیاں بھی تھیں اور پیچھے خوفناک گھنٹوں میں پائپ ایک عمدہ رفیق ثابت ہوئی تھی۔ خیر تو میں نے ایک تیلی جلائی اور اس کی روشنی میں پہلی بات یہ دیکھی کہ ماروت کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا اور دوسری یہ کہ وہ پتھر دراصل برف کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے جو زینے پر سے لڑھک کر ذی روح کی طرح فرش پر آرہے تھے۔

"اولوں کا طوفان" ماروت نے کہا۔

"اولوں کا کیا دوزخ کا طوفان کہو" میں نے کہا "کیونکہ اتنے بڑے اولے میں نے تو پہلے کبھی دیکھے نہیں۔

تیلی بجھ گئی اور ساتھ ہی ہماری یہ گفتگو بھی ختم ہو گئی کیونکہ بارش ژالہ باری کے شور میں ایک دوسرے کی آواز سننا ناممکن تھا۔ نہایت آواز کے ساتھ اولے برس رہے تھے بڑے شور سے بادل گرج رہے تھے۔ لیکن اس گرج کی آواز اور ژالہ باری کے شور سے الگ ایک آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ یہ شہر سمبا کے باشندوں کی آواز تھی۔ جو بڑی کربناک آواز میں رو رہے تھے۔ ژالہ باری کا شور اور بڑھا اور چند منٹوں بعد ہی مجھے یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں مہمان خانے کی چھت اور اس کی دیواریں ژالہ باری کی تاب نہ لاکر ہم پر ڈھے نہ جائیں۔ لیکن میرا یہ خوف بے بنیاد ثابت ہوا۔ مہمان خانے کی چھت اور دیواریں بہت مضبوط تھیں۔

چنانچہ یوں ہوا کہ ہماری رہائش گاہ کی چھت اس آسمانی گولہ باری کو سہہ گئی اگر چھت کھپریل یا ٹین کی بنی ہوتی تو یقیناً ہمارے سروں پر آپڑتی۔ تو ایسا شدید تھا اور اولوں کا وہ طوفان۔

ژالہ باری کا یہ طوفان کوئی بیس منٹ تک جاری رہا اور ان بیس منٹ کے دس منٹ حقیقت میں قیامت کے تھے۔ رفتہ رفتہ طوفان کا زور کم ہونے لگا...... طوفان ختم ہو گیا......بادل چھٹ گئے اور چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ ہم پھر چھت پر جا بیٹھے۔ چھت پر برف کی کئی انچ موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اور سامنے بازار کا چوک دندانے دار اولوں سے پورا ڈھکا ہوا تھا۔

چونکہ برف کا طوفان گزر چکا تھا اس لئے اس گرم ملک کا گرم موسم پھر فضا میں سما رہا تھا اور نتیجہ اس کا یہ ہو رہا تھا کہ اولے سرعت سے پگھل رہے تھے چنانچہ ژالہ باری کے بعد ایک سیلاب سا آرہا تھا۔ یہ پانی صورتِ سیلاب جس طرح راہ پا رہا تھا ہلکے سے شور کے ساتھ بہہ رہا تھا ہم چند دوسری آوازیں بھی سن رہے تھے۔ یہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں تھیں۔ اصطبل کی چھت ژالہ باری کی تاب نہ لاکر گھوڑوں پر گر پڑی تھی وہ رونے اور بین کرنے کی آواز تھی۔ شہر سمبا کے اکثر محلوں میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی کیونکہ اکثر کمزور مکانات ڈھے گئے تھے اور اکثر مکین ملبے تلے دب گئے تھے۔ اس کے علاوہ ہم چوک میں بہت سی لاشیں پڑی دیکھ رہے تھے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کی لاشیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو ژالہ باری کے شکار ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ لوگ

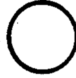
بھاگ کر اپنے گھروں میں پناہ لیتے اولوں نے انہیں آلیا تھا اور انہیں، زخمی و مردہ کر کے ڈال دیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس رات دو ہزار سے زیادہ لوگ بھینٹ کی رسومات میں شریک ہونے کے لئے جمع ہوئے تھے کہ دفعتۃً اولوں کے طوفان نے انہیں آلیا۔

"طفل مقدس چھوٹا سا ہے لیکن زبردست قوتوں کا مالک ہے دیکھو یہ ہے اس کا پہلا عذاب جو دشمنوں پر نازل ہوا ہے" ماروت نے گمبھیر آواز میں اعلان کیا۔

میں نے ماروت کی طرف دیکھا۔ چونکہ وہ یقین کر چکا تھا کہ ژالہ باری کا طوفان طفلِ مقدس کا بھیجا ہوا ہے اس لئے میں نے اس سے اس موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن میں یہ سوچے بغیر رہ بھی نہ سکا کہ ماروت جو کچھ کہہ رہا ہے اس پر یقین بھی رکھتا ہے؟ خیر ...... اپنا اپنا مذہب اور اپنا اپنا عقیدہ ہے مجھے کسی کے بھی مذہب اور عقائد سے کیا لینا دینا۔

صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ کالے کا مندہ حقیقت میں برباد ہو گئے تھے غالباً میں کسی جگہ کہہ چکا ہوں کہ کالے کا مندہ کے علاقے میں اس سال بہت عمدہ اور خوب فصل تیار ہوئی تھی اور فصل کی کٹائی جلد ہی ہونے والی تھی۔ پچھلے دنوں ہم نے چھت پر سے کھیت کو لہلہاتے دیکھا تھا جو عین جنگل کی سرحد تک چلے گئے تھے۔ ژالہ باری کی رات کے بعد جب سورج طلوع ہوا تو یہ کھیت غائب تھے جہاں فصل لہلہا رہی تھی وہاں اب ہرا بھرا سا نظر آ رہا تھا حتی کہ خود جنگل بھی ژالہ باری کے غضب محفوظ نہ رہا تھا۔ ہرا بھرا جنگل ایک ہی رات میں ننگا ہو گیا تھا۔ کسی بھی درخت پر ایک بھی پتا نظر نہ آ رہا تھا ۔ لنڈ منڈ درخت اپنی ننگی ٹہنیاں اٹھائے کھڑے تھے اور بس۔

قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ مردہ مہنت کو ہماری رہائش گاہ کے دروازے کے سامنے دفن کیا گیا تھا۔ اور اس طرح کہ اس کا سر قبر سے باہر تھا اس کے سر پر ایک مٹکا اوندھا دیا گیا تھا۔ وہ بچارا مردہ منتظر تھا کہ ہم اپنے جادو کے زور سے اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے لیکن ہوا یہ کہ اس کے سر پر ڈھکے ہوئے مٹکے کی تو خیر کرچیاں اڑ ہی گئی تھیں۔ خود مہنت کا سر بھی پاش پاش ہو گیا تھا۔ تو ایسا تھا وہ طوفان جو اپنی پوری تباہ کاریوں کے ساتھ شہر سمبا پر نازل ہوا تھا۔



اس صبح ہمارے لئے ناشتہ نہ لایا گیا۔ شاید اس لئے شہر سمبا میں کھانے کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی تھی۔ لیکن اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔ گزشتہ رات ہم کھانا نہ کھا سکے تھے۔ اس لئے رات کا کھانا جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ ہم نے وہ ٹھنڈا باسی کھانا زہر مار کیا اور اس جھونپڑی میں پہنچے جہاں ہمارا آخری ساتھی مقیم تھا۔ لیکن جھونپڑی خالی پڑی ہوئی تھی۔ پہلے دو کی طرح اس آخری شتر سوار کو بھی راتوں رات غائب کر دیا گیا تھا۔ اس خالی جھونپڑی کو دیکھ کر میرا دل غصے سے پر ہو گیا۔

"ان تینوں کو قتل کر دیا گیا ہے"۔ میں نے دانت پیس کر کہا۔

"نہیں" ماروت نے کہا "ان تینوں کو جانا پر بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے رات کو ہم نے چوک میں جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ دراصل بھینٹ کی رسومات ادا کی جا رہی تھیں۔ اب ہماری باری ہے میکو میزن"

میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس بھینٹوں کا جواب جو جانا نے دیا ہے اس سے کالے کاندہ مطمئن ہو گئے ہوں گے اور اب اگر انہوں نے ہم کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو......؟

"تو اس کا بھی جواب دیا جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جواب ہماری کیا مدد

کرے گا"؟

غصے اور خوف نے میری زبان گنگ کر دی اور میں پلٹ کر مہمان خانے میں چلا آیا۔اور ہمیں وہاں پہنچے چند سیکنڈ ہی ہوئے تھے کہ حصار کا دروازہ جو ٹوٹ پھوٹ گیا تھا' کھلا اور سمبا صحن میں داخل ہوا اس کے ساتھ وہ لنگڑا مہنت تھا جس کے پیر کی انگلی کا پور اڑ گئی تھی۔اس دفعہ وہ بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا ان کے پیچھے دوسرے لوگ تھے جو تقریباً سب کے سب زخمی تھے۔رات کی ژالہ باری نے کسی کو نہ بخشا تھا۔

میں کہہ چکا ہوں کہ میرے دل میں غم و غصے کا لاوا جل رہا تھا جو اس قدر شدید تھا کہ میں یہ بھی بھول گیا کہ اب تک میں کاندہ زبان نہ سمجھنے کا ناٹک نہایت کامیابی سے ادا کر رہا تھا۔بہر حال میں ساری احتیاط بھول کے اٹھا اور اس سے پہلے کہ سمبا کچھ کہتا میں اس کے سامنے پہنچ چکا تھا۔

"خونی ! ظالم ! کہاں ہیں ہمارے ساتھی ؟ کہاں ہے وہ سفید کاندہ جنہیں جھونپڑی میں رکھا گیا تھا؟ میں نے چیخ کر پوچھا"کیا تم نے ان تینوں کو جانا پر بھینٹ نہیں چڑھا دیا؟ تو دیکھو یہ ہے تمہارے ظلم کا نتیجہ۔"

اور میں نے برباد کھیتوں اور ننگے جنگل کی طرف اشارہ کیا۔

"کہاں گئی تمہاری فصل ؟ کیا ہوئے تمہارے کھیت ؟ اب موسم سرما میں کیا کھاؤ گے تم ؟"

میرے یہ الفاظ سن کر وہ سب کراہنے لگے۔یقیناً وہ تصور کی نظروں سے شہر سمبا میں قحط سالی دیکھ رہے تھے۔ان بچوں کو بھوک سے بلک بلک کر مرتے دیکھ رہے تھے۔

میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا :۔

"اور تم نے ہمیں کیوں قید کر رکھا ہے ؟ کیا تم کسی اور عذاب کے منتظر ہو ؟ کیا لینے آئے ہو اب تم ؟"

شدت جذبات سے میرے گلے میں پھندے سے پڑ گئے اور میں خاموش ہو گیا

"سفید قیام اجنبی سمبانے جواب دیا" ہم یہ دیکھنے آئے ہیں کہ تم نے اس مہنت کو زندہ کر دیا یا نہیں جو تمہارے جادو سے مر گیا تھا"

اب میں آگے بڑھا اور میں نے وہ چٹائی اٹھا کے الگ پھینک دی جو میرے کہنے سے ماروت نے لاش کے پھٹے ہوئے سر پر ڈال دی تھی کہ وہ بھیانک منظر میری نظر سے چھپا رہے۔

"تو پھر دیکھو" میں نے لاش کے سر کی طرف جس کے پرخچے اڑ گئے تھے اشارہ کر کے کیا" اگر تم نے ہمیں آزاد نہ کر دیا تو یقین کرو کر دوسرے چاند کے طلوع ہونے تک یا غروب ہونے تک تم سب کی بھی یہی حالت ہو جائے گی دیکھ لو اور یقین کر لو کہ تمہاری کھوپڑیاں بھی پاش پاش ہو جائیں گی دیکھ لو اور سمجھ لو کہ تم جیسے دغابازوں کو کیسی سزا دیتے ہیں"

اور اب وہ لوگ حقیقت میں سہم گئے۔

"آقا! سمبانے مجھے پہلی دفعہ اس معزز لقب سے مخاطب کیا" تمہارا جادو بہت زوردار ہے کم سے کم ہمارے پاس اس کا توڑ نہیں ہے ہمارے ملک پر ایک عجیب آفت نازل ہوئی ہے سینکڑوں آدمی مر گئے ہاں اس ژالہ باری سے مر گئے جو تمہاری لائی ہوئی تھی ہماری فصلیں تباہ ہو گئیں ہمارے کھیت تقریباً خالی ہیں اردگرد سے پیغامبر آئے ہیں اور انہوں نے خبر دی ہے کہ تقریباً ساری بھیڑیں اور بہت سے مویشی رات کے طوفان میں مر گئے ہیں وہ دن دور نہیں جب ہم بھوکوں مرنے لگ جائیں گے" اور تم اسی کے مستحق بھی ہو میں نے بے رحمی سے کہا سمبا! کہو اب بھی ہمیں آزاد کرتے ہو یا نہیں؟"

سمبا چند لمحوں تک میری صورت تکتا رہا اور پھر اس لنگڑے مہنت کے کان میں کچھ کہنے لگا جس کے پیر میں میرے پستول کی گولی لگی تھی میں ان دونوں کی باتیں سن نہ سکتا تھا چنانچہ میں اس کے چہروں کی طرف غور سے دیکھنے لگا مہنت جس کے سر کو بھی اولوں نے زخمی کر دیا تھا' بشرے کے جذبات نے مجھے بہت کچھ بتا دیا تھا مہنت نے گزشتہ کل جو مقنع لگا رکھا تھا وہ خاصا بھیانک تھا لیکن اب اس کے چہرے پر مقنع نہ تھا اور میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے کے نقوش بھی کم بھیانک نہ تھے بڑا ہی بدصورت تھا یہ

مہنت چپٹی ناک جس کے نتھنے ضرورت سے زیادہ پھیلے ہوئے تھے موٹے لٹکتے ہوئے ہونٹ باریک لور حلقوں میں دھنسی ہوئی آنکھیں اور بشرے سے عیاں عیاری اور سنگدلی کے جذبات جو صرف اس طبقے سے مخصوص ہوتی ہے ہر چند کہ اس وقت جو خوفزدہ اور سہما ہوا تھا لیکن مجھے یقین تھا اور یہی اس کے بشرے سے ظاہر بھی تھا کہ وہ اس وقت بھی اپنے آقا سمبا کو کوئی الٹا مشورہ دے رہا تھا اور اسے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوئی عمدہ ترکیب بنا رہا تھا لیکن خود سمبا مہنت کے اس مشورے سے متفق نظر نہیں آتا تھا بہر حال ترکیب ایسی تھی گویا سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے میرا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ چند سکنڈ بعد ہی سمبا نے آگے بڑھ کر یوں مخاطب کیا :۔

”آقا! ہمارا خیال تھا کہ ہم بطور یرغمال کے تمہیں اس وقت تک اپنا مہمان رکھیں گے جب تک کالے اور سفید کاندہ میں ایسی صلح نہیں ہو جاتی جیسی کے ہمارے اجداد میں تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قسمت کو یہ منظور نہیں اور پھر تمہارا جادو بھی ہمارے لئے بہت زوردار ہے اس لئے میں نے تمہیں آزاد کردینے کا فیصلہ کیا ہے۔

آج سورج غروب ہونے کے بعد ہم تمہیں اس راستے پر چھوڑ دیں گے جو دریائے ٹاوا کی اس شاخ تک جاتا ہے جو سفید اور کالے کاندہ کے علاقے کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے وہاں سے جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ کیونکہ اب ہم تمہاری صورت دیکھنا ہیں چاہتے اور جانا ہمیں یہ منحوس صورتیں پھر نہ دکھائے کبھی نہ دکھائے“

سمبا کا یہ فیصلہ سن کر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا لیکن میں نے اپنے جذبات کو دبا رکھا اور پوچھا۔

”آج شام کو؟ شام کو کیوں؟ ہمیں اسی وقت کیوں نہیں جانے دیتے؟ رات کے اندھیرے میں دریا عبور کرنا ہمارے لئے مشکل ہوگا“

”آقا! اس وقت دریا طغیانی پر نہیں ہے پھر ٹاوا کی یہ شاخ پایاب ہے اس کے علاوہ تم شام کو چلے تو صبح تک ہی وہاں پہنچ جاؤ گے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ جب تک ہم اپنے مردوں کو دفن نہ کرلیں تمہیں وہاں تک نہیں پہنچا سکتے۔“

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا سمبا اور اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی

پلٹ کر چل دیئے دروازے پر پہنچ کے لنگڑا مہنت اپنی بیساکھیوں پر گھوم گیا اور ہماری طرف دیکھ کے کچھ بدبدانے لگا شاید وہ ہمیں بد دعا دے رہا تھا

"بہر حال وہ ہمیں آزاد کرنے والے ہیں" میں نے ایک سر خوشی کے عالم میں کہا۔

"ہاں" ماروت نے جواب دیا" لیکن یہ بھی جانتے ہو کہ وہ ہمیں کہاں چھوڑنے والے ہیں؟ دریائے تاوا کے کنارے سے جو دلدلیں اور جنگل شروع ہوتا ہے وہ جانا کا مسکن ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دیوتائے شررات کے وقت اس طرف گشت کیا کرتا ہے"

میں نے اس موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا اور سوچا کہ یہ پراسرار مست ہاتھی تو ابھی بہت دور ہے اور اس سے بچا جا سکتا ہے اس کے برخلاف قربان گاہ بہت قریب ہے اور اس سے بچنا ممکن نہ تھا اس لئے خدا کا شکر بہر حال لازم ہے۔

کبھی کسی چور نے جس نے زبردست مال تاک رکھا ہو شام کا ایسی بے تابی سے انتظار نہ کیا ہوگا کبھی کسی عاشق نے جس کا وصال اسی شام اپنی محبوبہ سے ہونے والا ہو شام کا انتظار یوں نہ کیا ہوگا جیسا کہ اس دن میں نے کیا تھا میں چھت پر بیٹھا کالے کاندہ کو مردے اٹھا اٹھا کر لاتے اور دفن کرتے دیکھتا رہا اور دن کے طویل گھنٹے گزرتے رہے کبھی میں سورج کی طرف دیکھتا جو بڑی ست رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہا تھا حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ گزشتہ رات کے جگنے کے بعد میں دن بھر پڑا سوتا رہتا خصوصاً اس لئے بھی کہ اس رات ہمیں پھر جاگنا تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ سفر میں مجھے سونے کا موقعہ ملنے والا نہ تھا۔

آخر کار سورج اپنا دن بھر کا سفر طے کر کے ننگے جنگل کے لنڈ منڈ درختوں کے پیچھے ؟ غروب ہونے لگا اور حسب وعدہ بادشاہ سمباپیس گھوڑ سواروں کے ساتھ صحن میں داخل ہوا یہ لوگ دو ایسے گھوڑے بھی ہنکاتے لائے تھے جن پر کوئی سوار نہ تھا یہ گھوڑے ظاہر ہے کہ ہمارے لئے تھے ہمارے سفر کے انتظامات مکمل تھے یہ انتظامات یا انتظام صرف یہ تھا کہ ماروت نے اشیائے خورد و نوش کا ذخیرہ جتنا بھی سما سکا اپنے چغے میں بھر لیا تھا چنانچہ ہم اس منحوس مہمان خانے سے باہر آئے اور سمبا کا اشارہ پا کے اپنے

اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے ہم چوک میں ہو کر اس مقام کے قریب سے گزرے جہاں قربان گاہ کا پتھر اب بھی رکھا ہوا تھا اس پتھر پر راکھ کا ڈھیر تھا اور راکھ کے اس ڈھیر میں سے جلی ہوئی ہڈیاں جھانک رہی تھیں یہ ہڈیاں شاید ہمارے ان تین شتر سوار ساتھیوں کی تھیں جنھیں جاناپر بھینٹ چڑھادیا گیا تھا۔

چوک عبور کر کے ہم شہر سمبا کے جنوبی راستے پر چل پڑے۔

راستے کے دونوں کناروں پر کے مکانات کے دروازے کھلے تھے اور ان کے دروازوں میں مکان کے مکیں کھڑے ہوئے تھے یہ لوگ ہماری طرف اپنے گھونسے ہلا رہے تھے اور ہمیں بد دعائیں دے رہے تھے نفرت و حقارت کے ایسے وحشیانہ جذبات میں نے پہلے کبھی کسی کے چہرے پر نہ دیکھے تھے جیسے کہ شہر سمبا کے باشندوں کے بشروں سے عیاں تھے۔

اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہ تھی کیونکہ فصلیں تباہ ہو گئی تھیں اور جب تک دوسری فصل تیار نہ ہو وہ بھوکوں مرنے والے تھے اس کے علاوہ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ یہ تباہی طفل مقدس کی یا پھر ایک سفید فام جادوگر اور طفل مقدس کے ایک مہنت کی لائی ہوئی تھی اگر ہمارے ساتھ مسلح سپاہی نہ ہوتے تو میں سمجھتا ہوں کہ شہر سمبا کے لوگ ہم پر ٹوٹ پڑتے اور ہماری بوٹیاں اڑادیتے لیکن جب میں نے کھیتوں کی حالت دیکھی تو سچ کہوں مجھے کالے کاندہ پر رحم آگیا اس سال کی فصل میں انہیں ایک دانہ بھی نہ ملنے والا تھا پودے نہ صرف زمین پر لیٹ گئے تھے بلکہ اولوں نے ان کی دھجیاں اڑادی تھیں۔

راستہ کئی میل تک تباہ شدہ کھیتوں میں سے گزرتا رہا اور پھر جنگل میں داخل ہو گیا۔ یہاں اندھیرا تھا یہ اندھیرا گہرا تھا کہ میں سوچنے لگا کہ ہمارے راہبر اس میں راستہ کس طرح دیکھ لیتے ہیں دفعتہً ایک بھیانک خیال بجلی کی سی تیزی سے میرے دماغ میں کوند گیا۔

"شاید یہ لوگ ہمیں یہاں قتل کرنے کے لئے لائے ہیں"

اس خیال نے ایسی شدت اختیار کی کہ مجھے اعتراف ہے کہ میں گھبرا گیا اور سوچنے لگا کہ کوئی دم میں میرے سینے یا پیٹھ میں چاقو اترا چاہتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ

اپنے گھوڑے کو ایڑ مار کے بھاگ نکلوں لیکن میں اپنے اس ارادے کو جائز عمل نہ پہنا سکا اول تو اس لئے کہ میں ماروت کو جسے میں اس اندھیرے میں دیکھ نہ سکتا تھا اور دوم اس لئے کہ سمبا اتر کے کسی طرف کھسک جاتا لیکن میں نے ایسا بھی نہیں کیا وجوہات وہی تھے جو میں بیان کر چکا ہوں چنانچہ اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ خدا اور اپنی قسمت پر بھروسہ کر کے بس آگے بڑھتا چلا جاؤں۔

چند گھنٹوں کے سفر کے بعد آخر کار ہم اس جنگل سے نکل آئے چاند طلوع ہو رہا تھا اور ہر چند کہ وہ پورے چاند کی رات نہ تھی تاہم چاند پوری طرح روشن تھا اور اس کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ ہم ایک وحشت انگیز دلدل بھیڑ میں نکل آئے تھے جس میں اکا دکا درخت کھڑے ہوئے تھے ایک پگڈنڈی جانوروں کی آمدورفت سے پیدا ہو گئی تھی بس میں نے یہی کچھ دیکھا اور اس بھیڑ میں پہنچ کر ہم رک گئے اور سمبا نے ہمیں مخاطب کر کے کہا۔

"جادوگر اپنے گھوڑوں پر سے اتر آؤ ہم اس مقام سے آگے نہیں جا سکتے کیونکہ آگے کا علاقہ آسیب زدہ ہے لیکن چونکہ تم خود آسیب ہو اس لئے تمہیں اپنے ہم قوم سے نہ ڈرنا چاہیے اور نہ ڈرتے ہو گے اس پگڈنڈی پر چلے جاؤ یہ تمہیں ایک جھیل پر پہنچا دے گی جھیل کو ایک طرف چھوڑ کے آگے بڑھتے رہو اور جب سورج طلوع ہو رہا ہو گا تو تم دریا تک پہنچ سکو گے کیونکہ اس راستے اور اس خطے کا پاسبان وہ ہے جس کے نام سے بھی لوگوں کے دل لرز اٹھتے ہیں۔"

ابھی سمبا خاموش ہوا ہی تھا کہ سپاہی ایک دم سے ہم پر ٹوٹ پڑے ہمیں گھوڑوں پر سے کھینچ کر آگے دھکیل دیا وہ لوگ پھر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پلٹ کر چل دیئے دوسرے ہی لمحے وہ اندھیرے کی چادر میں جا کر نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے اور ہم اس وحشت انگیز مقام میں اکیلے کھڑے رہ گئے تھے۔

"اب کیا ہو گا دوست؟ میں نے ماروت سے پوچھا

؟؟اب ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آگے بڑھتے چلے جائیں کیونکہ اگر ہم یہیں ٹھہرے رہے تو صبح ہوتے ہی سمبا اور اس کے ساتھی واپس آ کر ہمیں قتل کر دیں گے کم سے کم سمبا کے سپاہی نے تو مجھ سے یہی کہا تھا"

"تو پھر چلو" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا ماروت میرے پیچھے چل پڑا سمبا نے وہ کون سے پاسبان کا ذکر کیا تھا جس کا نام سنتے ہی لوگوں کے دلوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے؟" میں نے گردن گھما کر ماروت سے پوچھا اس وقت ہم ایک آٹھ میل کا سفر طے کر چکے تھے۔

غالباً اس کا مراد ہاتھی جانا اسے تھا ماروت نے کراہ کر جواب دیا۔ تو پھر میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری مڈھبیڑ اس ہاتھی سے نہ ہو جائے خوش ہو جاؤ ماروت کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہماری ملاقات کسی بھی ہاتھی سے نہ ہو"

حالانکہ اس راستے سے بہت سے ہاتھی گزر رہے ہیں اور اس نے پگڈنڈی پر پیر کے بہت سے نشانات کی طرف اشارہ کیا کہتے ہیں کہ ہاتھی مرنے کیلئے اسی جھیل کے قریب جاتے ہیں اور یہ راستہ جس پر چل رہے ہیں ان راستوں میں سے ایک ہے جس پر سے گزر کردہ ہاتھی جن کی موت آگئی ہو جھیل تک پہنچتے ہیں اور یہ راستہ وہ ہے میرے آقا جس پر سے انسان تو انسان جنگل کے دوسرے جانور بھی گزرنے کی جرات نہیں کر سکتے"

"تو پھر میں نے کہا انگلستان کے ایک قصر میں گھر میں گھرے ہو کے میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ نظر بندی نہ تھی بلکہ حقیقت تھی"

"ہاں آقا! میرا چچا ہاروت جب جوان تھا تو ایک دن شکار کھیلنے نکلا اور راستہ بھول کے ہاتھیوں کے اس قبرستان کے قریب جا پہنچا چنانچہ ہاروت نے اپنی قوت کے زور سے تمہیں وہی منظر دکھا دیا تھا جو اس نے ایک دفعہ دیکھا تھا اور اب ہم اس مقام کو حقیقت میں دیکھ لیں گے بہت جلد دیکھ لیں گے"

پورے دو گھنٹوں تک ہم خاموشی سے چلتے رہے اور دو گھنٹے کے اس سفر میں جو خواب پریشاں سے کم نہ تھا' مجھے صرف ایک ذی روح چیز نظر آئی یہ ایک غیر معمولی طور پر بڑا الو تھا جو چند ثانیوں تک ہمارے سروں پر یوں منڈلا تا رہا جیسے ہمارا معائنہ کر رہا ہو اور پھر پھڑ پھڑا کے اوپر اٹھا اور غائب ہو گیا

"آقا یہ الو جانا کا جاسوس تھا جو اسے ہر واقعہ سے باخبر رکھتا ہے جو اس علاقے میں ہو رہا ہو" ماروت نے بےحد نیچی آواز میں مجھے مطلع کیا۔

''ہشت''میں نے کہااور آگے بڑھتا چلا گیا

اور شکر ہے کہ ہمیں دوبارہ وہ الو نظر نہ آیا آپ جانئے ایسے وحشت انگیز مقام میں توہمات کہیں نہ کہیں سے آتے ہیں خواہ آپ کتنے ہی بہادر تعلیم یافتہ اور روشن خیال کیوں نہ ہوں۔

آخر کار ہم ایک ڈھلان چڑھ کے اس کی چوٹی پر پہنچے اور اس چوٹی کے دوسری طرف اور ہمارے قدموں میں ایک ایسا ویران اور ہولناک منظر نظر آیا کہ کبھی خواب میں بھی کسی نے نہ دیکھا ہو گا اگر میں نے قصر ریجنال کے ایک کمرے میں کھڑے ہو کے ایک دفعہ پہلے بھی اس منظر کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو مارے خوف سے دیوانہ ہو گیا ہوتا میرے خدا! عجیب وحشت ناک مقام تھا وہ عجیب خوفناک مقام تھا وہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں انسانوں کی دنیا سے نکل کر دفعتہً بھوتوں کی دنیا میں پہنچ گیا ہوں۔

قصر ریجنال کے ایک کمرے میں کھڑے ہو کے اور ہاروت کی کے جادوئی دھوئیں میں میں نے جو منظر دیکھا تھا وہ یہی منظر تھا جسے اب میں حقیقت میں اور اپنے پورے ہوش و حواس میں دیکھ رہا تھا۔

ٹیلے کے قدموں میں جھیل تھی سیاہی مائل پانی کی ایک چادر سی جس کے کناروں پر سرکنڈے کھڑے تھے سرکنڈوں کی اس جھالر سے ذرا دور اور جھیل کے چاروں طرف جنگل تھا جھیل کے بائیں طرف ایک سنگلاخ میدان تھا چونکہ چاند کی روشنی ناکافی تھی اور پھر ہمارے اور جھیل کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا اس لئے میں اس سے زیادہ نہ دیکھ سکا۔

لیکن اتنا سا ہی منظر دیکھ کے مجھے پھر پریاں آگئیں اول تو اس لئے کہ یہ مقام عجیب ڈراؤنی اور بھیانک تھا اور دوم اس لئے کہ میں اس سے پہلے بھی ایک عجیب ڈھنگ سے اس مقام کو دیکھ چکا تھا اکثر دفعہ یوں ہوتا ہے کہ آپ کسی دوسرے ملک میں گھومنے پھرتے کسی ایسے محلے میں جا نکلتے ہیں جس کی گلی کوچے آپ کو جانے پہچانے معلوم ہوتے ہیں مشابہت یا اتفاق پر آپ جس طرح چونک پڑتے ہیں اور آپ کی جو حالت ہو جاتی ہے اسے اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں بس میری حالت بھی کچھ ایسی ہی ہو رہی تھی اس وقت............

بہر حال میں آگے بڑھنے سے ہچکچانے لگا کیونکہ میں نے قصر رہجنال میں کھڑے ہو کے جو منظر دیکھا تھا یہ حقیقت میں اس کی ابتدا تھی میں نے دھوئیں کے اس عجیب خواب میں جو کچھ دیکھا تھا وہ سب کا سبو ابھی پورا نہ ہوا تھا میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی

اگر تم بائیں طرف چل دیئے تو یا تو جھیل کے پانی تک پہنچ جائیں گے یا پھر ہم اس کے کنارے کنارے اور بدستور بائیں طرف چلتے رہیں گے اور جنگل میں پہنچ جائیں گے اور بھٹک جانا ممکن تھا۔

میں نے دائیں طرف دیکھا۔

اس طرف کی زمین سنگلاخ اور ناہموار تھی بڑے بڑے پتھروں کے درمیان خاردار جھاڑیاں اگ رہی تھیں اس میدان کو پیدل عبور کرنا ناممکن تو نہ تھا البتہ بہت مشکل ضرور تھا۔

میں نے پیچھے دیکھا ........

میں واپس اسی راستے سے جس سے ہم آئے تھے لوٹ جانے کے متعلق سوچ رہا تھا کہ دفعتۂ کوئی سو گز دور قد آدم جھاڑیوں کے اس پار کوئی چیز لپک کر اوپر اٹھی اور پھر جھک کر غائب ہو گئی یہ ہاتھی کی سونڈ ہو سکتی ہے۔

اس دیوتائے شر کے چٹان پر نمودار ہونے کے بعد جو ایک منٹ گزرا اس میں میرے دماغ میں ہزاروں خیالات امڈ آئے مثلاً میں نے سوچا کہ جانا اس چٹان پر کیوں نمودار ہوا؟ اور اس کا جواب خود میں نے یہ دیا کہ مرتے ہوئے ہاتھی کی چنگھاڑ اسے اپنی آرام گاہ سے جو یقیناً دور نہ ہو گی یہاں کھینچ لائی تھی میں نے یہ بھی سوچا کہ جانا شاید ہاتھیوں کا بادشاہ ہے جسے ہر ہاتھی اپنے مرنے کی خبر پہنچانا ضروری سمجھتا ہے اور دوسرے لمحے جو کچھ ہوا اس نے میرے اس خیال کی ایک حد تک تائید کر دی

ایک منٹ تک وہ چٹان کے چوٹی پر کھڑا اپنے بڑے بڑے کان ہلاتا رہا اور سونڈ اٹھا اٹھا کے ہوا سونگھتا رہا پھر وہ چٹان پر سے اتر کے جھومتا جھامتا اس ہاتھی کی طرف بڑھا جو گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور جسے میں مردہ سمجھ چکا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ مرا نہ تھا اس میں جان باقی تھی کیونکہ جیسے ہی جانا اس کے قریب آیا اس نے اپنی

سونڈ اٹھا کے جانا کی سونڈ سے لپیٹ دی گویا اسے خوش آمدید کہہ رہا ہو یا اس سے آخری اور الوداعی مصافحہ کر رہا ہو مرتے ہوئے ہاتھی کی سونڈ پھر زمین پر گر گئی اور اب جانا نے وہ کیا جو میں اس دھوئیں کے خواب میں کرتے دیکھ چکا تھا یعنی یہ کہ اس نے دفعتہً زمین پر پڑے ہوئے ہاتھی پر حملہ کر دیا اور اپنے دانتوں کی مدد سے اسے زمین پر لڑھکا دی اس ہاتھی نے ذرا ابھی جنبش نہ کی اس دفعہ وہ بے شک و شبہ مر چکا تھا

جانا جب مردہ ہاتھی کو اس کے پہلو پر لڑھکا چکا تو اپنی دونوں ٹانگیں اس کی لاش پر رکھ کر کھڑا ہو گیا جیسے وہ اپنے بھائی کی موت کا ماتم کر رہا ہو یا اس کے مر جانے کا غم ہو یا اس نے ایسا شاید اس لئے کیا تھا کہ اگر مرنے والے میں زندگی کی رمق باقی ہو تو وہ۔۔۔۔۔ جانا۔۔۔۔۔۔ اسے ختم کر دے یہاں میں یہ بتا دوں کہ اس وقت ہوا بند ہو چکی تھی کبھی کبھار ایک ہلکا سا جھونکا آجاتا تھا اور ان جھونکوں سے معلوم ہوا کہ ہوا جانا کی طرف سے ہماری طرف بہہ رہی ہے۔

لیکن اسے ہماری بد قسمتی کہئے یا ستم ظریفی کہ اب ہوا کا رخ بدل گیا ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے اب ہماری طرف سے جانا کی طرف چلنے لگے اس وقت میں نے لاشعوری طور پر گردن گھما کر وائیں طرف دیکھا اور میرا خیال ہے کہ اس طرف کوئی سو گز کے فاصلے پر پتھروں کے درمیان سے میں نے کسی چیز کو گزرتے دیکھا وہ یا تو بادل کا سایہ تھا یا پھر ایک ہاتھی تھا میں ٹھیک سے نہ دیکھ سکا کہ وہ کیا تھا کیونکہ جانا کی سونڈ کی ہلکی ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز نے مجھے پھر جانا کی طرف ہمہ تن متوجہ کر دیا تھا۔

اور میں نے دیکھا کہ اب وہ زبردست ہاتھی چوکنا کھڑا تھا اس کے بڑے بڑے کان کنپٹیوں سے چپک گئے تھے اس کا زبردست جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا اور اس کی سونڈ ہوا میں اٹھی "فون" "فون" کر رہی تھی۔

ہاروت لرزتی اور نیچی آواز میں جلدی جلدی کہہ رہا تھا :۔

"آقا! مہنت نے اسے حکم دے دیا ہے کہ وہ ہمارا خاتمہ کر دے ہماری موت قریب ہے مرنے سے پہلے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ سفید فام خاتون جو آقا اینیز بیوی ہے ہمارے۔۔۔"

اور جب ہاتھی کے روپ میں موت اس قدر قریب ہو تو میں دنیا کی کسی بھی

عورت میں دلچسپی نہ لے سکتا تھا میں نے گردن گھما کے تیز نظروں سے ماروت کی طرف دیکھا اور اب معلوم ہوا کہ اس کی حالت قابل رحم تھی اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ تھی بشرے سے حد درجہ خوف کے آثار عیاں تھے اس کی آنکھیں پھیل کر بے نور ہو چکی تھیں۔

اور میں نے یہ غلط نہ کہا تھا جانا نے ہماری آواز سن لی تھی ہم نے بہت نیچی آواز میں ایک دوسرے سے سرگوشی کی تھی لیکن اس خاموشی میں یہ آواز بھی جانا کے کانوں تک پہنچ گئی تھی یقیناً اس کی قوت سامعہ حیرت انگیز حد تک تیز تھی دفعتاً وہ اپنی سونڈ آگے بڑھا کر ہماری طرف کوئی بیس یا بائیس قدم تک بھاگتا چلا آیا پھر وہ ہم سے ایک قدم کے فاصلے پر رک گیا اور ایک بار پھر سونڈ اٹھا کے ہوا سونگھنے لگا۔

دیوتائے شر کو اتنے قریب اور عین سامنے دیکھ کے ماروت اپنے حواس کھو بیٹھا دفعتہً وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھا اور جھیل کی طرف بے تحاشہ بھاگا غالباً وہ جھیل میں پناہ لینا چاہتا تھا جانا نے ماروت کو بھاگتے دیکھا اور بھیانک چنگھاڑ کے ساتھ وہ بھی ایک ریلوے انجن کے پیچھے بھاگ پڑا ماروت جھیل تک پہنچ گیا وہ اس میں کود پڑا وہ تیرنے لگا۔

میں نے سوچا کہ اگر جھیل کے مگرمچھوں نے ماروت کے حصے بخرے نہ کئے تو وہ اپنی جان بچالے جائے گا کیونکہ میرا خیال تھا کہ ایسے ڈیل ڈول کا ہاتھی جھیل میں اترنے کی جرات نہ کر سکے گا۔

لیکن میرا خیال غلط تھا ایک زبردست چھپا کے آواز کے ساتھ جانا بھی جھیل میں اتر پڑا اور پھر میں نے حیرت سے دیکھا کہ وہ بڑی مہارت سے تیر رہا تھا ماروت نے اس بلا کو تیرتے دیکھا تو وہ کنارے کی طرف پلٹ پڑا اس عمل سے وہ جانا سے ذرا اور آگے بڑھ گیا کیونکہ جانا اتنی آسانی اور پھرتی سے گھوم نہ سکتا تھا۔

وہ دونوں واپس آئے ماروت آگے آگے اور جانا پیچھے پیچھے جو اپنی سونڈ لمبی کر کر کے ماروت کی طرف چلا آرہا تھا ماروت جانا سے چند گز آگے تھا وہ پتھروں کے درمیان سے خرگوش کی طرح نکل رہا تھا اور ٹیڑھا ترچھا بھاگ رہا تھا اور۔۔۔۔ میں نے لرز کر دیکھا۔۔۔۔ ماروت سیدھا کسی پناہ کی امید میں قصداً میری طرف بھاگا آرہا تھا۔

آخر کار ماروت ہمت ہار بیٹھا مجھ سے کوئی ایک نیزے کے فاصلے پر دہ رکا پلٹ کے جانا کے روبرو کھڑا ہو گیا اور نہایت اونچی آواز میں جانا کو بد دعا دینے لگا اس نے کیا کہا میں نہیں جانتا میں صرف ایک لفظ سن سکا "طفل مقدس" اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ اس نام نے بپھرے ہوئے جانا پر ایک عجیب اثر کیا وہ بھاگتے بھاگتے دفعتۂ رک گیا اب ماروت اور جانا ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے اور دونوں کے درمیان چند قدم کا ہی فاصلہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جانا نے ماروت کی بد دعائیں سمجھ لی ہیں اور اگر ایسا تھا تو ان بد دعاؤں نے دیوتائے شہر کو مارے غصے کے پاگل کر دیا وہ خون منجمد کر دینے والی آواز میں چنگھاڑا وہ اپنی سونڈ کو اپنے پہلوؤں پر کوڑے کی طرح مارنے لگا اس کی سرخ انگارہ سی آنکھیں حلقوں میں تیزی سے گھومنے لگیں اس کا غار جیسا دہن کف آلود ہو گیا وہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے جھونے لگا۔

اور پھر اس نے ماروت پر حملہ کر دیا۔

میں نے گھبرا کے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میں نے جب انہیں دوبارہ کھولا ہے تو یہ دیکھنے کے لئے کہ جانا ماروت کو ہوا میں اچھال چکا تھا اور موخر الذکر قلابازیاں کھاتا ہوا میں اس قدر بلند ہو گیا تھا کہ میں نے سمجھا کہ اب وہ نیچے نہ آئے گا لیکن وہ قلابازیاں کھاتا نیچے آیا اور "دھپ" کی آواز کے ساتھ پتھروں پر گرا جانا آگے بڑھ کے ماروت کے قریب جا کھڑا ہوا اور اب چونکہ وہ یعنی ماروت کی لاش کو لے کر کسی طرف چلا جائے اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے لیکن میری یہ دعا قبول نہ ہوئی جانا ماروت کو اپنی سونڈ میں جھولا سا جھلاتا جیسے ماں بچے کو سلانے کے لئے اپنی بانہوں ں میں جھلاتی ہے آہستہ آہستہ اس پتھر کی طرف بڑھا جس کے پیچھے میں لیٹا ہوا تھا شاید اس نے مجھے دیکھ لیا تھا یا میری بو پالی تھی

ایک لمحے تک۔۔۔۔۔۔ اور یہ ایک لمحہ مجھے ایک صدی معلوم ہوا۔۔۔۔

جانا میرے قریب کھڑا مجھے دیکھتا رہا گویا مجھ سے اسے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی ہو جانا کے بھیگے ہوئے جسم پر جھیل کے ٹھنڈے پانی کے قطرے مجھ پر ٹپک رہے تھے اگر پانی کے یہ قطرے مجھ پر نہ ٹپک رہے ہوتے تو شاید میں بیہوش ہو جاتا اسکے علاوہ دوسری کوشش میں نے یہ کی سانس روک کر مروے کی طرح پڑا رہا شاید یہ دیوتائے شر

مردے کو کچلنا پسند نہ کرے شاید یہ اس کی شان کے خلاف ہو میں نے کنکھیوں سے دیکھاکہ جانا نے اپنازبردست پنجہ جو کرسی کی نشست جتنا تھااٹھایااور اسے عین میری کمر پر اٹھائے رکھا۔

اب اس نے ماروت کی لاش کو آہستہ سے زمین پر میرے قریب رکھ دیااور اپنی سونڈ سے میرے جسم کو ٹٹولنے لگااس کی سونڈ کی نوک نے میری گدی کو چھوااور پھر وہ آہستہ آہستہ نیچے سرکنے لگی میرے خدا۔۔۔۔۔میں اپنے اس وقت کی حالت کو بیان نہیں کر سکتا۔

عین اسی وقت جبکہ جانا اپنے بڑے بڑے کان ہلا کے میری ہڈیوں کو سرمہ بنا ڈالنے کی تیاریاں کر رہا تھادفعتاچند گز کے فاصلے سے بندوق کے دھماکے کی آواز سنائی دی میں نے نظر اٹھا کے دیکھاجانا کی بائیں آنکھ سے خون بہ رہا تھابندوق کی گولی اس کی آنکھ میں یااس کے آس پاس لگی تھی۔

اس نے سونڈ اٹھائی وہ اسے اپنی آنکھ تک لے گیااس نے اپنے زخم کو محسوس کیااور تکلیف سے نہایت بھیانک آواز میں چیخا پلٹااور بدحواس ہو کے بھاگا۔





اس کے بعد شائد ہی میں ایک دو منٹ کے لئے بیہوش ہو گیا تھا بہر حال مجھے یاد ہے کہ اس بے ہوشی میں یا غشی کے عالم میں میں نے ایک بہت بھیانک خواب دیکھا تھا ایسا خواب جیسا کہ شدید بخار میں مبتلا شخص کو نظر آتا ہے جو یوں تو صاف اور واضح ہوتا ہے لیکن بعد میں وہ لاکھ کوشش کے باوجود یاد نہیں آتا میرا وہ خواب کچھ یوں تھا۔

ہاتھیوں کے قبرستان میں پڑے ہوئے ڈھانچے جیسے زندہ ہو گئے ہیں اور گردہ در گردہ میرے سامنے آرہے ہیں اور اپنے استخوان گھٹنوں پر گر گر کر مجھے سجدے کر رہے ہیں اس لئے کہ تنہا میں ہی وہ شخص تھا جو جانا کے غضب سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"اور اب میں اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے آنکھ مل کے اور پھر آنکھیں پھاڑ کے دیکھا اب کسی شک شبہ کی گنجائش نہ تھی یہ خواب نہ تھا یہ حقیقت تھی ہینس میرے سامنے موجود تھا وہ انٹو مبی کے منہ پر چرمی ٹوپی چڑھا رہا تھا

"ہینس!" میں نے کھوکھلی آواز میں کہا تم یہاں کیا لینے آئے ہو"

"باس تمہیں اس شیطان سے بچانے آیا ہوں اس نے جواب دیا۔

"باس! یہ مقام تو آسیب زدہ ہے۔ اور وہ شیطان کا باپ جانا اپنی آنکھ سے خون پونچھنے کے بعد ہماری خبر پوچھنے آئے گا"۔

میں نے کوئی جواب دیے بغیر ماروت کی طرف دیکھا جو میر قریب پڑا ہوا تھا۔ جیسے سو رہا ہو۔

"باس اب اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے اور یہ مر چکا ہے اور پھر اس نے بڑی بشاشت سے اضافہ کیا اور یہ اچھا ہی ہوا کہ تمھارے والد نے اسے اپنے پاس بلالیا انہیں یاد آگیا ہوگا کہ ایک اونٹ پر تین آدمی سوار نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ اگر یہ یہیں پڑا رہا تو جانا ہمارا تعاقب کرنے کے بجائے اس سے کھیلنے لگ جائے گا۔

میں نے آخری دفعہ ماروت کی لاش کی طرف دیکھا مجھے اس کی موت کا افسوس تھا سبا کی قید میں ہم دونوں ساتھ رہے تھے اور سفر کی دشواریوں میں ہم دونوں برابر کے شریک تھے مجھے ماروت سے انسیت سی ہو گئی تھی

مجھے ماروت کی مسکراہٹ پسند تھی مجھے ماروت پسند تھا چنانچہ مجھے اسکی موت کا رنج و افسوس تھا۔

میرے اعضا کچھ ایسے مفلوج سے ہو رہے تھے کہ میں اپنے آپ اٹھ نہ سکا ہینس نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا میں اپنے آپ چل بھی نہ سکتا تھا۔

چنانچہ ہینس کے کندھے کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا اور پتھروں اور ہاتھیوں کے ڈھانچوں کے درمیان سے اس طرف چلا۔ جس طرف ہینس مجھے لے جا رہا تھا۔

اور ہم جھیل سے دور مشرق کی طرف جا رہے تھے اس مقام سے جہاں ماروت کی موت کا المیہ ہوا تھا دو سو گز دور ایک اور چٹان تھی جو اس چٹان کی طرح ہی تھی جس پر جانا نمودار ہوا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ یہ چٹان ذرا چھوٹا تھا اس چٹان میں ہینس کا اونٹ اطمینان سے بیٹھا جگالی کر رہا تھا اور اس کی نکیل ایک پتھر سے بندھی ہوئی تھی۔

جب ہم اونٹ کی طرف بڑھ رہے تھے تو ہینس مجھے اپنی سرگزشت سنا رہا تھا۔

"معلوم ہوا کہ جب کاندہ کا سپہ سالار ہینس کی بندوق کی گولی کا شکار ہو کر گرا تو اس

بوڑھے افریقی کے سال خوردہ دماغ میں ایک خیال رینگ آیا اور اس نے یوں سوچا کہ اگر وہ بھی گرفتار ہو گیا تو میری کوئی مدد نہ کر سکے گا۔

البتہ اگر وہ فرار ہو گیا تو ہماری مدد کر سکے گا یا اگر میں مر گیا تو کالے کاندہ سے میرا انتقام لے سکے گا"۔

ہینس ایک ٹیلے کی اوٹ میں اندھیرا اترے تک چھپا رہا اور جب چاند نکل آیا تو وہ ہماری تلاش میں چلا وہ ہمارے قدموں کے نشانات کے سہارے چلتا اور راستے میں پڑتے ہوئے گراموں سے کترا کے نکلتا رہا یہاں تک کہ وہ شہر سمبا کے قریب پہنچ گیا اور وہاں وہ جنگل میں کے ایک غار میں چھپ رہا اس طرف سے نہ کوئی آتا تھا نہ جاتا تھا رات کے وقت وہ اونٹ کو چارہ چرنے کے لئے چھوڑ دیتا اور دن کے وقت اسے غار میں لے آتا اونٹ دن بھر غار میں اور ہینس ایک درخت کی بلند ترین چوٹی پر بیٹھا رہتا اور وہاں بیٹھ کے ہینس وہ سب کچھ دیکھا کرتا جو شہر سمبا میں ہو رہا ہوتا اس عرصے میں وہ اس کھانے سے پانی بھوک مٹاتا رہا جو اس کے پاس تھا اس کے علاوہ اس نے ایک گراں کے کھیت میں سے جو بھی چرا لئے تھے۔ ان سے بھی کام چلتا رہا تھا۔ اس طرح اس درخت پر بیٹھ کے اس نے وہ تمام واقعات دیکھے جو شہر میں ہو رہے تھے حتیٰ کے وہ تباہی بھی دیکھی جو ژالہ باری نے ٹپائی تھی چونکہ ہینس اور اس کا اونٹ غار میں تھا اس لئے وہ دونوں اس عذاب الٰہی سے محفوظ رہے دوسرے دن جب وہ اپنے مخصوص درخت پر بیٹھا تھا تو اس نے دیکھا کہ مجھے اور ماروت کو شہر سمبا سے باہر لایا گیا ہے پھر اس نے ہمیں سپاہیوں کے ایک دستے کے ساتھ روانہ ہوتے دیکھا ہینس درخت پر سے اتر کے غار کی طرف بھاگا جلدی جلدی اونٹ پر کھجور رکھ کے اس پر سوار ہوا اور ہمارے تعاقب میں چل پڑا وہ جنگل میں درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ میں چلتا رہا یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ ماراید رقہ میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔

وہ منتظر کھڑا رہا یہاں تک کہ سمبا اور اس کے سپاہی ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے یہ لوگ ہینس کے اتنے قریب سے گزرے کہ وہ ان کے باتوں کی آواز صاف طور سے سن سکتا تھا اور وہ لوگ بڑی خوشی کے عالم میں کہہ رہے تھے کہ انھیں توقع ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ اب ہاتھی جانا ہمیں زندہ نہ چھوڑے گا خصوصاً اس لئے کہ ہمارے

تین شتر سوار ساتھیوں کو اس پر پہلے ہی بھینٹ چڑھایا جا چکا تھا۔

جب سمبا اور اس کے ساتھ دور نکل گئے تو ہینس پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کے ہمارے پیچھے چل پڑا یہاں میں نے اس سے پوچھا کہ اگر وہ ہمارے اتنے قریب تھا تو پھر اس جھیل اور ساتھیوں کے قبرستان تک پہنچنے سے پہلے ہمیں آ کیوں نہ لیا یہاں میں یہ بتادوں کہ ہینس واقعی قریب تھا وہ لمبی سی چیز جیسے میں نے جھاڑیوں کے پیچھے سے ابھرتے اور جھکتے دیکھا تھا ہاتھی کی سونڈ نہ تھی بلکہ ہینس کے اونٹ کی گردن تھی۔ میرے اس سوال کا جواب ہینس اطمینان بخش طور پر نہ دے سکا وہ گڑبڑا گیا تھا جیسا کہ وہ پہلے بھی اعتراف کر چکا تھا اور پھر اس سے یہی مناسب معلوم ہوا کہ وہ ہمارے پیچھے لگا رہے اور دیکھے کہ اب کیا ہوتا ہے لیکن بعد میں اس نے میرے سامنے اعتراف کیا کہ ایسا قصداً کیا تھا۔

"باس!" اس نے مجھے بعد میں بتایا "مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے تمھارے والد مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں تمھیں اپنے راستے جانے دوں اور اپنے آپ کو ظاہر نہ کروں کیونکہ اگر میں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور ہم تینوں ساتھ ہو لئے تو تینوں ہی مارے جائیں گے خصوصاً اس لئے کہ ہم تینوں میں سے ایک کو پیدل چلنا پڑے گا اور بقیہ دو اس تیسرے کو اکیلا چھوڑ کر اپنی جان بچانا پسند نہ کریں گے اس کے برخلاف اگر میں نے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا تو تم دونوں میں سے ایک مارا جائے گا اور دوسرا میرے ساتھ اونٹ پر بیٹھ کے اپنی جان بچا سکے گا۔ اور مجھے یقین تھا۔ باس کہ یہ مارے جانے والے تم نہ ہو گے اور ہوا بھی ایسا ہی ماروت مارا گیا اور تم بچ گئے"۔

خیر تو اس نے ہمیں جھیل کی طرف جاتے دیکھا اور خود دائیں طرف ہٹ کے ایک چٹان کے پیچھے دبک گیا اور وہاں بیٹھ کے اس نے سب کچھ دیکھا جس کی تفصیل میں بیان کر چکا ہوں جب جانا ہماری طرف بڑھ رہا تھا تو ہینس بھی پتھروں کے پیچھے چھپتا چھپاتا جانا کی طرف بڑھ رہا تھا وہ جانا کی پچھلی ٹانگ کو نشانہ بنانے ہی والا تھا کہ ماروت بدحواس ہو کر بھاگا اور جھیل میں پھاند پڑا اس وقت ہینس ایک دم سے میری طرف بڑھا تھا کہ مجھے اونٹ تک لے جائے لیکن وہ مجھ سے چند گز دور تھا کہ ماروت اور جانا جھیل سے نکل کر میری طرف آنے لگے تھے اور پھر ماروت مارا گیا۔

"چنانچہ اب وہ انتظار کرنے لگا اسے جانا کے کسی ،ایسے نازک حصے کو نشانہ بنانے کا موقعہ مل جائے جہاں انٹومبی کی چھوٹی سی گولی تکلیف دہ زخم پیدا کر دے اور یہ نازک حصہ سوائے آنکھ کے اور کوئی نہ ہو سکتا تھا کیونکہ ہینس جانتا تھا کہ انٹومبی کی چھوٹی سی گولی اس زبردست ہاتھی کی موٹی جلد کو چیر کر مرکز حیات تک نہ پہنچ سکتی تھی وہ حیرت انگیز انداز سے موقع کا منتظر رہا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میں موت و حیات کی سرحد کے اس پار پہنچا سکتا تھا جانا نے اپنی کئی من کی ٹانگ اٹھائی کہ مجھے کچل کر رکھ دے ہینس اب بھی منتظر رہا جانا اپنی سونڈ سے مجھے ٹٹولنے لگا۔

اور آخر ہینس کو موقع مل گیا ہاتھی جانا میری پتلون کی خون آلود دھجی کو اپنی سونڈ میں پکڑے اور اپنا سر ایک طرف موڑے اس کا معائنہ کر رہا تھا اور اس کی آنکھ ہینس کے سامنے تھی چنانچہ انٹومبی کی زد میں تھی پہلے کسی جگہ کہہ چکا ہوں کہ فاصلہ میں پیوست ہو گئی وہ اس کے دماغ تک تو نہ پہنچ سکی۔۔۔۔۔کیونکہ وہ چھوٹی تھی اور چھوٹی بندوق سے چلائی گئی تھی۔۔۔۔۔۔البتہ۔۔۔۔۔اس نے دیوتائے شر کی بائیں آنکھ پھوڑ دی اور اسے ایسے شدید درد و کرب میں مبتلا کر دیا وہ مجھے بھول کر بھاگا وہاں سے

تو یہ تھی ہینس کی سرگزشت اور عجیب و غریب سرگزشت ہے یہ۔اگر ہینس نہ ہوتا اور اگر اس نے ہوشیاری کا ثبوت نہ دیا ہوتا تو میری لاش بھی ماروت کے قریب ہی پڑی ہوئی ہوتی۔

میرے خدا! جیسے دوزخ کا در کھل گیا۔ایک زبردست چنگھاڑ سی آواز صور اسرافیل کی طرح آواز سونڈ میں سے یوں نکلی کہ مجھے خوف ہوا کہ میں اس کی آواز سے اڑ ہی جاؤں گا۔اور اب جانا نے آسمان سر پر اٹھالیا۔اور اپنی سونڈ کو چاقو سے جس نے اسے بٹے سے ٹانک دیا تھا۔ چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔آہستہ آہستہ اور بڑے صبر سے کہ کہیں اس کی سونڈ کا لب کٹ کر نہ رہ جائے لیکن وہ کامیاب نہ ہوا۔کیونکہ ہینس اب بھی چاقو کا دستہ پکڑے ہوئے تھا صرف یہی نہیں بلکہ وہ زور کر کے اپنے آپ کو یوں پیچھے کھینچنے لگا کہ سونڈ کا نچلا لب کٹ کے چاقو میں اٹکا رہ گیا۔

جانا درد تکلیف سے چنگھاڑ کے پیچھے ہٹا اور اپنی پچھلی ٹانگوں پر تقریباً بیٹھ گیا وہ اٹھا اپنی سونڈ کی نوک کو منہ میں ڈال کر یوں چوسنے لگا جس طرح کہ آپ اپنی اس انگلی کو

چوستے ہیں جس میں سوئی یا پن اتر گئی اس نے اپنے خون کا مزہ چکھا، پلٹا، دریا میں اترا ،دریا عبور کیا، دوسرے کنارے پر پہنچا اور اب وہ اس پگڈنڈی پر واپس بھاگا جا رہا تھا جس پر سے وہ ہمارا تعاقب کرتا آیا تھا۔

ٹہنی پر بندر کی طرح بیٹھا ہوا ہینس اچک اچک کر جانا نہایت جدید قسم کی گالیاں دے رہا تھا۔ اور اپنے ہیٹ کا مطالبہ کر رہا تھا اور میں اطمینان کا سانس لے کر مسکرا رہا تھا۔

"باس"! اب وہ شیطان سوجی ہوئی ناک لے کر گیا ہے چنانچہ جب تک وہ زندہ رہے گا اپنی کانی آنکھ اور کٹی ہوئی سونڈ کی وجہ سے ہمیں یاد کرتا رہے گا"۔ ہینس نے زانو پر ہاتھ مار کر کہا "اور اس سے پہلے کہ وہ جاتا دوسری دفعہ ہمارا تعاقب کرنے کے مسئلے پر غور کرے بہتر ہو گا کہ ہم چل پڑیں ورنہ تم جانو اب وہ دوسرا درخت اٹھا کے لے آئے گا۔ کہ اسے اس درخت پر مار مار کے اس درخت کو گرا دے گا۔ یہ جانا تو پورا بھوت ہے"۔

چنانچہ ہم درخت پر سے اتر کر تیزی سے چل پڑے۔ میرا کولھا زخمی تھا اور میری ٹانگیں اکڑ سی گئیں تھیں اس لیے میں زیادہ تیز نہ چل سکتا تھا تاہم مقدور بھر کوشش کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ اب سورج نکل آیا تھا۔ اور اس کی روشنی میں وہ پہاڑ نظر آ رہا تھا جو باروت نے بتایا تھا کہ خانہ عقل تھا اور کوہ مقدس کہلاتا تھا۔ چنانچہ اب نشان منزل سامنے تھا اور بھٹک جانے کا کوئی خدشہ نہ تھا وہ بیس میل دور معلوم ہوتا تھا لیکن حقیقت میں اس سے زیادہ دور تھا اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ ہم کئی گھنٹوں تک چلتے رہے لیکن کوہ مقدس اب بھی اتنے ہی فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔

پہلے دس میل کا علاقہ ویران اور غیر آباد تھا۔ اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی یہ علاقہ کالے کاندی کی مملکت کے سرحد کے اتنے قریب تھا کہ سفید کاندہ یہاں آباد ہونے کی جرأت نہ کر سکتے تھے پہلے دس میل طے ہو گئے تو پھر ہمیں مویشیوں کے ریوڑ اور چند اونٹ نظر آئے۔ ان اونٹوں اور مویشیوں کے ساتھ چرواہے نہ تھے غالباً ان کے رکھوالے کہیں قریب ہی لمبی لمبی گھاس میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور اب مکئی کے کھیتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس کے بعد دو گھنٹے تک ہینس کے کندھے کا سہارا لے کر اور لنگڑا لنگڑا کے چلتے رہا۔ ہم ایک بلندی چڑھ رہے تھے جو درختوں اور جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ آخر کا ہم اس کی چوٹی پر پہونچ گئے اور اب ہم ایک مقامی بستی سے اتنے دور تھے کہ اگر بندوق سے گولی چلائی جاتی تو وہ حصار تک پہنچ جاتی، میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں نے جو پہاڑ کے شگاف میں رہتے تھے اور ہمیں دیکھ کر بھاگے تھے، کرال والوں کو ہماری آمد سے مطلع کر دیا تھا۔ وجہ کچھ بھی ہو یہ حقیقت ہے کہ جیسے ہی ہم چڑھائی کی چوٹی پر نمودار ہوئے کرال کے حصار کا شمالی دروازہ کھلا اور تیس کے قریب باشندے 'جو بھالوں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح تھے، باہر نکل آئے اور ہمیں نرغے میں لینے کے لیے آگے بڑھے۔ یہ ایک نئ مصیبت تھی۔ میں نے دیکھا کہ یہ لوگ ہر چند کالے کاندہ کی طرح سیاہ نہ تھے تاہم ان میں سے اکثر کی رنگت کچھ زیادہ ہی سیاہ تھی جو ان کے مخلوط نسل سے ہونے کا پتہ دیتی تھی لیکن ان میں کالے کاندہ کا خوف سفید کاندہ کے خون سے زیادہ تھا۔ تاہم یہ لوگ 'جیسا کہ بہت جلد معلوم ہو گیا کالے کاندہ کے جانی دشمن تھے کیونکہ جب میں نے چیخ کر کہا کہ ہم ماروت اور طفل مقدس کے دوست ہیں تو انہوں نے چیخ کر جواب دیا کہ ہم جھوٹے ہیں میں نے انہیں یقین دلانے کے لئے کہا کہ ہم جان کے ان سے بھی زیادہ دشمن ہیں کیونکہ وہ کئی گھنٹوں ہمیں پریشان کرتا رہا۔

''تم لوگ سمبا کے جاسوس ہو تمہارے بدن میں جانا کی بو رچی ہوئی ہے۔'' وہ چلائے اور شاید انہوں نے غلط نہ کہا تھا'' سفید چہرے والی بکری! ہم تجھے قتل کر دیں گے اے جھوٹے پیلے بندر! ہم تجھے ذبح کر دیں گے کیونکہ کالے کاندہ کے علاقے کی طرف سے دشمن ہی آتے ہیں دوست نہیں۔''

''تو پھر قتل کر دو ہمیں'' میں نے کہا اور طفل مقدس کے عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔ قحط، اولوں اور طوفان اور جنگ کی تباہی تمہارا مقدر ہے۔''

میں زمین پر بیٹھ گیا۔ میں اس قدر تھکا ہوا تھا کہ اب مجھے یہ بھی پروا نہ رہی ہم آگے بڑھے۔ یہ ایک نئ مصیبت۔ میں نے دیکھا کہ یہ لوگ ہر چند کہ کالے کاندہ کی طرح سیاہ نہ تھے تاہم ان میں سے اکثر کی رنگت کچھ زیادہ ہی سیاہ تھی جو ان کے مخلوط نسل سے ہونے کا پتہ دیتی تھی یعنی ان میں کالے کاندہ کا خون رقص کرتے ہوئے

وحشی آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگے میں خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ وہ چند قدم اور آگے بڑھ آئے اور...... پھر میرا خاتمہ ہو گا لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اب مجھے موت دزیست کی پروانہ تھی۔

میں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں کہ اس بھالے کی چمک نہ دیکھ سکوں جو میری زندگی کا چراغ بجھانے کے لئے بلند ہو۔ دفعتہً ہینس کے منہ سے حیرت وخوشی کی چیخ نکل گئی اور میں نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

وہ اپنے چاقو کے پھل سے سامنے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ میں نے ہینس کے چاقو کی نوک کی سیدھ میں دیکھا۔ چند شتر سوار کرال کے دروازے سے نہایت تیزی سے نکل رہے تھے۔ ان کے آگے ایک تنہا اونٹ تھا اور اس اونٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کا سفید چشمہ اور سفید داڑھی ہوا میں لہرا رہی تھی۔ میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہ ہاروت تھا جو اپنا بھالا ہلا ہلا کے چیخ رہا تھا اور اپنے اونٹ کو نہایت تیزی سے بھگاتا چلا آ رہا تھا۔

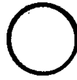
ان لوگوں نے جو ہمیں قتل کرنے آئے تھے، ہاروت کو دیکھا اور اس کی آواز بھی سنی۔ ہاروت اپنا اونٹ سیدھا اس شخص کے قریب لے گیا جو کرال والوں کا شاید سردار تھا۔ ہاروت نے اپنا نیزہ اٹھا کے سردار کے کندھے پر زور سے مارا کہ وہ لڑکھڑا کے چت گرا اور ساتھ ہی ہاروت نے غصے کے عالم میں چیخ کر کہا۔

"کتے کی اولاد! طفل مقدس کے مقدس مہمان کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

پھر نہیں معلوم کیا ہوا!

میں بے ہوش ہو چکا تھا۔

---



اس کے بعد معلوم ہوتا ہے میں نے ایک بیحد طویل اور انوکھا خواب دیکھا اور مجھے عجیب عجیب چیزیں نظر آئیں جو مجھے یاد نہیں۔ آخر کار میں نے آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ میں ایک ٹھنڈے، بڑے اور مشرقی طرز کے کمرے میں ایک نیچے سے پلنگ پر جو فرش سے تین انچ بلند تھا، لیٹا ہوا ہوں اس کمرے میں کھڑکیاں تو نہ تھیں البتہ روشندان سے بنے ہوئے تھے۔ ایک سلاخ پر گھاس کی چٹائیاں لٹک رہی تھیں۔ جو شاید پردوں کی غرض پوری کر رہی تھیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ یہ سلاخ چوبی حلقوں میں ٹنگی ہوئی تھیں۔

ان روشندانوں میں سے ایک روشندان سے مجھے۔ ایک سر سبز پہاڑی نظر آ رہی تھی جس کو دیکھ کے مجھے یاد آیا کہ اس پہاڑی کا تعلق طفل مقدس سے ہے۔ کم سے کم مجھے تو یہی بتایا گیا تھا۔ یہ تعلق کیا تھا؟ یہ میں لاکھ کوشش کے باوجود یاد نہ کر سکا ابھی میں یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں نے قدموں کی چاپ سنی اور گردن گھما کر دیکھا کہ ہینس میرے سامنے کھڑا اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا بالکل نیا ہیٹ گھما رہا تھا بس۔

"ہینس! میں نے پوچھا" یہ نیا ہیٹ تم کہاں سے لے آئے ہو۔"؟

"یہ ہیٹ ان لوگوں نے دیا ہے۔" اس نے جواب دیا باس کو یاد ہو گا کہ میرا پرانا ہیٹ شیطان جانا کھا گیا ہے۔"

"طفل مقدس کے شہر میں باس۔ تم تو وہاں ڈھلان کے قریب جیسے مر گئے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ تمہیں یہاں اٹھا لائے۔ بے حد عمدہ بستی ہے یہ باس جہاں خوب کھانے کو ملتا ہے یہ اور بات ہے کہ تم پورے تین دن تک سوتے رہے چنانچہ کچھ کھا نہ سکے۔ سوائے تھوڑے سے دودھ اور شوربے کے جو تمہارے منہ میں چوایا گیا تھا۔"

"ہنیس! میرے دوست میں بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے طویل اور گہری نیند سونا ضروری تھا لیکن اب مجھے بھوک معلوم ہو رہی ہے یہ بتاؤ آقا الجنیز ا یہیں ہیں؟ زندہ ہیں ای اللہ کو پیارے ہو گئے؟"

"نہیں باس۔ وہ دونوں زندہ ہیں۔ یہاں ہیں اور مزے میں ہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہمارا ساز و سامان بھی محفوظ ہے وہ دونوں یعنی الجنیز ا اور بنیا، اس وقت ہاروت کے ساتھ تھے جب وہ ہمیں بچانے کے لیے وہاں اس گاؤں میں آیا تھا۔ لیکن تم ایک دم سے سو گئے اور ان سے مل نہ سکے اس وقت سے اب تک وہ تمہاری تیمار داری کر رہے ہیں۔

اور عین اسی وقت سیو تیج ایک کشتی میں شوربہ لیے حاضر ہوا وہ بہت ہی بشاش معلوم ہو رہا تھا اور ایسے ہی ٹھاٹھ میں تھا جیسا کہ قصر ریجنال میں رہا ہو گا۔

"سلام صاحب" اس نے حسب عادت بڑے احترام سے کہا" صاحب! آپ کو دوبارہ ہمارے ساتھ اور وہ بھی ہوش میں دیکھ کر بڑی مسرت حاصل ہوئی خصوصاً اس لیے کہ ہم آپ کو اور ہینس کو مردہ یقین کر چکے تھے۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کر کے شوربہ پیا اور پھر اس سے درخواست کی کہ وہ میرے لیے کھانا تیار کر دے کیونکہ اب بھوک میری آنتوں کو کھانے لگی تھی۔ چنانچہ سیو تیج میرے اس حکم کی تعمیل میں فوراً روانہ ہو گیا اب میں نے ہینس کو ریجنال کی تلاش میں روانہ کر دیا جو کہیں شہر میں گھومنے گیا ہوا تھا ہینس کو رخصت ہوئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ ہاروت آگیا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ اور پر تمکنت معلوم ہو

رہا تھا۔ اس نے کمر سے جھک کہ مجھے سلام کیا اور میرے سامنے چٹائی پر پالتھی مار کے بیٹھ گیا۔

"آقا میکو میزن! کوئی زبردست قوت تمہاری حفاظت کر رہی ہے کہ آج تم زندہ ہو" وہ بولا "حالانکہ ہم تمہیں مردہ یقین کر چکے تھے۔"

"اور یہیں تم نے غلطی کی تھی میرے بزرگ۔ یہاں تمہارا جادو بھی دھرا رہ گیا اس کے باوجود میرا جادو...... جیسا کہ تم نے کہا ہے حالانکہ میں جادوگر نہیں ہوں کام آیا تو سہی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ یہاں آنے کے بعد پورے دو دنوں تک مجھے طفل مقدس سے گفتگو کرنے کا موقعہ نہ ملا اور سبب اس کا یہ تھا کہ جنگ میں میرا گھٹنا زخمی ہو گیا تھا اور پھر میں بہت زیادہ تھکا ہوا بھی تھا۔ چنانچہ میں پہاڑ پر چڑھ نہ سکتا تھا اور نہ ہی طفل مقدس کی آنکھوں سے روشنی حاصل کر سکتا تھا۔ بہر حال تیسرے دن میں طفل مقدس کے دربار میں پہنچا اور ندائے روح نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ چنانچہ میں فوراً ہی کوہ مقدس پر سے اترا بڑی عجلت میں آدمی جمع کئے اور عین وقت پر ان بیوقوفوں کے سروں پر تھا جو تمہیں قتل کرنا چاہتے تھے آقا انہیں ان کی گستاخی کی سزا مل گئی۔"

"مجھے اس کا افسوس ہے ہاروت کیونکہ وہ بچارے ہمیں پہچانتے نہ تھے۔ اور ہاروت! حالانکہ میں اپنی جان بچا لایا ہوں۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ ہنیس نے میری جان بچائی ہے اور مجھے صحیح سلامت یہاں لے آیا ہے تاہم میرے دوست ہم تمہارے بھائی ہاروت اور دوسرے تین ساتھیوں کو اپنے ساتھ نہ لا سکے۔"

"میں جانتا ہوں۔ جانا کی قوتوں کے سامنے ان کی ایک نہ چل سکتی تھی صرف تم اور تمہارا خادم اس پر غالب آسکتے تھے۔"

"ایسا تو نہیں ہے ہاروت۔ اس کے بر خلاف خود جانا ہم پر تقریباً غالب آچکا تھا۔ ہم تو صرف یہ کر سکے کہ اس کی ایک آنکھ اور سونڈ کی نوک زخمی کر کے بھاگ آئے۔"

"حالانکہ صدیوں سے کوئی جانا کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکا لیکن ابتدا امید افزا ہے چنانچہ انجام بھی اطمینان بخش ہو گا۔ جانا کے دن گنے جا چکے ہیں اس کی موت قریب ہے اور آقا وہ تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"یہ تم کہتے ہو۔ میں کچھ نہیں جانتا میں نے کہا" یہ جانا کون ہے اور کیا ہے ؟

"میں نے انہیں بتایا کہ ایک بد روح ہے جو ہاتھی کے جسم میں حلول کر گئی ہے ہاں تم یہ بتا چکے ہو۔ اور ہاروت نے بھی یہی کہا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جانا ایک غیر معمولی طور پر بڑے ہاتھی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس ہاتھی کا مزاج خراب ہے بہر حال وہ ہاتھی ہو یا بد روح وہ چند جانیں لے گا۔ اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس سے اس منحوس جھیل کے کنارے دوبارہ ملاقات کرنا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر آقا! تمہارا اور اس کا سامنا کسی اور جگہ ہو گا۔ اگر تم جانا کے پاس نہ گئے تو وہ خود ہی تمہیں تلاش کرتا ہوا یہاں آجائے گا کیونکہ تم نے اسے بری طرح زخمی کر دیا ہے یہ نہ بھولو میکو میزن کہ تم اس علاقے میں کہیں بھی جاؤ کسی نہ کسی جگہ ایک نہ ایک دن تمہاری ملاقات جانا سے ہو جائے گی۔"

"تو کیا جانا سفید کا ندہ کے علاقہ میں بھی آجاتا ہے۔"

"ہاں میکو میزن کبھی کبھی آجاتا ہے یا وہ بد روح آجاتی ہے جو ہاتھی کے روپ میں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بقول تمہارے ایک غیر معمولی طور پر بڑا ہاتھی ہے یا بد روح ہے البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اپنی زندگی میں اسے دو دفعہ کوہ مقدس پر دیکھ چکا ہوں۔ اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے اور کس طرح آتا ہے اور کہاں اور کس طرف چلا جاتا ہے۔"

"ہاروت! یہ جانا اس جنگل میں بھٹکتا کیوں پھرتا ہے ؟

"اس سوال کا جواب کون دے گا میکو میزن ؟ یہ بتاؤ کہ ارواح خبیثہ دنیا میں کیوں بھٹکا کرتی ہیں۔ ؟ اس سوال کا جواب دو تو میں تمہارے سوال کا جواب دے سکوں گا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ انہیں، جنھوں نے جانا کو زخمی کیا ہے جانا سے ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"اور جانا کو چاہیے کہ وہ مجھ سے ہوشیار رہے کیونکہ اگر کبھی اس کا میرا سامنا ہو گیا اور میرے ہاتھ میں ایک عمدہ بندوق ہوئی تو میں اس سے معاملہ طے کر لوں گا۔ خیر جانا کے ذکر کو چھوڑو اس وقت ہاروت! سنو...... مرنے سے پہلے ہاروت آقا الجنیز ا کی بیوی کے متعلق کچھ کہنے لگا تھا۔ میں اس کی پوری بات سن نہ سکا لیکن میں سمجھتا ہوں

کہ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ الجنیز اکی بیوی کوہ مقدس پر موجود ہے۔"

یہ سنتے ہی ہاروت کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اب اس پر ملاحت کے بجائے کرختگی تھی "میکو میزن! یا تو تم نے غلط سنا ہے یا پھر خوف کی وجہ سے ہاروت کے حواس مختل ہو گئے تھے اور وہ بڑ ہانک رہا تھا وہ حسینہ کہیں بھی ہو۔ بہر حال کوہ مقدس پر نہیں ہے اگر اس یا اس دنیا میں دوسرا ابھی کوہ مقدس ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔ اب چونکہ کوہ مقدس کا ذکر آ گیا ہے اس لیے میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ کوہ مقدس پر سوائے مہنتوں کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔ کوہ مقدس پر کے جنگل میں طفل مقدس کے مہنتوں کے علاوہ کوئی اور قدم نہیں دھر سکتا۔ اگر کوئی غیر وہاں جاتا ہے تو مارا جاتا ہے کیونکہ اس کا پاسبان جانا سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔"

ہماری رہائش گاہ میں دو کمرے تھے جو ایک چوبی دیوار کھڑی کر کے بنائے گئے تھے یہ چوبی دیوار یا اوٹ تقریباً چھت تک بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ بائیں ہاتھ والے کمرے میں ریجنال اور سیوتیج سو رہے تھے اور دائیں ہاتھ والے کمرے میں اور ہنیس۔ پو پھٹنے سے پہلے چند آوازیں سن کر میری آنکھ کھل گئی دوسرے کمرے میں سیوتیج اور ریجنال کسی موضوع پر بحث کر رہے تھے ایک ہی منٹ بعد وہ دونوں میری خوابگاہ میں داخل ہوئے اور میں نے دیکھا کہ ریجنال بہت زیادہ پریشان اور سیوتیج بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔

"کیا بات ہے؟ میں نے پوچھا

"ہم نے اسے دیکھا ہے" ریجنال نے جواب دیا۔

"کس کو دیکھا ہے؟

"میری بیوی کو"

"میں احمقوں کی طرح ریجنال کی صورت تکنے لگا اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"سیوتیج نے مجھے یہ کہہ کر بیدار کر دیا کہ کمرے میں کوئی گھس آیا ہے میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور کوارٹر مین میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی وہ کچھ ایسے رخ کھڑی ہوئی تھی کہ صبح کاذب کا اجالا روشندان میں

سے گزر کر سیدھا اس پر پڑ رہا تھا۔ کوائر مین وہ میری بیوی تھی۔ میری اپنی لیونا۔"

"کیا پہن رکھا تھا اس نے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک قسم کا سفید چغہ پہنے ہوئے تھی جس کا گریبان ضرورت سے زیادہ نیچے تک کٹا ہوا تھا اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور کمر تک آ رہے تھے لیکن بکھرے ہوئے نہ تھے بلکہ ان میں کنگھی کی ہوئی تھی اس کے بال پوری کمر پر پھیلے ہوئے تھے اور ہاتھی دانت کے کوئی فٹ بھر ٹکڑے نے جو بالوں میں اٹکا ہوا تھا انہیں سمٹنے نہ دیا تھا ہاتھی کا یہ ٹکڑا یا پن ایک سنہرے فیتے کے ذریعہ اس کے بالوں سے بندھا ہوا تھا۔" "کچھ اور؟"

"ہاں وہ اپنی گود میں ایک بچہ لیے ہوئے تھی بچے پر نقاب پڑی ہوئی تھی اور وہ یوں بے حس و حرکت تھا کہ مردہ معلوم ہوتا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"اسے دیکھ کر مجھ پر تو کچھ ایسا سکتہ طاری ہوا کہ میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا اور وہ بھی سامنے کھڑی پھٹی پھٹی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی وہ بہت حسین معلوم ہو رہی تھی پہلے سے کئی گنا زیادہ خاموش بے حس و حرکت کھڑی رہی اس نے نہ جنبش کی نہ اس کے لب ہلے اس کے باوجود ہم دونوں نے یعنی میں نے اور سیو تیج نے نہایت صاف آواز میں اسے کہتے سنا۔"

"پہاڑ پر جارج پہاڑ پر مجھے اکیلی چھوڑ کر نہ جانا۔ میرے پیارے میرے شوہر۔ مجھے پہاڑ پر تلاش کرو"۔

"پھر کیا ہوا"۔

میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ غائب ہو گئی۔ بس!

"سیو تیج اب بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا اور کیا سنا"

وہی جو سرکار نے دیکھا اور سنا البتہ یہ بات ہے کہ سانپوں کے متعلق ایک بھیانک خواب دیکھ کے جاگ گیا تھا اور میں نے مالکن کو دروازے میں سے اندر آتے دیکھا تھا۔"

"دروازے میں سے تو کیا دروازہ کھلا تھا؟

"نہیں صاحب دروازہ بند تھا۔ مضبوطی سے بند تھا لیکن وہ بند دروازے میں

سے یوں نکل آئیں جیسے وہاں دروازہ نہ ہو اور پھر وہ سرکار کی طرف نصف منٹ تک دیکھتی رہی اس کے بعد ہی میں نے سرکار کو بیدار کیا کیونکہ مالکن کو دیکھ کے میری زبان گنگ ہو گئی تھی ایک دو باتیں اور بھی میں نے دیکھیں جو شائد سرکار نے نہیں دیکھیں مالکن کے سر پر پروں کی ٹوپی سی تھی جس پر ایک سانپ بیٹھا ہوا تھا اس کا پھن مالکن کے ماتھے پر تھا اور اٹھا ہوا تھا سب سے پہلے میری نظر اس سانپ پر پڑی اس کے علاوہ مالکن نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ اس قدر باریک تھا کہ میں اس میں سے ان کے خطوط اور پیروں میں پر تلے دیکھ سکتا تھا یہ پیر تلے ان کے پیروں سے سنہرے فیتوں کے ذریعہ بندھے ہوئے تھے میں نے تو پروں کی ٹوپی دیکھی اور پر تلے دیکھے" ریجنال نے کہا۔

"تو پھر یہ حصہ پورے قصے کا کمزور ترین حصہ ہے میں نے کہاں "تم دونوں اپنے کمرے میں جاؤ اور اب اگر کچھ نظر آئے تو مجھے آواز دینا نہ بھولنا میں اس معاملے پر غور کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں وحشت زدہ ہو کر اپنی خوابگاہ میں لوٹ گئے اب میں نے ہینس کو قریب آنے کا اشارہ کیا اور اسے اپنی گفتگو کا وہ حصہ بتایا جسے وہ سمجھ نہ سکا تھا میں کسی جگہ کہہ چکا ہوں کہ ہینس اگرچہ انگریزی زبان بول نہ سکتا تھا لیکن بڑی حد تک سمجھ لیتا تھا۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں اور ہینس سرگوشیوں میں گفتگو کر رہے تھے۔

"ہینس! میں نے کہا اب یہ بتاؤ کہ تمہاری موجودگی سے ہمیں کیا فائدہ پہنچا؟ تم ایک افمیچی سے زیادہ بہتر نہیں ہو تم اپنے آپ کو افریقہ کا بہترین سنتری کہتے ہو اس کے باوجود ایک عورت اس مکان میں آتی ہے اور وہ بھی صبح کاذب کی روشنی میں اور تم اسے دیکھ نہیں سکتے ہینس! تمہاری خصوصیات کیا ہوئیں؟" مارے۔ خجالت کے بوڑھے ہینس کی زبان گنگ ہو گئی۔ اور پھر اس نے رک رک کر کہنا شروع کیا۔

"باس وہ عورت نہ بھی بلکہ بھتنی یا روح تھی اور باس میری کیا حیثیت ہے کہ میں بھتنیوں اور روحوں کو یوں پکڑ لوں کہ گویا وہ بھوت نہ ہوئے چور ہو گئے اس کے علاوہ میں پو پھٹنے سے ایک گھنٹے پہلے بیدار ہو گیا تھا اور اس دروازے پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ دروازہ خود میں نے بند کیا تھا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ کھولا نہیں گیا اس کے علاوہ جب تم اور الجنیز ا اس بھتنی کے متعلق باتیں کر رہے تھے تو میں نے بے

اختیار ہو کر دروازے کی طرف دیکھا تھارات کے کسی حصے میں ایک مکڑی نے جالا دروازے کے سرے سے اس سرے تک تان دیا تھااور باس وہ جالا جوں کا توں ہے یعنی ٹوٹا نہیں ہے یقین نہ آئے تو خود آکر دیکھ لیں اس کے باوجود انجنیز ااور بنیا کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو دروازے میں سے یعنی مکڑی کے جالے میں سے آتے دیکھا۔ باس بھتنیوں کے متعلق سوچنے سے کیا فائدہ جو ہوا کی طرح جہاں سے چاہیں گزر سکتی ہیں اور یہ مقام بلکہ پوری بستی آسیب زدہ ہے ہی۔ اس لیے باس! جتنے جلد ممکن ہو یہاں سے نکل بھاگنا ہی مناسب ہو گا۔"

میرا عرق النساء کا مرض یا جو کچھ بھی وہ تھا اب بہتر تھا اور تھوڑا سا چل پھر لیتا تھا اس لئے خود میں نے جاکر دروازے کا معائنہ کیا ہنیس نے غلط نہ کہا تھا مکڑی کا جالا موجود تھا اور اس میں ایک بڑا سا مکڑا بیٹھا ہوا تھا اس کے علاوہ جالے کے چند تار دروازے کے بائیں کھمبے سے دائیں کھمبے تک چلے گئے تھے چنانچہ یہ نا ممکن تھا کہ دروازہ کھولا جائے اور اگر کھولا جائے تو یہ نا ممکن تھا کہ کوئی جالے کو توڑے بغیر اندر آسکے اب وہ عورت یا تو کسی روشندان کے ذریعہ آئی تھی...... لیکن یہ قرین قیاس نہ تھا کیوں کہ روشندان سطح زمین سے بہت زیادہ بلند تھے......یا پھر چھت میں دھواں نکالنے کے بنے ہوئے سوراخ میں سے کمرے میں پھاند پڑی تھی یا پھر وہ اس وقت تک کمرے میں ہی تھی جب ہنیس نے دروازہ بند کیا تھا میں سمجھ نہ سکا وہ اور کس طرح کمرے میں آسکتی تھی اور اگر میرے اندازے صحیح بھی ہوں تو پھر یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا کہ دو آدمیوں کے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئی؟

اس معمے کے اب دو ہی حل تھے یا تو ریجنال سیو تج نے جو کچھ دیکھا وہ ان کا تصور یا خیالی پیکر تھا یا پھر وہ عورت جیسا کہ ہنیس نے کہا تھا بھتنی تھی اب اگر یہ دوسری بات صحیح تھی تو میں نے سوچا کہ کاش میں نے بھی ریجنال اور سیو تج کے ساتھ اسے دیکھا ہوتا کیونکہ مجھے بھوتوں سے بڑی دلچسپی ہے ایک سچ مچ کا بھوت ہمارے شکوک و شبہات کو دور کر سکتا ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ ہم جانتے ہوں کہ وہ جس کا بھوت ہے، مر چکا ہے۔

لیکن یہ ایک نیا خیال تھا...... اگر خاتون ریجنال اتفاق سے زندہ ہے اور گویا قید

ہے تو پھر ریجنال نے جسے دیکھا تھا وہ بھوت نہ تھا بلکہ ایک سایہ یا ہیولا تھا اور وہ بھی زندہ ہستی کا جو اس ہستی نے شعوری یا غیر شعوری طور پر اور کسی خاص مقصد کے تحت کسی انجانی ترکیب سے دونوں کی نگاہوں کے سامنے منعکس کر دیا تھا یہ خاص مقصد کیا ہو سکتا تھا اس سوال کا جواب حاصل کرنا مشکل نہ تھا ریجنال اور سیوتج نے جو الفاظ سنے تھے اگر وہ الفاظ واقعی اس سائے یا ہیولے نے کہے تھے تو پھر یہی الفاظ سوال کا جواب تھے میں غالباً کہہ چکا ہوں کہ سو جانے سے پہلے ہم اسی موضوع پر بحث کر رہے تھے اور ایک آخری فیصلے پر پہنچ گئے تھے یہ آخری فیصلہ کیا تھا یہ میں اب بتائے دیتا ہوں کافی۔ بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ خاتون ریجنال کو یہاں تلاش کرنا بیکار ہے کیونکہ ہماری اس تلاش کا کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہو گا چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا تھا اس سے پہلے کہ ان دو قبائل میں جن میں سے ایک پوری طرح وحشی اور دوسرا نیم وحشی تھا جنگ ہو اور ہم خواہ مخواہ اس میں پھنس جائیں ہمیں یہاں سے اس وحشی علاقے سے بہر حال نکل جانا چاہیے۔

اور یہ طے ہوا کہ میں بندوقوں کے عوض چند اونٹ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر ممکن ہوا تو بغیر معاوضے کے اونٹ حاصل کر لوں گا تاکہ ہاروت اور اس کے ساتھی ہم پر شک نہ کرنے لگ جائیں اور پھر یہ کہہ کر کہ ہم ہاتھی جانا کو مارنے جا رہے ہیں اس بستی اور اس علاقے سے نکل جائیں گے اب خاتون ریجنال کی آمد کے متعلق سوچئے۔

اگر واقعی وہ آئی تھی یا اس کا سایہ یا ہیولہ آیا تھا تو ظاہر ہے کہ اسی لیے آیا تھا کہ وہ خاتون ریجنال کوہ مقدس پر اپنی موجودگی کا اعلان کر دے اور ہمیں اپنے ارادے سے باز رکھے کہ ہم اسے اکیلی چھوڑ کے چلے نہ جائیں بے شک اس کے ظاہر ہونے کا مقصد یہی تھا۔

چنانچہ یونہی سوچتے سوچتے اور اپنے دماغ میں الجھنوں کے جالے بنتے چھوڑ کر میں سو گیا اور ناشتے کے وقت سے پہلے میری آنکھ نہ کھلی اسی صبح جب ہم ساتھ تھے ریجنال نے مجھ سے کہا۔

"کوائٹر مین رات کو جو کچھ ہوا تھا یا جو کچھ نظر آیا تھا اس پر میں نے ہر پہلو سے غور کیا ہے میں نہ تو ہم پرست ہوں اور نہ کوئی ان لوگوں میں سے ہوں جو تخیلات کے

شکار ہو جاتے ہیں مجھے یقین ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اور سیو تیج نے میری بیوی کی روح یا ہیولہ کو دیکھا تھا ممکن ہے کہ وہ مجسم طور پر نہ آئی ہو لیکن پھر یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ سایہ تھی یا روح تھی تو پھر اس کی آواز ہم نے کس طرح سنی سایہ اور روح تو بولی نہیں میں نے اور سیو تیج نے اس کی آواز اتنی ہی صاف طور سے سنی تھی جتنی صاف میں تمہاری آواز سن رہا ہوں اور اس کے الفاظ کا مطلب بھی ہم نے صاف طور سے سنا تھا مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میری بیوی کوہ مقدس پر ہے اور قید میں ہے اسی لیے میرے پاس آئی تھی کہ میں اسے چھڑا لوں اس حالت میں میرا فرض ہو تا ہے اور میری سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ ہم یہاں سے فرار ہو جانے کا ارادہ ترک کر دیں اور معلوم کرنے کی کوشش کریں۔"

"لیکن حقیقت تم کیسے معلوم کرو گے کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی آدمی بھی کچھ نہ بتائے گا"

"میں کوہ مقدس جاؤں گا"

میں ریجنال کے اس فیصلے سے متفق نہ تھا اس لئے میں نے اس کو احمقانہ اور خطرناک کوشش سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اسے لاکھ طرح سے سمجھایا لیکن اس پر اثر نہ ہوا ایسا مستقل مزاج اور نڈر آدمی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی اور نہ ہو گا وہ ارادہ کر چکا تھا اور اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اپنے ارادے سے باز نہ رکھ سکتی تھی پھر میں نے سیو تیج سے بات کی اور اسے ان تمام خطرات سے آگاہ کیا جو اس کی راہ میں حائل تھے لیکن اس نے بھی میری ایک نہ سنی اس نے کہا وہ اپنی مالکن کا "بھوت" چونکہ دیکھ چکا ہے اس لیے اسے یقین تھا کہ اب وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہ سکے گا اس کے باوجود اس نے کہا وہ اپنے آقا کے ساتھ جائے گا کیونکہ وہ اکیلے مرنے کے بجائے اپنے آقا کے ساتھ مرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔

میں نے ان دونوں کو سمجھانے اور باز رکھنے کی کوشش ترک کر دی اور اداس و ملول دل لیے اس مہم کی تیاریوں میں ان کی مدد کرنے لگا لیکن...... جانتا تھا کہ ان کی مدد اب نیلی چھت والا ہی کر سکتا ہے۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ ریجنال نے ذرا سے غور و خوض کے بعد سفید کاندہ کا لباس پہن کے رات کے وقت بستی سے نکلنے کا ارادہ ترک

کر دیا۔ اس طرح پکڑے جانے کا خدشہ تھا کیونکہ شہر کے دروازے پر مسلح سپاہی رات بھر پہرہ دیتے تھے۔

چنانچہ اسی دن سہ پہر کے وقت وہ دونوں کھلے بندوں بستی سے باہر نکلے ظاہر یہ کیا کہ وہ پہاڑ کی ڈھلان پر چیتوں کے شکار پر جا رہے ہیں وہ چیتا بہت تھے اور ہاروت نے ان کا شکار کرنے کی ہمیں اجازت دے رکھی تھی اس لیے ریجنال اور سیوتج کو کسی نے روکا نہیں۔

"پو پھٹنے سے کچھ ہی دیر پہلے ہماری رہائش گاہ کے دروازے پر کسی نے آہستہ سے دستک دی۔

"دروازہ کھولو ریجنال کی آواز سنائی دی۔

ہنیس نے اُٹھ کے دروازہ کھولا۔ اس اثنا میں موم بتی جلا چکا تھا موم بتیوں کا ہمارے پاس کافی ذخیرہ تھا۔ موم بتی کی روشنی کمرے میں پھیلی ہی تھی کہ ریجنال کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک ہی نظر ڈالنا کافی تھا۔ اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کوئی بہت ہی لرزہ خیز واقعہ ہو گیا تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر سیدھا کونے کی طرف چلا جہاں پانی کی صراحی رکھی ہوئی تھی۔ وہ یکے بعد دیگرے تین جام غٹ غٹا گیا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتا اس نے کہا "کوائر مین! سیوتج اب اس دنیا میں نہیں رہا"

چند ثانیوں تک وہ خاموش رہا۔ غالباً وہ اپنے حواس سمیٹ رہا تھا شاید کسی بھیانک واقعہ کی یاد نے اس کی زبان گنگ کر دی تھی۔

چند ثانیوں کے توقف کے بعد اس نے کہنا شروع کیا :۔

"سنو! ہم بغیر کسی رکاوٹ کے پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے۔ ہر چند کہ وہاں بہت سے چیتل تھے لیکن ہم نے کسی پر بھی بندوق نہ چلائی۔ خیر تو جب شام کا دھندلکا اتر رہا تھا تو ہم چٹانی دیوار کے سامنے تھے اور وہاں ہمیں ایک راستہ نظر آیا ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں اور کس طرف جائیں کہ دفعتہً کہیں سے آٹھ دس سفید پوش نکل آئے اور اس سے پہلے کہ ہم کچھ سمجھ سکتے ان کے ہاتھوں میں گرفتار تھے۔ وہ لوگ چند ثانیوں تک آپس میں کچھ صلاح مشورہ کرتے رہے اور پھر ہم سے ہماری بندوقیں اور پستول چھین لئے۔ ان میں سے چند ہمارے ہتھیار لے کر ایک طرف چل دیئے اور اسی

پراسرار طریقے سے غائب ہو گئے جس پراسرار طریقے سے آئے تھے پھران کے سردار نے ہمارے سامنے کئی دفعہ جھک کے کہا کہ ہم آزاد ہیں اور جا سکتے ہیں"۔
یہ کہہ کر اس نے غار کی طرف اور پھر چٹانی دیوار کی طرف، جس پر چڑھنا ممکن نہ تھا اشارہ کر کے "انگان" کے متعلق کچھ کہا۔ انگان کا مطلب شاید بچہ ہوتا ہے۔ کیوں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چنانچہ رینجنال نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "اور اس کے بعد وہ سفید پوش ڈھلان اترنے لگے لیکن وہ ہماری طرف دیکھ دیکھ کے مسکرا رہے تھے کہ مجھے ان پر غصہ آرہا تھا۔ ہم وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ اندھیرا اتر آیا۔ اور اب میں نے سیوتیج سے پوچھا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے میرا خیال تھا کہ سیوتیج واپس لوٹ جانے کا مشورہ دے گا لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے کہا:۔

"سرکار! ہم آگے بڑھیں گے۔ ہم ان وحشیوں کو یہ سوچنے کا موقعہ ہی نہ دیں گے کہ سفید فام اپنی بندوقوں کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے بہر حال اگر آپ نہ چلے تو میں اکیلا ہی جاؤں گا۔"
"اور یہ کہہ کر اس نے اشیائے خورد و نوش کے تھیلے میں سے لالٹین نکالی سفید پوش یہ لالٹین ہمارے پاس ہی چھوڑ گئے تھے۔ سیوتیج لالٹین جلانے لگا۔ میں حیرت سے سیوتیج کی طرف دیکھ رہا تھا کیوں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیبی قوت اسے انجانے انجام کی طرف کھینچ رہی ہو اور میرا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ لالٹین سلگانے کے بعد سیوتیج نے کہا:۔
"سرکار! کوئی چیز...... کوئی طاقت مجھے اس غار کی طرف کھینچ رہی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ موت ہو بلکہ میرے خیال میں تو یہ موت ہی ہے۔ بہر حال یہ کچھ بھی ہو مجھے وہاں جانا ہے۔ بہتر ہو گا کہ آپ باہر رکے رہیں۔ میرا مطلب ہے اس وقت تک جبتک کہ میں غار کا معائنہ کر کے واپس نہیں آجاتا۔
سیوتیج تو جیسے پاگل ہو گیا تھا چنانچہ اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھ کے اسے روک سکتا وہ بھاگ کر غار کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ اور جب میں غار کے دہانے پر پہنچا

ہوں تو لالٹین کی نظر آئی ہوئی روشنی سے معلوم ہوا کہ سیوتیج نہ صرف غار میں داخل ہو چکا تھا بلکہ آٹھ دس گز تک آگے بھی بڑھ گیا تھا دفعتہً میں نے ایک زبردست پھنکار کی آواز سنی اور ساتھ ہی سیوتیج کو دو دفعہ کہتے سنا۔

"آہ میرے خدا!"

"آہ میرے خدا!"

سیوتیج کے ہاتھ سے لالٹین چھوٹ کر سرنگ کے فرش پر گری لیکن بدستور سلگتی رہی کیونکہ جیسا تمہیں معلوم ہے نیم کردی عدسے کی لالیٹن ہر حال میں سلگتی رہتی ہے۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کے لالیٹن اٹھالی اور جب میں لالیٹن اٹھا کے سیدھا کھڑا ہوا تو میں نے دیکھ کہ سیوتیج سرنگ کی گہرائیوں میں بھاگا جا رہا تھا میں نے لالیٹن اوپر اٹھا کے دیکھا۔

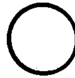
اور جو کچھ میں نے دیکھا وہ یوں تھا۔

جہاں میں کھڑا ہوا تھا وہاں سے کوئی دس قدم آگے سیوتیج اپنے دونوں ہاتھ آگے کی طرف پھیلائے ناچ رہا تھا...... حقیقت میں ناچ رہا تھا...... دائیں طرف اور پھر بائیں طرف...... اس بھیانک پھنکار کی آواز کی تال پر وہ ایک عجیب لرزہ خیز ادا سے ناچ رہا تھا۔ میں نے لالیٹن اور بھی اوپر اٹھائی اور دیکھا کہ سیوتیج کے عین سامنے ایک بہت ہی مہیب سانپ اپنا پھن پھیلائے ہوئے تھا۔ اتنا بڑا اور ایسا مہیب سانپ کبھی کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔ اس کا پھن فرش زمین سے آٹھ نو فٹ اوپر اٹھا ہوا تھا اور سرنگ کی چھت کو چھو رہا تھا اور یہ پھن کوارٹر مین تم یقین نہ کرو گے۔ ٹھیلے کے پیندے جتنا تھا۔ یعنی اگر اس سانپ کے پھن کو کاٹ کے ٹھیلے میں رکھا جائے تو اس سے پورا ٹھیلا بھر جائے۔ اس پھن کے نیچے جو گردن تھی وہ میری کمر کی طرح موٹی تھی اور اس کا جسم، جو خدا جانے سرنگ میں کہاں تک چلا گیا تھا۔ شراب کے پیپے جتنا اور سبز بھورے رنگ کا تھا جو اندھیرے میں چمک رہا تھا اور اس پر روپہلی اور سنہری دھاریاں تھیں۔

غار کا وہ عفریت پھنکار کر اپنا پھن بائیں طرف ہٹ کے ناچنے لگا عفریت اپنا پھن دائیں طرف جھکا دیتا اور سیوتیج بائیں طرف ہٹ کے ناچنے لگتا۔ عفریت اپنا پھن

دائیں طرف لے جاتا اور سیوتج بھی ناچتے ناچتے دائیں طرف ہٹ جاتا۔ دفعتہً عفریت نے اپنا پھن اوپر اٹھا دیا، جیسے وہ تن کر کھڑا ہو گیا ہو اس کا پھن سرنگ کی چھت سے لگ گیا اور ساتھ ہی سیوتج نے اپنا رقص بند کر دیا۔ اب وہ اس عفریت کے سامنے بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا ہوا تھا۔ اور اب سیوتج کمر سے ذرا سا جھک گیا جیسے اس عفریت کے سامنے کورنش بجا لا رہا ہو۔ اور دوسرے ہی لمحے عفریت کا پھن تیزی سے جھکا مجھے اس کے بڑے بڑے اور مڑے مڑے ہوئے دانتوں کی جھلک نظر آ گئی، اس نے سیوتج کی گردن پڑوس لیا اور سیوتج ایک طویل جسم کی سرسراہٹ اور اس کے بعد چٹانوں کی آواز سنائی دی جیسے کوئی پتھر سے ہڈیاں توڑ رہا ہو"

"میں لڑکھڑا کے نیچے سرنگ کی دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے لرز کے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جب میں نے دوبارہ آنکھیں کھولی ہیں تو دیکھا کہ سرنگ کے فرش پر کوئی کچلی ہوئی چیز پڑی تھی۔ مسخ شدہ چپی چیز سیوتج کی لاش تھی اور اس پر وہ عفریت اپنا پھن رکھے اپنی ٹھنڈی ہیبتناک آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اور پھر میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا مجھے اعتراف ہے اور میں یہ کہتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتا کہ میں انتہائی خوفزدہ ہو کے بھاگا اور سرنگ سے باہر نکل آیا اور اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا بھاگتا چلا آیا۔



چند گھنٹوں بعد چند سفید کاندہ آئے اور انہوں نے بڑی شائستگی، بڑے اخلاق اور بڑے احترام سے ریجنال اور مرحوم سیوتج کی بندوقیں اور پستول ہمارے سامنے پیش کر دیئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ چیزیں مع لالٹین کے، جو بھاگتے میں ریجنال کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ انہیں پہاڑ کی ڈھلان پر پڑی ملی تھیں۔ میں نے کہے بغیر یہ چیزیں لے لیں اسی شام ہاروت بھی آگیا اور میری خیریت دریافت کرنے کے بعد اس نے پوچھا کہ بنیا کہاں ہے جسے وہ ہمارے ساتھ دیکھ نہیں رہا تھا اور اب میرے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا۔

"سفید داڑھی والے جھوٹوں کے باپ" میں نے دانت پیس کے کہا۔ "تم نجومی ہو اور جانتے ہو کہ بنیا اس کے سانپ کے پیٹ میں پہونچ چکا ہے تو پہاڑ کے ایک غار میں رہتا ہے۔"

"ارے آقا" ہاروت نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ریجنال کو مخاطب "کیا تو کیا آپ کوہ مقدس پر گئے تھے تفریح کے لئے اور وہ بھی اس غار کے منہ تک بنیا کو سانپ بہت پسند تھے اور سانپوں کو بھی اس سے الفت تھی۔ تمہیں یاد ہو گا کہ انگلستان میں کس طرح اس کے کپڑوں میں سے سانپ نکلا کرتے تھے بہر حال اب اسے سانپوں کے

متعلق ساری باتیں معلوم ہو گئی ہوں گی۔"

"بد معاش! شیطان! خونی!" رمبجنال نے دانت پیس کے کہا "جی چاہتا ہے کہ اسی وقت تیرا گلا گھونٹ دوں۔"

"کیوں آقا! کیا اس لیے کہ سانپ نے تمہارے ملازم کا خاتمہ کر دیا ہے! بچارا سانپ! اس میں اس کا کیا قصور الجنیزا؟ اسے ناشتے کی ضرورت تھی لہذا اس نے حاصل کر لیا۔ اگر تم شیروں کے بھٹ میں چلے گئے تو ظاہر ہے کہ تمہیں شیر زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اگر تم وہاں گئے جہاں سانپ رہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ سانپ تمہیں ڈس لینگے میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا لیکن تم نے میری نہ سنی۔ اب تم لوگوں سے پھر کہتا ہوں کہ جاؤ۔ اگر جانا چاہتے ہو تو اس پہاڑ پر اور اس غار میں جاؤ تمہیں کوئی نہ روکے گا۔ کون جانے شاید تم اس سانپ کا خاتمہ کر دو شرط صرف اتنی ہے کہ تم اپنے ساتھ بندوقیں لے جاؤ گے۔ اس کی ممانعت ہے۔ جب تم ہماری بستی میں اکتانے لگو تو تمہیں اجازت ہے کہ غار والے کے دیدار کرنے جاؤ البتہ یہ یاد رکھو کہ غار والا راستہ خانہ طفل تک جانے کا سیدھا اور آسان راستہ نہیں ہے وہاں جانے کا ایک راستہ اور بھی ہے جو سیدھا اور سہل ہے لیکن یہ راستہ تم تلاش نہ کر سکو گے۔"

"رمبجنال نے کہا "ان احمقانہ باتوں سے کیا فائدہ! تم جانتے ہو کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اگر نہیں جانتے تو مجھ سے سنو۔ میرا خیال ہے کہ تم میری بیوی کو اٹھا لائے ہو۔ ہاں۔ تم اسے اپنے شیطانی مذہب کی کاہنہ بنانے کے لئے چرا لائے ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تم سیدھے اسے میرے حوالے کر دو۔"

"یہ غلط ہے تم ایک غلط فہمی کا شکار ہو الجنیزا" ہاروت نے بڑی خوش اخلاقی سے نرم لہجے میں کہا "ہم نے اس حسینہ کو اغوا نہیں کیا ہے جو تمہاری بیوی تھی اور سبب اس کا یہ ہے کہ ہمیں پتہ چلا کہ وہ قربان گاہ کی خادمہ اور کاہنہ بننے کے قابل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میکو میزن یہاں کسی عورت کی تلاش میں نہیں بلکہ ہاتھی جانا کا خاتمہ کرنے آئے ہیں اور ہم میں طے ہو چکا ہے کہ ان کی خدمت کا صلہ ہاتھی دانت کی صورت میں دیں گے تم آقا! الجنیزا، ایک دوست کی طرح میکو میزن کے ساتھ آئے ہو حالانکہ خود ہم نے تمہیں مدعو نہ کیا تھا لیکن تم نے ہماری رحمدلی سے ناجائز فائدہ اٹھانے

کی کوشش کی اور خانہ طفل کی تلاش میں نکل پڑے نتیجہ یہ ہوا کہ غار والے نے تمہارے خادم کو نگل لیا اس لیے ہم بھی کیوں نہ تمہارا خاتمہ کر سکتے اس لیے کہ تم ڈرتے ہو" ریجنال نے بڑے سکون سے کہا "اگر تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں۔ قتل کر دو مجھے اور پھر خود نتیجے کے لیے تیار ہو۔"

ہاروت نے تعریفی نظروں سے ریجنال کی طرف دیکھا۔

"تم بہت بہادر ہو" وہ بولا "اور ہم تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتے۔ کیا پتہ آخر میں سارے معاملات حسب دلخواہ طے ہو جائیں۔ طفل مقدس جانتا ہے کہ کیا ہو گا۔ صرف وہ واقف ہے انجام سے۔ اس کے علاوہ کانڈہ کے ساتھ جو جنگ ہو گی اس میں تم ہماری مدد بھی کرو گے۔ اس لیے آقا تم یہاں پوری طرح محفوظ ہو۔ ہماری طرف سے تمہیں کوئی گزندہ نہ پہنچے گا تم غار میں سانپ کے دیدار کرنے چلے جاؤ۔ وہ بڑا ہی کھاؤ قسم کا سانپ ہے۔ بھوکا ہے چنانچہ جلد ہی اسے پھر ناشتے کی ضرورت محسوس ہو گی تم نے سنا اے اندھیرے کی روشنی! اے آقائے آتش؟" اس نے دفعتہً ہینس کی طرف گھوم کے کہا جو فرش پر بیٹھا اپنے ہاتھوں میں ہیٹ گھمارہا تھا" سنا تم نے؟ وہ بہت بھوکا سانپ ہے اور تم چاہو تو اس کے لئے چائے تیار کر سکتے ہو۔"

بعد کے دنوں میں کوئی خاص واقعہ نہ ہوا۔ اب میں چل پھر سکتا تھا چنانچہ بستی کی سیر کو نکل جاتا۔ بستی کیا تھی بکھری ہوئی جھونپڑیوں کا ایک گاؤں تھا جو مشرقی افریقہ کے دیہاتوں سے مختلف نہ تھا۔ بستی کے تقریباً سارے ہی مرد فصل کی کٹائی یا اس کی تیاریوں کے لئے باہر گئے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے گھروں میں بند تھیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان لوگوں میں شاید پردے کا رواج تھا۔ غالباً اس لیے کہ ان کے اخلاق بگڑنے نہ پائیں اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ افریقہ کے اس دور دراز گوشے میں بسی ہوئی اس وحشی قوم میں بد اخلاقی اور بے حیائی مجھے نظر نہ آئی جو مہذب دنیا کا خاصہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ پردے کا رواج یہ لوگ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے یا یہ عادت انھوں نے عرب تاجروں سے سیکھی تھی۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ پردے کی وجہ سے طفل مقدس کے شہر میں کم سے کم "زن" فساد کی جڑ نہ تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ اس بستی جیسی غیر دلچسپ جگہ میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی

تھی۔ باشندے اداس اور خاموش تھے۔ وہ ایک خوف کے عالم میں جی رہے تھے۔ ان کے بشروں سے پریشانی ہویدا تھی اور آنکھوں سے موت جھانک رہی تھی۔ حتیٰ کہ بچے بھی، جو زیادہ نہ تھے' بجھے بجھے سے نظر آرہے تھے اور اگر کبھی باتیں کرتے تو بہت نیچی آواز میں۔ میں نے کبھی انہیں کھیلتے کودتے اور شور مچاتے نہ دیکھا۔ رہی ہماری خبرگیری تو سفید کاندہ اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رہے تھے۔ ہمارے لیے عمدہ کھانا لایا جاتا اور مہمان نوازی کا پورا پورا حق ادا کیا جاتا۔ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ چنانچہ میرے لیے کیونکہ میری ٹانگ لنگڑی تھی۔ ایک عمدہ ٹٹو لایا گیا میں اس پر سوار ہو کے سیر کر سکوں مجھے صرف یہ کرنا ہوتا کہ دروازے سے باہر نکل کے آواز دیتا اور خدا جانے کہاں سے ٹٹو آجاتا اور حد تو یہ کہ اس پر زین وغیرہ بھی رکھی ہوتی۔ اس ٹٹو کا رکھوالا، جو میرے لیے ٹٹو لے کر آجاتا تھا، ایک لونڈا تھا اور گونگا معلوم ہوتا تھا۔ بہر حال جب میں اس سے گفتگو کرتا تو وہ کوئی جواب نہ دیتا۔

"اس شام ہاروت خلاف توقع واپس آگیا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا اور پریشان نظر آرہا تھا۔ وہ بڑی عجلت میں تھا چنانچہ اپنے مرہم کا اثر دیکھنے آیا تھا کیونکہ اس نے کہا :۔

"ایک ٹانگ والا آدمی جانا کا مقابلہ نہیں کر سکتا"

"اور جانا سے مقابلہ کب ہونے والا ہے ؟" میں نے پوچھا۔

"آقا! میں کوہ مقدس پر نئی فصل کے جشن میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔ یہ جشن نئے چاند کے دوسرے دن سورج طلوع ہونے کے ساتھ منایا جاتا ہے چڑھاوے کے بعد ندائے روح اپنے لب وا کرے گی اور ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ جانا کے ساتھ جنگ کب ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ ندائے روح سے ہمیں چند دوسری باتیں بھی معلوم ہو جائیں۔"

"ہاروت! ہم یہاں بیکار پڑے اکتا گئے ہیں۔ چنانچہ کیا ہم۔ اس جشن میں شریک نہیں ہو سکتے ؟"

"کیوں نہیں" اس نے سر جھکا کر جواب دیا "بشرطیکہ تم نہتے آؤ کیونکہ طفل مقدس کے سامنے مسلح ہو کر جانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے راستہ تم جانتے ہو جو اس غار میں سے جاتا ہے اور پھر اس جنگل میں سے گزرتا ہے جو غار کے دوسری طرف ہے

تمہیں کوئی نہ روکے گا آنا جب جی چاہے چلے آو" "اور اگر ہم غار میں سے گزر کر دوسری طرف نکل آئے تو جشن میں شریک ہو سکیں گے ؟"

"بے شک۔ ہم تمہارا استقبال کریں گے۔ کوئی تمہیں کچھ نہ کہے گا۔ نہ آتے وقت اور نہ جاتے وقت تم سے باز پرس کی جائے گی۔ یہ میں طفل مقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میکو میزن!" وہ مسکرایا تم ایسی بچوں کی سی باتیں کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ جانتے ہو کہ غار والا کسی کو غار میں سے گزرنے نہ دے گا؟ تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے ہتھیاروں سے غار والے کا خاتمہ کر دو گے ؟ اگر تم نے یوں سوچا ہے تو میکو میزن یہ خیال خام ہے۔ دیوانے کا خواب ہے۔ سن لو کہ وہ جو تمہاری نگرانی کر رہے ہیں، اب تمہیں ہتھیاروں سمیت اس گھر سے نہ نکلنے دیں گے۔ بندوقیں تو ایک طرف رہیں اب تم ایک چاقو لے کر بھی اپنی رہائش گاہ سے نہ نکل سکو گے ہاں اگر تم وعدہ کرو کہ اپنے ساتھ تم کوئی ہتھیار نہ لے جاؤ گے تو پھر میرے نوکر تمہارے ساتھ گستاخی نہ کریں گے اور تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ جانے کی اجازت ہو گی ورنہ میری واپسی تک تم اسی گھر میں گویا نظر بند رہو گے اور اس کے پائیں باغ سے باہر قدم نہ رکھ سکو گے بولو میکو میزن! وعدہ کرتے ہو ؟"

میں چند لمحوں تک غور کرتا رہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو ایک طرف لے گیا کہ ہاروت ہماری باتیں نہ سن سکے اور میں نے ان سے پوچھا کہ خود ان کا مشورہ کیا ہے۔ ریجنال اس قسم کا وعدہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا لیکن ہینس نے کہا :۔

"باس! بندوقوں اور پستولوں کے ساتھ قید ہو کر رہنے کی بہ نسبت نہتے ہو کر آزاد رہنا بہتر ہے۔ تم کالے کانڈہ کی قید میں تھے تو کیا کر سکے ؟ کچھ بھی نہیں۔ آدمی آزاد ہو تو کچھ نہ کچھ کر سکتا ہے چاہے وہ نہتہ ہی کیوں نہ ہو ؟ باس! بعض دفعہ قید اور قبر کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا۔"

ہینس عجیب الفاظ میں ایک عجیب فلسفیانہ بات کہہ گیا تھا اور میں اور ریجنال اس سے متفق تھے چنانچہ اب ہم نے ہاروت کے سامنے کھڑے ہو کر باری باری سے حلف اٹھایا کہ ہم اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہ رکھیں گے۔

"بس یہ کافی ہے" ہاروت نے کہا لیکن یہ سن لو آقا کہ ہم لوگوں میں قسم توڑنا

بہت بڑا جرم بلکہ گناہ ہے اور جو قسم توڑتا ہے اسے دریائے ٹاوا کے اس پار نہتہ چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ ہاتھی جانا سے اپنا معاملہ طے کرے۔ اچھا اب رخصت اگر ہماری ملاقات نئے چاند کے دن خانہ طفل میں نہ ہوئی، جہاں آنے کی ایک بار پھر میں تم کو دعوت دیتا ہوں، تو میں ندائے روح سے گفتگو کرنے کے بعد پھر تمہارے پاس آؤں گا۔"

اور ہاروت اس اونٹ پر سوار ہوا، جو ہماری رہائش گاہ کے باہر تیار کھڑا تھا، اور بارہ دوسرے ستر سواروں کے ساتھ چلا گیا۔

"کواٹر مین! کوہ مقدس پر کوئی دوسرا راستہ بھی جاتا ہے" ریجنال نے کہا" کیونکہ اونٹ اس غار میں سے نہیں گزر سکتا۔"

"ظاہر ہے کہ نہیں گزر سکتا کیوں کہ وہاں وہ عفریت بیٹھا ہوا ہے۔"

"وہ عفریت نہ بھی ہو تب بھی نہیں گزر سکتا وہاں اگر اونٹ سوئی کی سوراخ میں سے گزر سکتا ہے تو پھر اس غار میں گزر سکتا ہے کیونکہ وہ بہت تنگ ہے۔"

"لیکن" میں نے کہا اگر دوسرا راستہ ہے تو پھر وہ کوئی خفیہ راستہ ہے۔ اور یہاں سے شاید میلوں دور ہے چنانچہ اس کے متعلق سوچنا اور اسے تلاش کرنے کی کوشش کرنا فضول ہے۔ ہم صرف غار کے راستے سے ہی جا سکتے ہیں لیکن یہ راستہ ہمارے لیے بند ہے کیونکہ وہاں عفریت بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے جشن میں شریک ہونے کا خیال ترک کر دو۔"

"اسی شام، معلوم ہوا کہ ہینس غائب تھا اور پھر یہ انکشاف ہوا کہ میری کنجیاں بھی غائب تھیں اور وہ صندوق کھلا پڑا تھا جس میں ہماری شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ صندوق کھلا پڑا تھا اور چابیاں اس کے تالے میں لگی لٹک رہی تھیں۔

"ہینس نے شراب چرانے کے لیے چابیاں چرائی تھیں اور اب وہ کہیں بیٹھا شراب پی رہا ہو گا" میں نے ریجنال کو مطلع کیا۔

"اور سچ تو یہ ہے کہ دوست کہ میں خود بھی نشے میں دھت ہو جانا چاہتا ہوں۔" اور پھر ہم اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے اور دوسری صبح ذرا دیر سے بیدار ہوئے اور اگر کرنے کو کچھ بھی نہ ہو تو آدمی جتنی بھی دیر سے بیدار ہو ٹھیک ہی ہے اور جب میں انڈے ابالنے کے لیے باورچی خانے کی طرف جا رہا تھا تو میں نے حیرت سے دیکھا کہ

ہینس کافی کی تھیلی کے ساتھ نمودار ہوا۔

"ہینس! تم چور ہو" میں نے کہا۔

"ہاں باس۔ چور ہی ہوں۔" اس نے جواب دیا

"ہاں باس۔ میں نے زہر چرایا۔ اس کے علاوہ میں ذرا تفریح کے لیے بھی گیا اور سب ٹھیک ٹھاک کر آیا باس کو غصہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہاں پڑے پڑے میری تو طبیعت گھبرانے لگی تھی۔ باس کیا کھائیں گے ؟، دلیہ یا انڈے یا دونوں ؟"

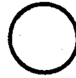
جب ہم ناشتے سے فارغ ہوئے تو ہینس ہمارے سامنے فرش پر لتھی مار کر بیٹھ گیا، اپنا پائپ سلگایا اور دو چار طویل کش لے کر بولا :۔

"باس اگر آج رات اس غار کے راستے جانا چاہتے ہوں تو راستہ صاف ہے" "کیا مطلب ؟" میں نے پوچھا اور سوچنے لگا کہ اب تک اس کا دماغ صاف نہیں ہوا ہے۔

"مطلب یہ باس کہ وہ غار والا گہری نیند سو رہا ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا ہینس ؟"

باس! میں خود اسے میٹھی نیند سلا آیا ہوں۔ حالانکہ اس نے خوب ادھم مچایا اور شور مچایا لیکن میں نے آخر کار اسے سلا دیا۔ اب وہ سو رہا ہے اور کبھی بیدار نہ ہو گا۔ باس! سانپوں کے اس جد امجد کو میں نے ختم کر دیا ہے۔



اسی شام ہم نے وہ چغے اپنے لباس پر پہنے جو ریجنال نے تمباکو کے تبادے میں حاصل کئے تھے۔ تمام ہتھیار گھر میں ہی رکھے اور ہاتھ میں صرف ایک ایک چھڑی لے کر ہم تینوں بڑی شان، اطمینان اور بے پروائی سے بستی سے نکلے ہم نے تھوڑا سا کھانا اور ایک لالٹین بھی اپنے ساتھ لے لی تھی۔ بستی سے باہر آئے تو ہماری ملاقات چند کاندہ لوگوں سے ہوئی جن میں سے ایک میرا شناسا تھا۔ کیونکہ جب ہم صحرا عبور کر کے کاندہ لینڈ کی طرف آرہے تھے تو اس سفر میں یہ شخص میرے اونٹ کے ساتھ ہی ساتھ رہا تھا۔

"میکو میزن! دخل در معقولات کی معافی چاہتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ تم لوگ نہتے ہو؟" اس نے ہمارے سفید چغوں کو حیرت سے دیکھ کے پوچھا۔

"بالکل نہتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہماری تلاشی لے سکتے ہو"۔ میں نے جواب دیا۔ تمہارا یہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ اس نے گردن کو ذرا خم کر کے کہا۔ ہم سے کہا گیا ہے۔ کہ اگر تمہارے پاس ہتھیار نہ ہوں تو ہم تمہیں نہ روکیں چنانچہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ لیکن آقا!" اس نے سرگوشی میں اضافہ کیا۔

"بہتر ہوگا کہ تم اس غار کے قریب نہ جاؤ کیونکہ وہاں وہ رہتا ہے جسکا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ وہاں وہ رہتا ہے جس کا بوسہ موت کا بوسہ ہے۔ یہ مشورہ میں تمہاری بھلائی کے لئے دے رہا ہوں اور اس میں ہماری بھی بھلائی ہے کیونکہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے"۔

"ہم اسے بیدار نہ کریں گے جو غار میں سو رہا ہے" میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ اور ہم اپنے دل میں اطمینان و مسرت کی لہریں محسوس کرتے آگے بڑھ گئے۔ کیونکہ کاندہ لوگ غار کے عفریت کی موت سے اب تک بے خبر تھے۔

ہینس کی راہبری میں کوئی ایک گھنٹے تک چلتے رہنے تک ہم لوگ غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہاں پہنچتے ہی مجھے تو پھریریاں آگئیں اور میں نے سوچا کہ کاش ہمارا یہ سفر اور بھی طویل ہوتا۔ عجیب طرح کے لرزہ خیز شکوک میرے دل میں اپنا پھن پھیلانے لگے تھے۔

چنانچہ ہم لوگ غار میں داخل ہوئے اور واقعی غار کے فرش پر وہ زبردست سانپ مردہ اور پھولا ہوا پڑا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی لمبائی کتنی تھی کیونکہ اس کا کچھ حصہ کنڈلی مارے تھا۔ چنانچہ میرا یہ کہنا غالباً کافی ہوگا کہ اتنا بڑا اور ایسا زبردست سانپ میں نے اور کسی نے بھی کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اور نہ آئندہ کبھی دیکھا جائے گا۔ یہ سچ ہے کہ میں ایسے بڑے سانپوں کے متعلق جو افریقہ کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ بہت کچھ سن چکا تھا لیکن آج سے پہلے کسی ایسے سانپ کو دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس کے علاوہ غار کا یہ سانپ ایک نئی نسل سے تھا۔ کیونکہ جیسا کہ ریجنال نے کہا تھا وہ ناگ اور واقعی کی طرح ڈس سکتا تھا اور اژدھے کی طرح کچل سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ ریجنال کا یہ اندازہ غلط ہو، بہر حال یہ اس کے زہریلے دانتوں اور سر کا معائنہ کرنے کا وقت نہ تھا۔ اور دوسری دفعہ جب ہم اس غار میں سے گزرے ہیں۔ تو وہ سانپ وہاں نہ تھا اس غار یا سرنگ کی بدبو کو میں عمر بھر نہ بھلا سکوں گا۔ ناک سڑا دینے والی بدبو تھی وہ اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی۔ کیونکہ وہ زبردست سانپ صدیوں سے اس غار کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھا۔

چند ثانیوں تک ہم دم بخود کھڑے اس گھناؤنے سانپ کو دیکھتے رہے جس کا

جسم اب بھی چمک رہا تھا اور پھر اپنے دل میں خوف لیے آگے بڑھ گئے کہ مبادا ہماری ملاقات اس کی بیوی اور بچوں سے ہو جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سانپ اکیلا ہی تھا جس طرح کہ جانا اکیلا تھا۔ کیونکہ ہماری مڈ بھیڑ کسی دوسرے سانپ سے نہ ہوئی۔ سانپوں کا یہ جد امجد کیا تھا۔ اور کہاں سے آیا تھا۔ یہ میں معلوم نہ کر سکا۔ کاندہ لوگوں سے پوچھا تو وہ صرف اتنا بتا سکے کہ یہ سانپ شروع سے ہی اس غار میں رہتا تھا اور جب کبھی کالے کاندہ گرفتار ہو کر آتے تھے تو انہیں اس کے سامنے ڈال دیا جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ کالے کاندہ سفید کاندہ کو جانا کے سامنے ڈال دیتے تھے۔

بڑی دقتوں کے بعد سرنگ کے اس دہانے میں سے نکلے تو ہم کھڈ کی ایک ڈھلان پر کھڑے ہوئے تھے۔ بڑا زبردست تھا یہ کھڈ۔ ہم جس ڈھلان پر کھڑے ہوئے تھے، وہ اس کھڈ میں کوئی اسی قدم تک اترتی چلی گئی تھی نیچے اترنے کے بعد پھر ڈھلان یا چڑھاؤ تھا۔ جو گویا اندرونی پہاڑ کے ایک مخروطے پیندے تک چلا گیا تھا۔ اور پہاڑ کا یہ پیندا گھنے جنگل سے ڈھکا ہوا تھا۔

پہاڑ کی ساخت دیکھ کے میں نے اندازہ لگایا کہ دنیا کے کسی ابتدائی دور میں آتش فشاں کے پھٹنے کی وجہ سے کھڈ اور سامنے والی چٹان پیدا ہو گئی ہو گی۔ لیکن چونکہ طبقات الارض کے متعلق میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں اس لیے میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ کوہ مقدس ان خوابیدہ آتش فشاں پہاڑوں سے مشابہ تھا۔ جنہیں میں افریقہ کے مختلف حصوں میں دیکھ چکا تھا۔

اور آخر کار افق مشرق نو بیاہتا دلہن کے رخساروں کی طرح سرخ ہو گیا رفتہ رفتہ سرخی پر سفیدی غالب آنے لگی روشنی کا ایک فوارہ سا چھوٹا اور جنگل کے بندروں اور پرندوں نے اپنی اپنی بولی میں صبح کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے لمحے سورج کی ایک کرن دفعتہً افق تا افق دوڑ گئی۔ سورج اب تک طلوع نہ ہوا تھا لیکن اس پہلی کرن کے نمودار ہوتے ہی ہمارے سامنے والے نشیب میں سے گیت کی آواز ابھری آواز بے حد مدھم اور مسحور کن تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی یہ آواز غائب ہو چکی تھی اور اس کی جگہ سر سراہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے بہت سے لوگ کسی نظر نہ آنے والے تھیٹر میں اپنی اپنی نشست پر بیٹھ رہے ہوں۔ اور پھر ایک اور آواز سنائی دی۔ یہ کسی عورت کی آواز

تھی بیحد شیریں، بے حد مدھر اور مسحور کن۔ وہ کسی کی سمجھ میں نہ آنے والی زبان میں کوئی گیت گا رہی تھی۔ رہجنال مجھ سے لگ کر بیٹھا ہوا تھا میں نے اسے لرزتے محسوس کیا۔

"کیا بات ہے رہجنال؟" میں نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر پوچھا

"کواٹر مین۔۔ یہ۔۔ یہ میں سمجھتا ہوں۔۔ میری بیوی کی آواز ہے" اس نے اسی طرح میرے کان کے قریب منہ لا کر جواب دیا اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"اگر ایسا ہی ہے رہجنال تو۔۔ اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ بے خود ہو جانے کی کوئی ضرورت نہیں" میں نے کہا۔

بیضوی میدان میں ایک ہیکل کھڑا ہوا تھا جو مصر قدیم کے ان ہیکلوں سے مشابہہ تھا جن کے آثار اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ مشابہ کیا تھا ہو بہو مصر قدیم کا ہی ہیکل تھا۔ مصر کے ہیکلوں کی طرح اس کا بھی ایک باب تھا۔ مصر ہیکل کا بیرونی دالان تھا۔ اس دالان کے کنارے بہت سے ستون تھے اور ان ستونوں پر ان حجروں کی چھت ٹکی ہوئی تھی۔ جو دالان کے دونوں طرف بنے ہوئے تھے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ان حجروں میں طفل مقدس کے مہنت رہ رہے تھے۔

اس دالان کے عقب میں ہیکل کا دوسرا دالان یا حصہ تھا۔ نسبتاً چھوٹا تھا۔ بیرونی اور اندرونی دالان کو ایک تنگ گزرگاہ آپس میں جوڑ رہی تھی یہ دالان بھی کھلا تھا۔ اس کھلے حصے کے بعد ایک چھت دار عمارت تھی جو کوئی بارہ فٹ بلند تھی۔ یہ اصلی معبد یا مقام مقدس تھا۔

یہ ہیکل بہت چھوٹا تھا لیکن بڑی مہارت اور کاریگری سے بنایا گیا تھا۔ اس کا ایک کونا بھی ابھرا ہوا اور ایک حصہ بھی غیر متوازن نہ تھا۔ ہاں میں یہ بتانا تو بھول گیا کہ معبد یا مقام مقدس کے عین سامنے لاوے کا ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا۔ یہ یقیناً قربان گاہ تھی۔ اس قربان گاہ کے سامنے ایک کرسی تھی سودہ بھی پتھر کی تھی اور اس کے سامنے ایک بڑا سا پیالہ دھرا ہوا تھا یہ پیالہ بھی پتھر کا تھا جو ایک بے حد نیچی تپائی پر رکھا ہوا تھا۔ قربان گاہ کے دوسری طرف ایک عمارت تھی جس کی کھڑکی نما روشندان بنے ہوئے تھے۔

جب ہم نے صبح کی پہلی کرن میں پہلی دفعہ اس ہیکل کو دیکھا ہے تو اس وقت

ہیکل بیرونی اور اندرونی دالان۔ کیونکہ دو حصوں یا صحنوں کو دالان ہی کہنا مناسب ہو گا۔ حالانکہ ان پر چھت نہ تھی۔ خالی تھے البتہ ایمفی تھیٹر کی نشستوں پر تین سو کے قریب مرد اور عوتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مرد شمال کی طرف اور عورتیں جنوب کی طرف نشستوں پر۔ وہ سب کے سب سفید چغوں میں ملبوس تھے۔ مردوں کے سر منڈی ہوئے اور عورتوں کے سر ڈھکے ہوئے تھے۔ لیکن عورتوں نے اپنے نقاب یوں سمجھئے کہ الٹ رکھے تھے۔

اور ہم نے اب یہ بھی دیکھا کہ ایمفی تھیٹر میں سے دو راستے دو مختلف سمتوں کی طرف گئے تھے۔ ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف۔ یہ راستے ان سرنگوں میں سے گزرتے تھے جو لاوے کی چٹانیں کاٹ کر بنائی گئی تھیں دونوں راستوں کے سروں پر جہاں وہ ایمفی تھیٹر سے نکلتے تھے ؛ دو دروازے تھے اور ان میں کافی بڑے اور مضبوط کواڑ لگے ہوئے تھے۔ ان دو راستوں اور ان کے سرے پر کے دروازوں کی وجہ سے ہمیں چند نتائج اخذ کرتے دیر نہ لگی۔ اول یہ کہ وہ غار ؛ جہاں سانپوں کا جدا مجدد رہتا تھا۔ ہیکل تک پہنچنے کا سیدھا اور صحیح راستہ نہ تھا بلکہ ایسا تھا جسے انگل پچو کہتے ہیں۔ یعنی مسافر اس غار میں سے گزرنے کے بعد اگر ہیکل تک پہنچ گیا ورنہ راستے میں ہی کہیں گر پڑ کر مر گیا اور دوم یہ کہ وہ جشن، جسے اب ہم دیکھنے والے تھے، خفیہ طور سے منایا جا رہا تھا اور اس میں مصروف مہنت اور ان کے اہل و عیال یا عزیز و اقربا شریک ہو سکتے تھے۔

دن ابھی پوری طرح طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ بیرونی دالان کے حجروں کے دروازے کھلے اور بارہ مہنت باہر نکل آئے۔ ہاروت سب کے آگے تھا جو اپنے سفید براق لباس میں بڑا ہی شاندار معلوم ہو رہا تھا۔ ہاروت اور اس کے ساتھی مہنتوں کے ہاتھوں میں بھی ایک چوبی تھالی تھی اور ہر تھالی میں مختلف اقسام کے غلے کی بالیاں رکھی ہوئی تھیں۔

اب جنوبی حجروں میں سے عورتیں بلکہ یوں کہیے کہ لڑکیاں نکل آئیں ساری لڑکیاں مہنتوں کے دائیں طرف ایک قطار میں کھڑی ہو گئیں یہ لڑکیاں اپنے ہاتھوں میں چوبی تھالیاں لیے ہوئے تھیں اور ان تھالیوں میں تازہ پھول رکھے ہوئے

تھے۔

ہاروت کا اشارہ پا کے انہوں نے بے حد شیریں آواز میں ایک گیت اٹھایا اور ساتھ ہی قدم بہ قدم آگے بڑھیں، گزر گاہ میں داخل ہوئیں اور اندرونی دالان میں پہونچ گئیں۔ قربان گاہ کے سامنے پہنچ کے وہ رک گئیں پہلے مہنتوں نے اور پھر لڑکیوں نے یکے بعد دیگرے اپنی تھالیاں اوپر تلے رکھ دیں اور اب قربان گاہ کے ایک طرف مہنت اور دوسری طرف لڑکیاں، جنھیں داسیاں کہنا مناسب ہو گا ایک قطار بنا کر کھڑی ہو گئیں۔ ہاروت نے آگے بڑھ کے ایک تھالی پھول کی اور ایک تھالی غلے کی بالی اٹھالی۔ اس نے دونوں تھالیاں آسمان کے اس سمت میں اٹھا دیں جہاں اب نظر نہ آنے والا چاند تیر رہا تھا اور اب اس نے تھالیاں ابھرتے ہوئے سورج کی طرف اٹھا دیں۔ اب وہ گھوم گیا اور وہ دونوں تھالیاں معبد کے دروازے کی طرف اٹھائے ہوئے تھا ہاروت گھٹنوں کے بل جھک گیا اور کوئی دعا پڑھنے لگا۔ ہم تک اس کی آواز نہ پہنچ رہی تھی اس لیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا پڑھ رہا تھا یا کیا کہہ رہا تھا۔

گیت ختم ہو گیا خاموشی کا طویل وقفہ رہا۔ یکایک معبد کا دروازہ کھلا اور مصر قدیم کی دیوی ایزنس نمودار ہوئی۔ وہ اتنا باریک لباس پہنے ہوئے تھی کہ مجھے اتنی دور سے بھی اس کے جسم کے دل آویز خطوط نظر آ رہے تھے اس کے لانبے بال پیٹھ پر پھیلے ہوئے تھے اور اس کے سر پر پروں کی ٹوپی تھی ٹوپی کے اگلے سرے پر اور دیوی کے عین ماتھے پر ایک سنہرا سانپ پھن پھیلائے ہوئے تھا۔ وہ اپنی گود میں ایک عریاں مجسمے کو لیے ہوئے تھی۔ یہ بت ایک بچے کا تھا اس دیوی کے ساتھ دو دوسری لڑکیاں بھی معبد میں سے نکل آئی تھیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ دیوی کی کہنیوں کے نیچے دے رکھے تھے۔ یہ دونوں لڑکیاں بھی باریک لباس اور پروں کی ٹوپی پہنے ہوئے تھیں فرق صرف اتنا تھا کہ ان کی ٹوپی پر سنہرا سانپ نہ تھا "میرے خدا" ریجنال نے کہا "یہ ۔۔۔ یہ ۔۔۔ دیوی ۔۔۔ یہ تو میری بیوی ہے"۔ "تو پھر خاموش رہو یا خدا کا شکر ادا کرو کہ وہ زندہ اور تندرست ہے" میں نے جواب دیا۔

مصریوں کی دیوی ایزنس یا ریجنال کی بیوی لیونا۔ اس وقت میرے دماغ کی حالت کچھ ایسی ہو رہی تھی کہ ایزلین اور لیونا گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ بت کی طرح بے حس

وحرکت کھڑی ہوئی تھی اور داسیاں اور سارے تماشائی، جو اوپری نشستوں پر چڑھ آئے تھے اور چٹائی دیوار کے اس پار دیکھ سکتے تھے' تین دفعہ چلائے۔ یہ غالباً انھوں نے نعرے لگائے تھے۔ یا ندائے روح کو اس طرح شاید خوش آمدید کہا تھا پھر ہاروت اور داسی نے جو تمام داسیوں سے آگے کھڑی ہوئی تھی، مکئی کی ایک بالی اور ایک پھول اٹھالیا انھوں نے یہ دونوں چیزیں پہلے طفل مقدس کے اور پھر دیوی ایزیس کے ہونٹوں سے لگائیں۔

یہ رسم ادا ہو چکی تو دو داسیاں دیوی ایزیس کو سہارا دیکر سنگی کرسی کے قریب لے گئیں جو قربان گاہ کے سامنے تھیں انہوں نے دیوی ایزیس کو اس کرسی پر بٹھادیا۔ دفعتہً اس پیالے میں، جو کرسی کے عین سامنے تھا، آگ جلنے لگی۔ یہ آگ کس طرح جل اٹھی تھی یہ میں نہ دیکھ سکا، بہر حال پیالے میں سے ہلکے نیلے رنگ سے شعلے نکل رہے تھے۔ ہاروت اور سب سے آگے کھڑی ہوئی داسی نے کوئی چیز چٹکی بھرے شعلوں میں چھڑک دی اور شعلے دھوئیں میں تبدیل ہوئے اور پھر دیوی ایزیس۔۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پوری کاروائی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے میں خاتون ریجنال کو اسی نام سے یاد کروں۔۔ ہاں تو پھر دیوی ایزیس نے اپنا سر جھکادیا۔ یہاں تک کہ اس کا چہرہ پیالے میں سے اٹھتے ہوئے دھوئیں میں چھپ گیا بالکل اسی طرح میں نے اور ریجنال کی بیوی نے، جو اس وقت دیوی ایزیس کے روپ میں تھی' قصر ریجنال کے ایک کمرے میں اپنا اپنا سر جادوئی تمباکو کے دھوئیں پر جھکادیا تھا، تھوڑی دیر بعد ہی دھواں غائب ہو گیا اب وہ دونوں خادمائیں جو سر پر پروں کی ٹوپیاں رکھے ہوئے تھیں آگے بڑھیں اور انہوں نے ایزیس کو سیدھا بٹھادیا، بچہ اب تک اس کی گود میں تھا اور وہ کرسی میں یوں بیٹھی ہوئی تھی جیسے بچے کو دودھ پلارہی ہو۔ اس کا سر آگے کی طرف جھکا ہوا تھا جیسے اس پر غشی طاری ہو۔

اب ہاروت آگے بڑھا، وہ ایزیس پر جھک گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایزیس سے کچھ پوچھ رہا تھا وہ چند منٹوں تک اس سے گفتگو کرتا رہا، چند قدم پیچھے ہٹا اور منتظر کھڑا رہا۔ ہر شخص خاموش تھا۔ ہر شخص منتظر تھا دیوی ایزیس اٹھ کر کھڑ ہو گئی، اس کا سر پیچھے کی طرف ڈھلک گیا اور نگاہیں آسمان پر جم گئیں اور اب وہ کچھ کہہ رہی تھی اس کی

آواز ہم تک نہ پہنچ رہی تھی لیکن ہم صبح کی روشنی میں اس کے ہونٹ ہلتے دیکھ رہے تھے۔ وہ چند منٹوں تک بولتی رہی اور پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب وہ بت کی طرح بیٹھی خالی خالی نظروں سے کہیں خلا میں دیکھ رہی تھی۔ ہاروت ایک بار پھر آگے بڑھا لیکن اس دفعہ قربان گاہ کی طرف وہاں ایک سیڑھی نما پتھر پر کھڑا ہو گیا اور اب اس نے مہنتوں، داسیوں اور تماشائیوں کو اتنی بلند اور صاف آواز میں مخاطب کیا کہ میں اس کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ صاف طور سے سن اور سمجھ سکتا تھا اور ہاروت نے سب کو یوں مخاطب کیا :۔

"اے مہنتو! اے داسیوں اور اے لوگو! طفل مقدس کی ماں اور ندائے روح نے پیش گوئی کر دی ہے۔ ہاں وہ اس دیوی کا سایہ ہے جو صدیوں پہلے موجود تھی، پیش گوئی کر چکی۔۔ ہاں۔۔ اس نے اپنے لب وا کیے جن کی آغوش میں شفقت ہے۔ ہاں۔ وہ گویا ہوئی جس کا دل طفل مقدس کے الہامات سے پر ہے۔ ہاں اس نے، جس کے سینے پر ہلالی نشان ہے، مجھ سے، اپنے مہنت اعلیٰ سے گفتگو کی ہے۔ اے لوگو! سنو! یوں کہا ہے ندائے روح نے اور یہ ہیں اس کے الفاظ۔"

"اے لوگو! اے وہ جو سفید کاندہ کہلاتے ہو سنو! اے وہ جو طفل مقدس کی پرستش کرتے ہو سنو تمہارے سروں پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اے سفید کاندہ! وہ جس کا نام جانا ہے۔ وہ جو صدیوں پہلے مست ہاتھی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ تم پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ یہ اندھیرے اور اجالے کی جنگ ہے۔ یہ نیکی اور بدی کی جنگ ہے۔ یہ حق اور باطل کا مقابلہ ہے میرا عذاب جانا کے پرستاروں پر نازل ہو چکا ہے۔ ان کے پاس کھانے کو اب کچھ نہیں رہا۔ ان کی فصلیں تباہ ہو گئیں اور مویشی مر گئے۔ لیکن کالے کاندہ اب بھی پر قوت ہیں۔ وہ جنگ کر سکتے ہیں۔ اور اے لوگو! تمہارے دیوتا کو کچلنے آرہا ہے۔ بدی نیکی کو ختم کرنے آرہی ہے۔ رات دن کو نگلنے آرہی ہے۔ تاریکی روشنی پر چھانے آرہی ہے۔ یہ جنگوں کے طویل سلسلے کی آخری اور فیصلہ کن جنگ ہے۔ اے طفل مقدس کے پرستارو! تم کس طرح فتح یاب ہو گے؟ بے شک تم محض اپنی قوت بازو سے فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہاری تعداد بہت کم ہے اور جانا کے پرستار بے شمار ہیں۔ طفل مقدس کے سہارے بھی نہیں کیونکہ طفل مقدس بوڑھا اور کمزور ہو

رہا ہے۔ صرف اس علاقے میں وہ پوجا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی قوتیں بھی محدود ہو گئی ہیں اور دوسرے دیوتا اس کے ہٹانے پر اور اس کا خاتمہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"تو پھر تم کس طرح فتح یاب ہو گے؟ صرف ایک راستہ ہے اس کا یوں کہا ہے ندائے روح نے جو طفل مقدس کی رکھوالن ہے اور جس کے منہ میں طفل مقدس کی زبان ہے۔ ہاں صرف ایک راستہ ہے۔ تم صرف ان اجنبیوں کی مدد سے فتح حاصل کر سکتے ہو جنہیں تم نے بہت دور سے بلایا ہے یہ آنے والے۔۔ یہ اجنبی۔۔ چار تھے۔ لیکن ایک کو تم لوگوں نے غار والے کے جبڑوں میں دے دیا۔ اے طفل مقدس کے بیٹو اور بیٹیو! یہ بہت برا کیا تم نے۔ غار والا مر چکا ہے اور بہت جلد وہ لوگ بھی مر جائیں گے جنہوں نے اس اجنبی کو غار والے کے جبڑوں میں دینے کی سازش کی تھی۔ اگر ان لوگوں نے یہ گناہ نہ کیا ہوتا، اگر ان لوگوں نے اس سفید فام اجنبی کا خون نہ بہایا ہوتا تو یہ لوگ کچھ دن کے لیے اور زندہ رہ جاتے لیکن اب ان کی زندگی کے دن پورے ہوئے۔ کیوں کہ یہ گناہ تم نے کیا اس لیے کہ اس عورت کا راز فاش نہ ہو جائے جسے تم اغوا کر کے لے آئے ہو؟ کیا اس لیے کہ تم نے اپنے جھوٹ کو، جو تم نے اس اغوا کی ہوئی عورت کے متعلق بولا تھا، آخر تک نبھا سکو؟

"یوں کہتا ہے طفل مقدس۔۔ خبردار! جو تین بچ رہے ہیں ان پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ خبردار! وہ جو طلب کریں انہیں دے دینا۔ اور اسی طرح تم میں سے چند اپنے آپ کو جانا سے بچا سکیں گے۔ حالانکہ طفل مقدس اور ندائے روح نہ رہے گی تم رہو گے۔۔ تو اے لوگو! یہ ہیں ندائے روح کے الفاظ یہ ہے اس کی پیشین گوئی جو بدلی جائے گی۔

ہاروت خاموش ہو گیا اور نشیب میں گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔ لوگ خاموش تھے۔ وہ ندائے روح کے الفاظ میں چھپے ہوئے گہرے معنی سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور آخر کار ان کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا اور کراہ کی آواز نشیب میں گونج گئی۔ یہ گونج مدھم ہو کر غائب ہو گئی دونوں خادمائیں، جو پروں کی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھیں آگے بڑھیں، انھوں نے خاتون ریجنال کو، جو دیوی ایزیس کے روپ میں تھی، سہارا دے کر اٹھایا، انھوں نے اس کا باریک چغہ سینے پر سے کھول کے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا یقیناً وہ دونوں اس ہلالی نشان کی طرف اشارہ کر رہی تھیں جو خاتون ریجنال کے سینے پر بنا ہوا

تھا۔ یہی نشان خاتون رجینال کے اغوا کا باعث بنا تھا اور اسی نشان نے اسے ندائے روح اور ان وحشیوں کی دیوی بنا دیا تھا۔

اس بالی نشان کو دیکھتے ہی سارے مہنت، ساری داسیاں اور سارے تماشائی سجدے میں گر گئے وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے خاتون ریجنال نے طفل مقدس کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر بلند کیا اور وہ سب کے سب ایک بار پھر سجدہ ریز تھے طفل مقدس کو یونہی بلند کئے وہ اس کے ساتھ اس کی خادمائیں پلیٹیں معید کے دروازے میں داخل ہوئیں اور وہاں سے غالباً کسی خفیہ راستے کے ذریعہ کسی خفیہ حجرے میں چلی گئیں۔۔ بہر حال پھر نظر نہ آئیں۔

خاتون ریجنال کے جاتے ہی تماشائی اپنی اپنی نشستوں پر سے اٹھے اور ہیکل کے بیرونی دالان میں جس کا دروازہ اب کھول دیا گیا تھا داخل ہو گئے اور اب ان میں مہنت کچھ تقسیم کر رہے تھے یہ غالباً دیوی کا پرشاد یا چڑھاوا تھا۔ مہنت تماشائیوں میں غلے کی بالیاں اور پھول تقسیم کر رہے تھے بالیاں مردوں میں تقسیم کی جارہی تھیں اور پھول عورتوں میں مرد اور عورتیں ان چیزوں کو ماتھے سے لگا کر اپنے چغوں میں رکھ لیتی تھیں ریجنال ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل ذرا سا اٹھا اور میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ زرد تھا اور آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک تھی۔

"کیا کرنے جارہے ہو تم" میں نے پوچھا

"میں ان سے مطالبہ کرنے جارہا ہوں کہ میری بیوی کو میرے حوالے کر دیں کوارٹرمین مجھے روکنے کی کوشش نہ کرو"۔

"لیکن ریجنال" میں نے کہا وہ تمہارا یہ مطالبہ قبول نہ کریں گے اور ہم جبراً تمہاری بیوی کو حاصل نہ کر سکیں گے کیونکہ ہم صرف تین ہیں۔

دفعتاً ہینس ہم دونوں کے درمیان رینگ آیا اور کچھوے کی طرح گردن اٹھا کر بولا

"باس ایک ترکیب سوجھی ہے مجھے باس الجنیز ا اس عورت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جسے وہ اپنی بیوی کہتے ہیں جس نے ٹوپی توپروں کی پہن رکھی ہے لیکن اتنے بہت سے لوگوں کے درمیان سے اسے نکال لے جانا ناممکن ہے۔ اب یہ ذرا یاد کرو کہ

اس بوڑھے ڈچ ڈاکٹر ہاروت نے ابھی کیا کہا تھا اس نے کہا تھا کہ یہ ندائے روح کے الفاظ ہیں اور اس نے کہا تھا کہ ہماری اور صرف ہماری وجہ سے وہ لوگ کالے کاندہ کو شکست دے سکیں گے اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم تینوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے کیونکہ اسی طرح سفید کاندہ اپنے آپ کو بچا سکیں گے چنانچہ باس معاملہ یہ ہے کہ سفید کاندہ ہم سے کوئی چیز خرید سکتے ہیں اور ہم کوئی چیز فروخت کر سکتے ہیں اور یہ چیز ہے کالے کاندہ کے خلاف ہماری مدد اور قوت۔ تم جانو باس اگر ہم سفید کاندہ کی حمائت میں نہ لڑے تو وہ کبھی فتح یاب نہ ہوں گے۔

کیونکہ یہ ان کا اعتقاد ہے کہ وہ ہمارے بغیر دشمن کو نہ شکست دے سکیں گے اور نہ جانا ہی کا خاتمہ کر سکیں گے اچھا اب فرض کرو کہ باس یوں کہیں کہ ہم اسی طرح یہ کالے کاندہ سے جنگ کر سکتے ہیں کہ کفن پوش سفید فام خاتون ہمارے حوالے کر دی جائے یعنی اس وقت جنگ کا فیصلہ کر دیا جائے کیوں کہ بعد میں انہیں ندائے روح یا جو کوئی بھی وہ ہے اس کی ضرورت نہ رہے گی پھر ان سے فرض کرو یوں کہا جائے کہ اگر انہوں نے ہماری یہ شرط نہ مانی تو ہم اپنی بندوقیں توڑ دیں گے اور بارود اڑا دیں گے تو پھر اس طرح میں تو سمجھتا ہوں کہ سفید کاندہ ہماری یہ شرط مان لیں گے۔

شائد میں نے کہا خود میں بھی کچھ ایسا ہی سوچ رہا ہوں لیکن اس پر مجھے غور کرنے کا موقع ہی نہ ملا چنانچہ میں نے ہینس کی تجویز کا ترجمہ ہینس کو سنا کے کہا ریجنال تم خدا کے لیے بے صبر اور جوش کا مظاہرہ نہ کرنا بھائی۔ پتھر کے نیچے ہاتھ پھنسا ہو تو اسے صبر سے اور آہستہ آہستہ نکالنا چاہئے ظاہر ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں کی کوئی پرواہ نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں زندہ رکھیں البتہ تمہاری بیوی کو قتل کر دیں کیونکہ یہ وحشی کبھی اس بات کو گوارہ نہ کریں گے کہ وہ مقدس ہستی جس کے سامنے وہ جھکتے اور جسے وہ ندائے روح کہتے ہیں ان کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ چلی آئے"۔

میری یہ دلیل بڑی عمدہ تھی چنانچہ تیر نشانے پر بیٹھا۔

"کواٹرمین میری بیوی اگر چہ اب بھی نہ ملی تو خدا کی قسم میں پاگل ہو جاؤں گا ریجنال بڑبڑایا۔

"تو پھر وعدہ کرتے ہو کہ تم صبر و سکون سے کام لو گے اور ہمیں یہ داؤ آزمانے

دو گے وہ" چند لمحوں تک شش و پنج کے عالم میں خاموش رہا پھر بولا۔

"بہت اچھا میں وعدہ کرتا ہوں کیونکہ تم مجھ سے زیادہ ہوشیار ہو اور کسی معاملہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد عملی قدم اٹھاتے ہو"۔

"بس ٹھیک ہے" میں نے بڑے اعتماد سے کہا حالانکہ خود میرا دل اس وقت ڈانواڈول تھا "اچھا ہم ہاروت اور اس کے دوستوں سے ملتے چلتے ہیں اس کے علاوہ میں اس ہیکل کو بھی قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں"۔

چنانچہ ہم جھاڑیوں کی اوٹ لے کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئے اور جب ہمیں یقین ہو گیا کہ اب ہم کھڑے ہو گئے تو نشیب والے ہمیں دیکھ نہ سکیں گے تو ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور حتی الامکان تیزی سے قدم اٹھاتے مشرق کی طرف کوئی پاؤ میل چلنے کے بعد ہم شمال کی طرف گھوم گئے جیسے کہ مجھے توقع تھی۔ ہم آتش فشاں کے دہانے کے دوسری طرف شاہ بلوط کے جنگل میں پہنچ چکے ہیں اور جنگل عبور کرکے اس راستے پر پہنچ گئے تھے جو ہیکل کے باب مشرق تک جاتا تھا ہم اس راستے پر چل پڑے اس طرف کوئی نہ تھا جو ہمیں آتے دیکھ سکتا چنانچہ ہم اطمینان سے آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ باب ہیکل نظر آنے لگا۔ ہم بظاہر بڑے بے پروائی سے دروازے میں داخل ہوئے اور کوئی ہماری طرف متوجہ نہ ہوا اور سبب اس کا یہ تھا کہ جتنے بھی لوگ وہاں موجود تھے وہ یا تو آپس میں باتیں کر رہے تھے یا پھر عبادت میں مصروف تھے یا شائد اس لیے کہ ہم بھی سفید کاندہ کا لباس پہنے ہوئے تھے سرنگ کے دہانے یا دروازے کی دوسری طرف پہنچ کر ہم رک گئے اور میں نے بلند آواز میں کہا۔

"ہاروت نے سفید فام آقاؤں کو یہاں مدعو کیا تھا اور دیکھو وہ آ گئے ہم ہاروت سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور تم سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ہاروت کے پاس لے جاؤ"۔

"یکایک وہ سب لوگ ہماری طرف گھوم گئے ہم دروازے کے محراب کے سائے میں کھڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ہمیں دیکھ کر یوں چونکے جیسے ہم بھوت ہوں کسی نے چیخ کر کہا"۔

"قتل کر دو انہیں قتل کر دو انہیں یہ لوگ مقام مقدس کو ناپاک کر رہے

ہیں۔" "کیا۔آ۔آ۔ تم ان لوگوں کو قتل کر دو گے۔ جنہیں مہنت اعلیٰ پناہ دے چکا ہے کیا تم ان لوگوں کو قتل کر دو گے جن کے بغیر جیسا کہ ندائے روح نے اعلان کیا ہے تم فتح یاب نہیں ہو سکتے کیا ندائے روح نے نہیں کہا کہ ہمارے بغیر نہ تو تم کالے کاندہ کو شکست دے سکو گے اور نہ ہی جاناکو ختم کر سکو گے ندائے روح کے بے شک یہی الفاظ تھے ایک آواز نے کہا لیکن انہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ یہ لوگ جادوگر ہیں۔"

"بے شک ہم ساحر ہیں" صرف کاندہ ہی اس فن کے استاد نہیں ہیں اگر تمہیں شک ہو تو جاؤ غار میں جا کر دیکھو۔ ندائے روح نے غلط نہیں کہا تھا غار والا مر گیا جاؤ دیکھو اور یقین کرو ہماری غیر معمولی قوتوں کا ابھی یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ ایک سفید پوش نمودار ہوا وہ بہت زیادہ گھبرایا ہوا تھا اور یوں بھاگ رہا تھا کہ اس کا چغہ اس کے پیچھے ہوا میں اڑ رہا تھا۔

"اے مہنتو اور داسیو!" اس نے چیخ کر کہا۔ "غار والا مر گیا کوہ مقدس کا پاسباں مر گیا نئے چاند کے دن غار والے کو غذا پہنچانے کی خدمت میرے سپرد ہے جب میں اسے غذا پہنچانے گیا تو دیکھا وہ مرا پڑا ہے۔ سن لیا تم لوگوں نے؟ میں نے مسکرا کے کہا" سانپوں کا جدامجد مر چکا تم پوچھو گے کس طرح تو یہ بھی بتائے دیتا ہوں ہم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور دوسرے ہی لمحے وہ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔"

میری اس بڑ کا وہ لوگ یہ جواب دے سکتے تھے کہ اگر ایسا ہی تھا تو پھر سیوتج نے بھی سانپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دی تھیں لیکن ہوا یہ کہ سانپ نہیں خود سیوتج مارا گیا لیکن خوش قسمتی سے دلیل انہیں نہ سوجھی۔ اے صاحب وہ تو بت بنے بلکہ سہمی ہوئی بھیڑوں کی طرح دم بخود کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں ان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

دفعتاً ہاروت نمودار ہوا وہ ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا وہ کورنش بجا لایا ہم نے بھی اپنی گردنیں جھکا کر سلام کیا اور ہاروت نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ہم سے گفتگو شروع کی لوگ بدستور آنکھیں پھاڑے اور منہ کھولے کھڑے تھے۔ ان کے خیال میں انگریزی زبان ساحروں کی خاص زبان تھی۔

"تم لوگ یہاں آہی گئے۔" وہ بولا "لیکن۔ کیوں آئے؟ کس طرح آئے"

ہم نے تمہاری دعوت کو لبیک کہا ہے ہاروت۔" میں نے جواب دیا" تم نے کہا تھا کہ اگر آسکتے ہو تو آجاؤ چنانچہ ہم آگئے۔ کسی کے پر خلوص دعوت کو ٹھکرادینا ہمارا شیوہ ہی نہیں رہا دوسرا سوال تو اس کا جواب ہی ہے کہ ہم کسی راستے سے نہیں بلکہ غار کے راستے سے آگئے ہیں جہاں تم نے ایک سانپ پال رکھا تھا۔ بہت بڑا اور گھناؤنا سانپ تھا وہ لیکن تمہارا یہ سانپ ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا جو جانتے ہوں کہ ایسے سانپوں کے ساتھ کس طرح نپٹا جاتا ہے۔ غریب بنیا اس فن سے بے بہرہ تھا۔ ہاروت! تم اس سانپ کی کھال مجھے دے دو تو میں اس کا چغہ بناؤں گا۔"

ہاروت نے تعریفی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں احترام تھا۔ "میکو میزن! بڑے ٹھنڈے پتے سے تم باتیں کر رہے ہو" وہ بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ہاروت" میں نے کہا حالانکہ تم ہمیں دیکھ نہ سکے لیکن ہم تمہاری نئی نسل کے جشن میں شریک تھے۔ ہم نے سب کچھ دیکھا اور سب کچھ سنا۔ مثلاً ہم نے الجنیز اکی بیوی کو بھی دیکھا جسے تم مصر میں سے چرا لائے تھے لیکن چونکہ تم اول درجے کے جھوٹے ہو اس لیے تم قسمیں کھاتے رہے کہ تم اسے اٹھا نہیں لائے۔ اس کے علاوہ ہم نے اس کے وہ الفاظ بھی سنے جو اس نے کاندہ تمبا کو کا دھواں اپنے پھیپھڑوں یا شاید دماغ میں پہنچانے کے بعد کہے تھے۔"

اور اس دن ہاروت اپنی عمر میں شاید پہلی دفعہ بقول کسی کے چاروں خانے چت گرا وہ چند ثانیوں تک حیرت سے ہماری صورت تکتا رہا۔ اور اب تماشائیوں کی طرح اس کی آنکھیں بھی پھٹی ہوئیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔ دفعتہً اس کا رنگ زرد ہو گیا اس نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھادیں اور یوں ڈولنے لگا کہ میں سمجھا کہ وہ بے ہوش ہوا چاہتا ہے۔

"یہ سب تم نے کیسے دیکھا کیسے سنا؟ کس طرح شرکت کی تم نے جشن میں" اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"اس سے تمہیں کیا واسطہ میرے دوست" میں نے بڑے سکون سے جواب دیا ہم تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ الجنیز اکی بیوی کو کب ہمارے حوالے کر رہے

ہو“

”یہ نہیں ہو سکتا یہ ناممکن ہے“اس نے اپنا مخصوص لہجہ اختیار کر کے جواب دیا۔“ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ ہم اسے بھی قتل کر دیں گے وہ طفل مقدس کی دایا ہے۔ انا ہے اس کی ماں ہے اس کی اور جب تک طفل مقدس ہے اسے بھی رہنا پڑے گا۔ اپنی آخری سانس تک رہنا پڑے گا۔“

”دیکھو بڑے میاں۔“ ریجنال نے کہا“ میری بیوی کو میرے حوالے کر دو ورنہ نہ وہ مرے گی اور نہ میں مروں گا بلکہ کوئی اور مارا جائے گا۔ ہاروت! میں تمہاری طرح کمزور اور ناتواں نہیں ہوں۔ اگر تم نے میری بیوی کو میرے حوالے نہ کیا تو خدا کی قسم میں اس چھڑی سے یا اپنے خالی ہاتھوں سے تمہارا خاتمہ کر دوں گا بڑے میاں! اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو بھاگنے اور اپنے آدمیوں کو پکارنے کی کوشش نہ کرنا۔“

”آقا! بوڑھے ہاروت نے بڑی شان و شوکت سے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ تم میرا خاتمہ کر سکتے ہو اور اگر تم نے میرا خاتمہ کر دیا تو میں تمہارا احسان مند ہوں گا کیونکہ زندگی سے میری طبیعت اب سیر ہو چکی ہے لیکن یہ سن لو کہ میرا خاتمہ کر دینے کے بعد تم خود زندہ نہ ہو گے۔ ایک ہی منٹ میں تمہاری بوٹیاں اڑا دی جائیں گی اور تمہاری بیوی اکیلی رہ جائے گی اور اسے کالے کاندہ بنا کے لے جائیں گے اور پھر جانتے ہو کیا ہو گا۔ یہ کہ وہ سمبا کے تصرف میں آئے گی کہو پسند کرو گے اس بات کو۔“

معاملہ بگڑتے دیکھ کے میں نے ریجنال کی پسلیوں میں ایک ٹھوکا دیا اور آگے بڑھ کے کہا۔

”چنانچہ مناسب ہو گا ہاروت کہ ہم خود ہی یہ معاملہ مل ملا کر طے کر لیں ہم نے وہ الفاظ سنے ہیں جو ندائے روح کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس نے جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک لفظ تم سچ سمجھ رہے ہو ندائے روح نے کہا ہے کہ ہماری مدد سے تم کالے کاندہ پر فتح حاصل کر لو گے اب اگر تم نے ہماری شرائط قبول نہ کیں اور جو کچھ ہم نے طلب کیا وہ ہمیں دینے کا وعدہ نہ کیا تو ہم تمہاری مدد نہ کریں گے ہم بارود جلا دیں گے اور گولیوں کو پگھلا دیں گے تاکہ ہماری بندوقیں بیکار ہو جائیں اور وہ جانا سمبا سے گفتگو نہ کر سکیں اس کے بعد ہم کچھ اور بھی کریں گے کیا؟ یہ بتانا ہم

ضروری نہیں سمجھتے۔ تم خود دیکھ لو گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں لیکن اگر تم نے ہماری ہر شرط منظور کرلی ہمارا ہر مطالبہ تسلیم کر لیا تو بے شک ہم تمہاری مدد کریں گے ہم تمہارے ساتھ مل کر جانا اور سمبا کے خلاف جنگ کریں گے۔"

"بولو کیا کہتے ہو؟"

ہاروت نے اپنا سر ہلا دیا اور اپنی لمبی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"کیا وعدہ چاہتے ہو ہم سے؟"

"وعدہ کہ جب ہم جانا کا خاتمہ کر دیں گے اور کالے کاندہ کو شکست دے دیں گے تو تم اس سفید فام خاتون کو ہمارے حوالے کر دو گے۔ یعنی اس طرح کہ اس عرصہ میں اسے تمہاری طرف سے کوئی نقصان نہ پہنچے یہ تو ہوئی ایک بات۔۔۔ دوسری بات یہ کہ تم ہمیں صحیح سلامت یہاں سے نکال کر مہذب دنیا تک یا اس راستے تک پہنچا دو گے جس سے ہم واقف ہیں۔ تیسری بات یہ کہ اس اثناء میں تم انجینئر اکو اپنی بیوی سے ملاقات کرنے دو گے۔"

"یہ آخری شرط ہمیں منظور نہیں ہے" ہاروت نے کہا "یہ نا ممکن ہے۔ اس کے علاوہ اس سے ملنا فضول ہے کیونکہ وہ انجینئر اکو نہ پہچانے گی کیونکہ اس کا دماغ صحرا کی ریت کی طرح خالی ہے رہیں۔ دوسری شرائط تو ان کے متعلق تو یہ ہے کہ پہلے میں اپنے نائبوں سے مشورہ کرلوں اس کے بعد ہی کوئی جواب دے سکوں گا تب تک تم لوگ کچھ کھا پی لو اور ذرا ستا لو۔ ڈرو نہیں تم یہاں محفوظ ہو۔"

"ہم کیوں ڈرنے لگے ڈرنا تو تمہیں چاہئے کہ ہاروت اس خاتون کو تم چرا لائے ہو اور بنیا کو تم نے مروا دیا ہے۔ ہاروت اتنے جلد ندائے روح کے الفاظ بھول گئے؟"

"نہیں مجھے اس کے الفاظ یاد ہیں۔" اس نے کہا لیکن حیران ہوں کہ تمہیں ندائے روح کے الفاظ کس طرح معلوم ہو گئے؟"

اور اب ہاروت نے چند احکامات جاری کئے فوراً ہی چند محافظوں نے آگے بڑھ کے ہمیں اپنے درمیان لے لیا اور ہمیں لے کر بھیڑ کو چیرتے ہوئے ہیکل کی طرف بڑھے اور ہمیں دوسرے دالان میں، جو اب خالی پڑا ہوا تھا پہنچا دیا۔ محافظ ہمیں اس

دالان میں چھوڑ کر اس کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے وہ پہرہ دے رہے تھے۔ ہاروت نے ہماری حفاظت کا انتظام کر دیا تھا تھوڑی دیر بعد داسیاں کھانا لے کر آگئیں میں نے اور ہینس نے خوب ڈٹ کر کھایا لیکن ریجنال چند لقموں سے زیادہ نہ کھا سکا بچارہ ریجنال وہ اپنی بیوی کے بہت قریب ہوتے ہوئے بھی دور تھا۔

اس کے دل میں خوف اور محبت کے تاثرات گڈ مڈ ہو رہے تھے وہ خوش تھا کہ اتنی مدت کے بعد اس نے اپنی بیوی کو زندہ اور تندرست دیکھا تھا۔۔اور خوف اس بات کا تھا۔ کہ کہیں ہاروت اس کی بیوی کے دینے سے انکا نہ کر دے اور پھر وہ اپنی بیوی کی صورت دیکھنے تک کو ترس جائے۔ دل کی حالت جب ایسی ہو تو ظاہر ہے کہ بھوک مر جاتی ہے اور کھانا زہر معلوم ہوتا ہے۔

پانچ منٹ بعد معبد کا دروازہ کھلا تین مہنت باہر آئے۔ ایک مہنت نے۔۔ یہ ہاروت نہ تھا۔۔ آگے بڑھ کر دوسرے مہنتوں سے کچھ کہنا شروع کیا وہ لوگ کان لگا کر اس کی تقریر سنتے رہے اور جب وہ مہنت خاموش ہو گیا تو دوسرے مہنتوں نے اپنے دائیں ہاتھ اٹھا دیئے۔ گویا جو کچھ فیصلہ ہوا تھا وہ انہیں منظور تھا۔

ایک مہنت آگے بڑھا وہ ہمارے سامنے آکھڑا ہوا، وہ ہمارے سامنے جھک گیا اور ہم سے درخواست کی کہ ہم قربان گاہ کے قریب آکر کھڑے ہو جائیں چنانچہ ہم آگے بڑھے اور قربان گاہ کے قریب پہنچ کے ایک قطار میں کھڑے ہو گئے اس طرح کے ہینس میرے ریجنال کے درمیان تھا۔ ایک بار پھر معبد کا دروازہ کھولا گیا اب ہاروت آگے بڑھا اور دروازے کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے ہمیں انگریزی میں نہیں بلکہ اپنی مادری زبان میں مخاطب کیا ہر فقرے کے بعد وہ چند ثانیوں کے لیے خاموش ہو جاتا کہ میں اس کا ترجمہ ریجنال کو سنا دوں چنانچہ اب قارئین کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہاروت جو کچھ کہہ رہا تھا اس کا ترجمہ ریجنال کو سناتا جاتا تھا۔

"اور پھر"

ہاروت نے کہنا شروع کیا:۔

"میرے سفید فام آقا! آقا میکو میزن! انجینئر الور زرد آنکھوں والے چھوٹے آدمی جس کا نام اندھیرے کی روشنی ہے، سنو! ہمارا فیصلہ سنو۔ یہ ہمارا نہیں بلکہ طفل

مقدس کا فیصلہ ہے۔ یہ الفاظ ہمارے نہیں بلکہ طفل مقدس کے الفاظ ہیں جو ندائے روح کے ذہن مقدس سے ادا ہوئے ہیں۔ تمہاری شرائط طفل مقدس کو سنا کے ہم نے فیصلہ طلب کیا اور اسی نے فیصلہ صادر کر دیا اور یہ ہیں تمہاری شرائط۔ اول۔ اس خاتون کو تمہارے حوالے کر دیا جائے جو ندائے روح بننے کے لیے دور دراز ملک میں پیدا ہوئی جیسا کہ اس کے سینے پر کے ہلال سے ظاہر ہے لیکن چونکہ ہم دو دفعہ اسے اپنے ساتھ لانے میں ناکام رہے اس لیے وہ آقا الجنیز اکی بیوی بن گئی۔ دوم۔ جب تم جانا کا خاتمہ کر چکو اور کالے کاندہ کو شکست دے چکو تو ہم تمہیں اور اس خاتون کو صحیح سلامت اس علاقے تک پہنچا دیں گے جہاں کے راستے تمہارے جانے پہچانے ہیں اور جہاں سے تم اپنے اپنے گھر جا سکو۔ یہی ہیں نا تمہارے مطالبات تو سنو۔ ہمیں یہ دونوں باتیں منظور ہیں ہمارے یہاں صدیوں سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ جانا کی موت کے بعد سفید کاندہ کو کالے کاندہ کا خوف نہ رہے گا کیوں کہ وہ لوگ اپنے گھر چھوڑ کے کہیں چلے جائیں گے اور جب کالے کاندہ نہ رہیں گے تو پھر ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ ہم اس سفید فام خاتون کا اغوا کر لائے تھے حالانکہ یہ کسی اور کی بیوی تھی لیکن اے سفید فام آقاؤ! ہم مجبور تھے لیکن اب اگر ہم وعدہ کر رہے ہیں تو تمہیں بھی یہ قسم کھانی ہوگی کہ ہماری بہتری کو تم اپنی بہتری اور ہمارے مفاد کو تم اپنا مفاد سمجھو گے اور اس وقت تک ہمارے ساتھ ہی ہو گے جب تک کہ جنگ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ تمہیں قسم کھانی ہو گی کہ اگر ضرورت ہوئی تو تم اپنی جان بھی دینے سے دریغ نہ کرو گے۔ اس کے علاوہ تمہیں یہ بھی وعدہ کرنا ہو گا تم میں سے کوئی بھی اس خاتون سے، جسے ہم ندائے روح کہتے ہیں، ملنے یا اسے نکال لے جانے کی کوشش نہ کرے گا جب تک کہ ہم تمہیں اپنے نرغے میں لے لیں گے اور چونکہ یہ مقام مقدس ہے اور یہاں خون بہانا گناہ ہے۔ اس لیے ہم تمہیں اس وقت تک نرغے میں لیے رہیں گے جب تک بھوک اور پیاس تمہارا خاتمہ نہیں کر دیتی۔ اگر تم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو ہم تمہارا تعاقب کریں گے اور مقام مقدس کی حدود کے باہر تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور تمہارے ٹکڑے اڑا دیں گے اور جانا سے ہم خود نپٹ لیں گے۔ انجام جو بھی ہو گا دیکھا جائے۔"

"اگر ہم نے قسم کھائی تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنے وعدہ پر قائم

رہو گے ؟ میں نے پوچھا۔

"ہم طفل مقدس کی قسم کھا رہے ہیں کہ اپنا وعدہ وفا کریں گے اور میکو میزن! یہ وہ قسم ہے جسے توڑنا ممکن نہیں۔"

"تو پھر کھاؤ" قسم میں نے کہا حالانکہ طفل مقدس کی قسم پر مجھے کچھ زیادہ اعتبار نہ تھا لیکن اس وقت اعتبار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

چنانچہ ان سب نے اپنا دایاں ہاتھ قربان گاہ پر رکھا اور طفل مقدس ندائے روح اور مقام مقدس کو حاضر و ناظر جان کر تمام سفید کاندہ کی طرف سے قسم کھائی۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ اپنی قسم توڑ دیں تو اس دنیا اور دوسری دنیا میں ان پر طفل مقدس کا غضب نازل ہو اور ان کے منہ کالے ہو جائیں۔ لیکن انہوں نے کہا۔ اگر ہم یعنی سفید فام۔ اپنے وعدہ پر قائم نہ رہے تو پھر وہ سفید کاندہ اس قسم اور طفل مقدس کے غضب سے بری ہوں گے اور ان پر کوئی پابندی عائد نہ ہو گی اور جو کچھ ہو گا اس کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہو گی۔

اب ہم سے کہا گیا کہ ہم بھی آپس میں مشورہ کر کے ان کے سامنے عہد کریں جیسا کہ ہم نے کہا ہے ایسا ہی کریں گے چنانچہ وہ لوگ ذرا دور ہٹ گئے تنہا ہاروت انگریزی زبان سمجھ سکتا تھا چنانچہ وہ قربان گاہ کے دوسری طرف چلا گیا۔ ابتدا میں ریجنال کسی بھی قسم کا وعدہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا لیکن جب میں نے اس کو سمجھایا کہ یہ نہ صرف ہماری بلکہ اس کی بیوی کی بھی زندگی اور موت کا سوال ہے اور یہ کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم جنگ کے خاتمے تک سفید کاندہ کے ساتھ ہی رہنے کا وعدہ کریں تو پھر وہ بھی رضامند ہو گیا۔

جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو میں نے مہنتوں کو بلا کے انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ اور ہاروت نے کہا۔

"طفل مقدس کی قسم کھا کر کہو کہ تم اپنے وعدہ پر قائم رہو گے"

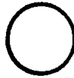
"معاف کرنا ہاروت ہم خدا کی قسم کھا سکتے ہیں طفل مقدس کی نہیں" چونکہ ہاروت مہذب دنیا کے سفر کر چکا تھا اس لیے وہ اپنے ساتھیوں کی طرح رجعت پسند اور تنگ نظر نہ تھا بلکہ خاصا وسیع النظر تھا اس لیے اس نے کہا کہ ہم خدا کی قسم کھا لیں

چنانچہ پہلے میں نے قسم کھائی کہ میں کالے کاندہ کے خلاف اور سفید کاندہ کی حمایت میں اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک کہ جنگ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا یا میں خود مارا نہیں جاتا میں نے قسم کھائی کہ میں اس خاتون سے جو ندائے روح کے نام سے مشہور ہے نہ تو ملنے کی کوشش کروں گا اور نہ اس کے کاموں میں روڑے اٹکاؤں گا یہاں تک کہ وہ خود یعنی سفید کاندہ اسے ہمارے حوالے نہیں کر دیتے۔

میرے بعد ریجنال نے اپنے دل پر جبر کر کے میری قسم کے الفاظ انگریزی زبان میں دہرائے۔ ہاروت بڑے غور و توجہ سے سنتا رہا اور ایک دو دفعہ اس نے ایک دو انگریزی الفاظ کے لغوی معنی پوچھے۔

اور سب کے آخر میں ہنیس نے قسم کھائی لیکن خدا کو نہیں بلکہ اس ناچیز کے باپ کو حاضر و ناظر جان کر۔ ہاروت نے اس پر اعتراض کیا تو ہنیس نے جواب دیا کہ اس کے نزدیک میکو میزن کا باپ اتنا ہی محترم ہے جتنا کہ سفید کاندہ کے نزدیک طفل مقدس چنانچہ ہاروت خاموش ہو رہا۔





جب یوں عہد و پیماں ہو چکا تو سارے مہنت، سوائے ہاروت اور اس کے دو نائبوں کے ایک طرف چلے گئے غالباً دوسرے مہنتوں، داسیوں اور لوگوں کو ہمارے فیصلے کی اطلاع دینے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اس طرح یہ خبر تمام سفید کاندہ تک پہنچ جانے والی تھی۔

"تو اب کیا ارادہ ہے؟ شاید اڑ کر طفل مقدس سے شہر میں پہنچ جاؤ گے بالکل اسی طرح کہ اڑ کر یہاں آ گئے ہو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم پرندے کی طرح پرواز کر کے یہاں آئے ہو۔"

"اگر تم یوں سمجھتے ہو تو غلط سمجھتے ہو۔" میں نے کہا ہم نہ پرواز کر کے آئے ہیں اور نہ کسی اور طرح بلکہ اس غار کے راستے چل کر آئے ہیں جہاں تم نے ایک زبردست سانپ پال رکھا تھا۔ سانپ ہمیں دیکھتے ہی مارے خوف کے مر گیا اور ہم یہاں پہنچ کر تماشائیوں میں شامل ہو گئے اور سب کچھ دیکھا اور سنا"

"بہت عمدہ جھوٹ" ہاروت نے تعریفی نظروں سے میری طرف دیکھ کے کہا۔ "بہت عمدہ جھوٹ حیران ہوں کہ تم نے اس سانپ کا خاتمہ کس طرح کر دیا۔

ہمارے خیال میں تو وہ بھی مرنے والا ہی نہ تھا۔ صدیوں سے اس غار میں مقیم تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی بھی اس سانپ کو جو گویا دیوتا کی حیثیت حاصل کر چکا تھا، کس طرح موت کی نیند سلا سکتا ہے؟ لیکن چلو اچھا ہوا کہ وہ مر گیا بہت برا تھا وہ سانپ کہ اس نے بجا کو کھا لیا تھا لیکن طفل مقدس ایسا نہیں ہے۔ وہ بہت عمدہ ہے تم اس کے دیدار کرنا پسند کرو گے؟ لیکن اپنے ہیٹ اتار لو اور خاموش رہو۔ یہ مقام مقدس ہے اس لیے باتیں کرنا طفل مقدس کی بے حرمتی کرنا ہے۔"

"واقعی ہم طفل مقدس کے دیدار کرنا چاہتے ہیں" میں نے کہا

چنانچہ ہم ہاروت کی معیت میں داخل ہو گئے جو اس قدر تنگ تھا کہ ہم لوگ بمشکل اس میں سے اس کے معبد کے انتہائی سرے پر اور سامنے والی دیوار کے طاقچے میں طفل مقدس کا بت رکھا ہوا تھا میں نے اور ریجنال نے بظاہر بڑے احترام لیکن دراصل بڑی دلچسپی سے سفید کاندہ کے اس دیوتا کا معائنہ کیا جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ ایک کم عمر بلکہ شیر خوار بچے کا بت تھا جس کا قد زیادہ سے زیادہ دو فٹ ہو گا یہ بت ہاتھی دانت کا تھا اور کسی بہت بڑے ہاتھی دانت کی جڑ کو تراش کے بنایا گیا تھا۔ ہاتھی دانت یا شاید یہ بت ہی اس قدر قدیم تھا کہ وہ نہ صرف زرد ہو گیا تھا بلکہ اس میں ان گنت دراڑیں بھی پیدا ہو گئی تھیں۔ میں کسی جگہ کہہ چکا ہوں کہ ہاتھیوں کا شکار کرنا میرا پیشہ ہے اور میری ایک عمر ہاتھیوں کا شکار کرتے، ہاتھی دانت جمع کرتے اور اسے فروخت کرتے گزری ہے او ہر میں ہاتھی دانت کو پرکھنے میں ماہر ہو چکا ہوں اس لیے مجھے یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ جس ہاتھی کے دانت سے یہ بت تراشہ گیا ہے اسے مرے ہوئے ہزاروں سال گزر چکے ہیں آپ پوچھیں گے کہ اگر ایسا ہی تھا تو پھر یہ بت اب تک سلامت کیسے رہا۔ وہ تڑخ کیوں نہ گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس بت کی نہ صرف بہت زیادہ حفاظت کی جاتی تھی بلکہ اس کو دھوپ اور روشنی سے بھی محفوظ رکھا جاتا تھا صرف یہی نہیں بلکہ اس اندھیرے اور ٹھنڈے معبد میں رکھا جاتا تھا بت بہت عمدہ، مکمل ترین اور بت تراش کی مہارت اور فن کا مکمل ترین نمونہ تھا میرا خیال ہے کہ بہت تراش نے فرعون وقت کے کسی بچے کو سامنے بٹھا کے اس کی صورت پر بت تراشا تھا میں نے یہاں "فرعون" لکھا ہے جس سے شائد آپ چونک پڑے ہوں گے۔ اس میں یہ بتا دینا

ضروری سمجھتا ہوں کہ طفل مقدس کی اصلیت اب اظہر من الشمس تھی۔ بت کے سر کے پچھلے حصے سے بالوں کی ایک لٹ یا چوٹی لٹک رہی تھی۔ اور اس نے اپنا ایک ہاتھ اٹھا کے اس کی انگلی اپنے ہونٹوں پر لگا رکھی تھی۔ اگر آپ کو مصریات سے دلچسپی ہے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ دونوں خصوصیات مصر قدیم کے دیوتا ہورس میں نظر آتی ہیں۔ میرا مطلب ہے قدیم مصری دیوتا ہورس کے بچپن کا بت ایک چوٹی اور ہونٹوں پر رکھی ہوئی انگلی کے ساتھ ہی بنائے تھے۔ اس معبد میں اور کوئی خصوصیت نہ تھی ہاں بت کے طاقچے کے ایک طرف آبنوسی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ اور کرسی پر ایک سنہرا سانپ بٹھایا گیا تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ سفید کانڈہ طفل مقدس کے ساتھ سانپ کی بھی پوجا کرتے تھے اور وہاں طفل مقدس کے طاقچے میں بردی کاغذ کے پلندے بھی رکھے ہوئے تھے میں نے ان پلندوں کو دیکھنا چاہا تو ہاروت نے مجھے اس کی اجازت نہ دی۔ اس لیے کہ بردی کاغذ کے یہ پلندے بھی مقدس تھے۔

اب ہاروت ہمیں باہر لے آیا لیکن اس راستے سے نہیں جس راستے سفید کانڈہ کی ندائے روح اور ریجنال کی بیوی گئی تھی یہ راستہ ایک حجرے کی طرف جاتا تھا اور اسی حجرے میں خاتون ریجنال کو رکھا گیا تھا بلکہ وہ اس راستے سے ہمیں باہر لایا جس راستے سے ہم ہیکل میں داخل ہوتے تھے۔

چنانچہ جب ہم واپس اس راستے پر پہنچے تو وہاں ہاروت رک گیا اور اس نے یوں کہا:۔

"اے سفید فام آقاؤ! اب ہم تم ایک ہو گئے ہیں ہمارے اور تمہارے مقاصد اب ایک ہیں ہماری قسمت اب تمہاری قسمت ہے۔"

"تمہارا مفاد ہمارا مفاد ہے اور ہمارے راز اب تمہارے راز ہیں۔ آقا انجینئر! تم ایک خاص غرض اور مقصد کے تحت ہماری مدد کرنے کے لئے تیار ہوئے یا یوں کہو کہ ہم سے تم نے بطور اجرت کے اس سفید فام خاتون کو طلب کیا ہے جسے ہم نیل کے ساحل پر سے اٹھا لائے تھے۔"

"لیکن یہ کام تم نے کیا کس طرح؟ ریجنال نے پوچھا۔"

"آقا حالانکہ تم نہ جانتے تھے لیکن ہم تمہاری نگرانی کرتے رہے تھے اس لیے

جب تم مصر پہنچے تو ہم بھی پہنچ گئے۔اور موقع کے منتظر رہے یہاں تک کہ ایک رات ہم نے اسے پکارااوراس نے لبیک کہااوراسے لبیک کہناہی چاہیے تھاکیونکہ اس کے دماغ کو ہم نے پہلے ہی قبضے میں کرر کھاتھا کس طرح؟ یہ نہ پوچھو پھر ہم اسے یہاں لے آئے آقاالجنیز!ا تم نے چند عربوں کو جو اونٹوں پر سوار تھے نیل کے ساحل پر سے گذرتے دیکھاتھا؟بس تو ہم عربوں کے ساتھ ہی تھے چنانچہ ہم ندائے روح کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر یہاں لے آئے اور راستے میں ہمارے ساتھ کوئی واقعہ نہ ہوااور امید ہے کہ ہم جب اسے اوراس کے ساتھ تمہیں بھی واپس پہنچانے جائیں گے تو اس وقت بھی کوئی حادثہ نہ ہو گا۔

ہاروت نے کہناشروع کیا"اے میرے آقاؤ! یہ دونوں راستے جن میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف جاتا ہے، کوہ مقدس اور ہیکل تک آنے کے سیدھے راستے ہیں وہ راستہ جو سانپ کے غار میں سے گزرتا ہے، سیدھااور صحیح راستہ نہیں ہے۔وہ راستہ جو مغرب کی طرف جاتا ہے، چکر کاٹتا ہوا پہاڑ کے دامن میں اور وہاں سے صحرامیں پہنچ جاتا ہے۔اس راستے کو آسانی سے بند کیا جا سکتا ہے اس لیے اس طرف سے دشمن کے حملے کا کوئی خطرہ نہیں۔البتہ وہ راستہ، جو مشرق کی طرف جاتا ہے ذرامختلف ہے۔اب اگر تم میرے ساتھ چل کے اس راستے کا معائنہ کرناپسند کرو تو سواریوں کاانتظام کر دیا جائے۔"

پھر ہاروت نے احکامات جاری کئے۔ فوراً ہی دو مہنت نہایت تیزی سے بھاگتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ چند منٹوں بعد وہ پھر نمودار ہوئے تو ان کے پیچھے اونٹوں کی ایک چھوٹی سی قطار چلی آرہی تھی۔

ہم اونٹوں پر سوار ہو کر مشرقی راستے پر چل پڑے راستہ ایک چھوٹے سے میدان کو عبور کر گیااور ہم نے دیکھا کہ سامنے ایک اور چوٹی تھی جو زیادہ نہیں صرف نصف میل کے فاصلے پر تھی یہ سمجھنامشکل نہ تھاکہ یہ عمودی چوٹی دراصل دہن آتش فشاں کالب تھا۔یہ چوٹی بہر حال ٹوٹی ہوئی تھی بلکہ یوں کہئے کہ اس میں دو تین سو گز چوڑاایک دوو تھادنیا کے کسی دور میں تیزی سے بہتے ہوئے لاوے نے چٹان کاٹ کے یا اتنے حصے کواپنے ساتھ گھسیٹ کے یہ درہ بنادیا تھا۔اس درے یاشگاف کے عین بیچ میں

سے راستہ گزرتا تھا۔ راستے کے دونوں طرف برج بنے ہوئے تھے۔ یہ برج خاصے قدیم معلوم ہوئے چنانچہ میں نے ہاروت سے ان کی تاریخ تعمیر پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ یہ برج کوئی ایک صدی پہلے بنائے گئے تھے جبکہ سفید اور کالے کاندہ میں پچھلی جنگ ہوئی تھی اور سفید کاندہ نے کالے کاندہ کو شکست دیدی تھی کیونکہ اس وقت سفید کاندہ پر قوت تھے۔"

"گویا سمبا اس راستے سے واقف ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں آقا۔ صرف سمبا ہی نہیں بلکہ جانا بھی واقف ہے کیونکہ پچھلی جنگ میں وہ شریک تھا۔ اس کے علاوہ اب بھی وہ وقتاً فوقتاً اس طرف آجاتا ہے اور ہمارے آدمیوں کو مار ڈالتا ہے البتہ ہیکل تک آنے کی جانا نے اب تک جرات نہیں کی۔"

اب میں سوچنے لگا کہ گزشتہ رات ہم نے جو سایہ دیکھا تھا وہ کہیں جانا ہی تو نہ تھا؟ لیکن چونکہ گزشتہ رات ختم ہو چکی تھی اس کے علاوہ میں ہاروت پر یہ بھی ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا کہ ہم کس راستے سے آئے تھے اس لیے اس کے متعلق میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا اس کے برخلاف میں نے اس کو مشورہ دیا کہ اگر وہ ہیکل کو کالے کاندہ سے بچانا چاہتا ہے تو بچاؤ کے ضروری انتظامات کے ذریعہ کوہ مقدس کو ایک ناقابل تسخیر قلعہ میں تبدیل کر دینا نہایت ضروری ہے بلکہ اسی جگہ کالے کاندہ کا مقابلہ کرنا ضروری ہو گا۔

اس کے بعد ہم نے راستے اور درے کا ناپ لیا، ریجنال فن تعمیر سے تھوڑا بہت واقف تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی ڈائری میں اس مقام کا نقشہ بنایا جہاں ہم حفاظتی تدبیر کے تحت دیوار وغیرہ بنانا چاہتے تھے۔ ان کاموں سے فرصت پا کر ہم آگے بڑھے اور کسی حادثے سے دوچار ہوئے بغیر نیچے بستی میں پہونچ گئے جہاں ہمارا ساز و سامان رکھا ہوا تھا اور چند دوسرے انتظامات بھی کرنے تھے۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ ہمارا یہ سفر خاصہ طویل رہا۔ ہم پہاڑ کے مشرقی پہلو سے نیچے اترے تھے۔ اور اس کا یہ پہلو بھی گھنے جنگل سے پر تھا۔ نیچے اترنے کے بھی ہمیں بستی میں پہنچنے کے لیے پورا چکر کاٹنا پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ دوپہر کے وقت ہی بستی میں پہنچ پائے۔

جب ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچے ہیں تو بے حد مسرور تھے خصوصاً اس لیے رات

کے دشوار گزار اور پھر حالیہ سفر نے ہمیں بالکل ہی تھکا مارا تھا اور آرام و سکون کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ کھانے سے فراغت پاتے ہی ہم اپنے بستر پر لیٹ گئے اور میں نے یہ دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ ریجنال چند منٹوں بعد ہی سو چکا تھا حالانکہ اپنی بیوی کو زندہ دیکھنے کے بعد اس کے دل و دماغ کی حالت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ کہ ہاروت کے ایک فرستادہ نے آکر ہمیں بیدار کر دیا اس نے بتایا کہ ہاروت نے ہمیں ملاقات کے مکان میں طلب کیا تھا۔ کیوں کہ ایک اہم مسئلہ در پیش تھا۔ یہ مکان قریب ہی ایک میدان میں کھڑا تھا اور سفید کاندہ اسی تاجروں سے لین دین کیا کرتے تھے۔

ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ہاروت اور ہمنیس کے قریب امرا گھاس پھوس کے سائبان تلے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے عقب میں اور چند قدم دور بستی کے خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں زیادہ تر عورتیں اور بچے تھے کیونکہ جیسا مرد چکا ہوں۔ مرد فصل کی کٹائی کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے۔

ہمیں ان کرسیوں یا تپائیوں کی طرف لے جایا گیا جو خاص ہمارے لئے وہاں رکھ دی گئی تھیں میں اور ریجنال تپائیوں پر بیٹھ گئے اور ہمنس ہمارے پیچھے کھڑا اب ہاروت اٹھا اور اس نے ہمیں مطلع کیا کہ سمبا کے سفیر آئے ہیں جنہیں اب طلب کیا جائے گا۔ اور چند منٹ بعد ہی وہ آگئے وہ پانچ تھے پانچوں دیو قامت اور دیو ہیکل تھے۔ اور بڑے جنگجو معلوم ہوتے تھے۔ ان کا رنگ حیرت انگیز حد تک سیاہ تھا۔ پانچوں نہتے تھے۔ کیونکہ ہتھیاروں کے ساتھ وہ بستی میں داخل نہ ہو سکتے تھے اس کی ممانعت تھی البتہ ان کے سینے پر چاندی کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں جو ان کے معزز ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔ ان پانچ سفیروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا یہ وہی سفیر تھا جو پہلے بھی، یعنی اس وقت جب ہم کاندہ لینڈ میں داخل ہو رہے تھے سمبا کا سفیر بن کر آیا تھا قارئین کو یاد ہو گا کہ اس وقت سفید اور کالے کاندہ میں جھڑپ ہو گئی تھی جس کا انجام اور ہاروت وغیرہ کی گرفتاری پر ہوا تھا بقیہ سفیروں کی قیادت یہی کر رہا تھا اور خاص نمائندہ بھی یہی تھا۔ چنانچہ وہ آگے بڑھا اور اس نے ہاروت کو مخاطب کر کے یوں کہنا شروع کیا :۔

"اے طفل مقدس کے مہنت! تمہیں یاد ہو گا کہ کچھ عرصے پہلے میں سمبا کا

پیغام لے کر تمہارے پاس آیا تھا اور میں نے سمبا کے الفاظ دہراتے ہوئے تمہیں اور تمہارے بھائی ہاروت کو ایک خاص بات سے خبردار کیا تھا۔ لیکن تم نے میری نہ سنی نتیجہ یہ ہوا کہ جانا نے ہاروت کو اپنے آپ پر بھینٹ چڑھا دیا ایک بار پھر، اے ہاروت! میں تمہیں خبردار کرنے آیا ہوں۔"

"اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا" ہاروت نے بڑے ٹھنڈے پتے سے جواب دیا۔ تو پچھلی دفعہ تم دو آدمی سمبا کا پیغام لے کر آئے تھے اور طفل مقدس نے تم میں سے ایک کو منتخب کر لیا تھا۔ اگر جانا نے میرے بھائی کو اپنے آپ پر بھینٹ چڑھا دیا ہے تو خود تمہارا بھائی کہاں ہے؟"

ہم نے تمہیں خبردار کیا تھا' سفیر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا اور تم نے ہمیں طفل مقدس کے تکنے عذاب سے ڈرایا تھا۔

"ہاں،، ہاروت نے پھر قطع کلام کر کے کہا" ہم نے تین عذابوں کی پشین گوئی کی تھی۔ پہلا عذاب طوفان کا تھا۔ یہ عذاب ژالہ باری کی صورت میں نازل ہو چکا دوسرا عذاب قحط کا تھا جو اب تم پر نازل ہونے لگا ہے اور تیسرا عذاب جنگ کی تباہ کاریوں کا تھا جو بہت جلد نازل ہونے والا ہے۔

"اے ہاروت" سفیر نے کہا "ہم جنگ کے متعلق تم سے گفتگو کرنے آئے ہیں۔؟" "تو یہ تمہاری حماقت ہے ہاروت نے اسی طرح ٹھنڈے پتے سے کہا۔ کیونکہ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ پچھلی دفعہ بھی تمہیں کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی تھی۔ تمہارے بہت زیادہ آدمی مارے گئے اور ہمیں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر نقصان پہنچا۔ اس کے علاوہ یہ سفید فام آقا، جسے تم گرفتار کر کے لے گئے تھے، نہ صرف تم سے بلکہ جانا کی گرفت سے بھی اپنے آپ کو بچا لایا اور تمہیں تو معلوم ہی ہو گا کہ اب جانا کی صرف ایک آنکھ رہ گئی ہے سمبا کے سفیر! جانا اگر واقعی دیوتا ہے تو یہ کیا بات ہوئی کہ وہ ایک نہتے سفید فام کوئی نقصان نہ پہنچا سکا، نقصان پہنچانا تو خیر دور کی بات ہے۔ وہ الٹا اپنی آنکھ گنوا بیٹھا؟

"اس کا جواب خود جانا دے گا اور ہاروت، جانا تمہارے سوال کا جواب دینے کے لیے بہت جلد یہاں آیا چاہتا ہے۔ بہر حال یہ ہیں جانا کے الفاظ جو بادشاہ سمبا کی زبان سے ادا ہوئے اور اب میں انہی الفاظ کو تمہارے سامنے دہرا رہا ہوں تو سنو یہ ہیں دیوتا

جانا کے الفاظ ـــــــــ طفل مقدس نے میری فصلیں تباہ کر دیں چنانچہ طفل مقدس کو پوجنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے غلے میں سے تین چوتھائی حصہ میرے حوالے کر دیں کٹائی وہ خود کریں گے۔ اور جب فصل کٹ جائے گی تو وہ پوری فصل کا تین چوتھائی حصہ دریائے ٹاوا کے شمالی کنارے تک پہنچادیں گے اس کے علاوہ سفید کاندہ دو سفید فام آقاؤں کو بھی ہمارے حوالے کر دیں گے کہ انہیں مجھ پر بھینٹ چڑھادیا جائے اس کے علاوہ سفید کاندہ اس خاتون کو بھی' جو ندائے روح کہلاتی ہے' معہ ایک سو حسین کنواریوں کے دریا کے اس پار چھوڑ جائیں گے تاکہ بادشاہ سمبا انھیں اپنے حرم میں داخل کرے اس کے علاوہ طول مقدس کو بھی دریائے ٹاوا کے کنارے لایا جائے گا کہ وہ جانا اور سمبا کی اطاعت کا عہد کرے اور اس کے سامنے اپنا ماتھا ٹیک کر سجدہ کرے تو یہ ہیں جانا کے الفاظ اور یہ ہیں اس کے مطالبات جو سمبا کی زبان سے ادا ہوئے۔"

اور میں نے دیکھا کہ سمبا کے یہ الفاظ' جو سفیر کی زبان سے ادا ہوئے تھے سُکر ہاروت اور وہ لوگ بھی جو وہاں جمع تھے کانپ گئے۔

"اور اگر ہم یہ شرائط تسلیم کرنے سے انکار کر دیں تو؟ ہاروت نے بڑے سکون سے پوچھا

وہ تو پھر اے ہاروت" سفیر نے چیخ کر کہا ہو گا جانا تمہارے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں آخری اور فیصلہ کن جنگ کا اعلان اس جنگ کا خاتمہ اس وقت تک نہ وہ گا جب تک کہ سفید کاندہ کے ایک ایک فرد کو ذبح نہیں کر دیا جاتا جب تک تمہارے دیوتا کہ جلا کر اس کی راکھ ہوا میں اڑا نہیں دی جاتی جبتک تمہاری عورتیں ہماری لونڈیاں نہیں بن جاتیں اور جب تک تمہارا غلہ ہمارے کھیتوں میں نہیں پہنچ جاتا ہاروت! جانا کی فوجیں جمع ہو چکی ہیں اور جانا کا بگل بجتے ہی وہ تمہیں تباہ کرنے کے لئے چل پڑیں گی کل یا پرسوں جانا کی فوجیں تمہارے دروازے پر ہوں گی اور ان سے پہلے کہ چاند پورا ہو تم سب مردے ہو چکے ہو گے ہاروت! تم اور تمہارے لوگ اس ہلال کو پورا چاند بنتے نہ دیکھ سکیں گے۔"

ہاروت اٹھا' وہ سائبان کے سائے میں سے نکل آیا وہ سفیروں کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا اور دور کے اس سلسلہ کوہ کی طرف دیکھنے لگا جو افق سے چپکا نظر آتا

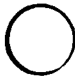
تھا۔ شوق تجسس سے بے تاب ہو کر میری نظر نے ہاروت کی نظر کا تعاقب کیا اور میں نے دیکھا کہ سلسلہ کوہ اب نظر نہ آرہا تھا اس کے بجائے کالے کالے بادل تھے جو رفتہ رفتہ اور بھی کالے ہوتے جارہے تھے چند ثانیوں تک ان امنڈتے ہوئے بادلوں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر سفیروں کی طرف گھوم کر بولا :۔

دوستو! میری مانو اور اسی وقت اپنے رہواروں پر سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہو جاؤ، سلسلہ کوہ پر ایسی بارش ہورہی ہے کہ میں نے زندگی میں ایسی بارش نہیں دیکھی تھی اگر طغیانی آنے سے پہلے تم دریا عبور کر گئے تو میں تمہیں خوش قسمت سمجھوں گا اور یہ بھی سن لو کہ اب دریائے ٹاوا میں جیسی طغیانی آنے والی ہے ایسی نہ تو پہلے کبھی آئی تھی اور نہ آئندہ کبھی آئے گی۔"

چنانچہ سفیر پلٹ کر تیزی سے چل دیئے اور مجھے ہاروت کی قوتوں کی جنھیں تاریخی قوتیں کہنا مناسب ہوگا، دل ہی دل میں اعتراف کرنا پڑا، واقعی عجیب و غریب قوتوں کا مالک تھا یہ بوڑھا جس سے اس کے دشمن تک خائف تھے۔

یہاں یہ بتا دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ہاروت کو موسم کے متعلق پیش گوئی کرنے میں یہ طولیٰ حاصل تھا وہ بادلوں کی رنگت دیکھ کر اور فضا کا دباؤ محسوس کر کے بارش کی پیش گوئی کر دیتا جو صحیح ثابت ہوتی تھی۔ چنانچہ اس نے جو یہ کہا کہ سلسلہ کوہ پر شدید بارش ہورہی ہے تو یہ اس نے غلط نہ کہا تھا یہ اتفاق تھا کہ بادل دس برس کے کھل گئے اور طفل مقدس کے شہر کی طرف نہ بڑھے۔

بہر حال جیسا کہ ہاروت نے کہا تھا۔ اس سے پہلے کہ سفیر دریائے ٹاوا تک پہنچے اس میں طغیانی آچکی تھی۔ اس لئے ایک سفیر غرق ہو گیا۔ دوسرے جیسے تیسے پار اتر گئے پورے چودہ دن تک دریا چڑھا رہا اور سمبا کی فوجیں اسے عبور نہ کر سکیں۔



میں نے آخری بار اپنے نشانے بازوں کا معائنہ کیا میں نے انہیں "نشانے باز" کہا ہے اور آئندہ بھی اس نام سے یاد کروں گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بندوق پکڑنا اور چلانا تو سیکھ گئے تھے لیکن ایسے نشانے باز نہ تھے جیسا کہ انہیں ہونا چاہئے لیکن اس کی ان سے توقع بھی نہ کی جا سکتی تھی تاہم یہ بھی غنیمت تھا کہ وہ لوگ چلا لیتے تھے۔

خیر تو میرا ہر نشانے باز دیوار کے پیچھے مستور بیٹھ چکا تھا ان کے پیچھے وہ زائد نشانے باز بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر کوئی نشانے باز انا اللہ ہو جائے تو وہ اسکی جگہ لے لیں میرے ان نشانے بازوں کے پاس چرمی تھیلیاں تھیں اور تھیلیوں میں گولیوں کے بیس راؤنڈ تھے انہیں زیادہ بھی راؤنڈ دیئے جا سکتے تھے لیکن میں نے اس خوف سے ہر ایک کو صرف بیس راؤنڈ دئے تھے کہ مبادا خوف یا جوش کے عالم میں وہ تمام کارتوس ضائع نہ کر دیں بہر حال ان نوآموز نشانے بازوں پر' جو فوجیوں کی طرح باقاعدہ تربیت یافتہ نہ تھے زیادہ اعتبار نہ کیا جا سکتا تھا لیکن ان نشانے بازوں تک مزید بویا رود پہنچنے کا بھی انتظام کر دیا گیا تھا اور وہ انتظام یہ تھا کہ میں نے چند بوڑھوں کو' جن کی پھرتی اور ہوشیاری پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا بارود کے بقیہ ذخیرے کے ساتھ' نشانے بازوں کو پیچھے ایک قطار

میں کھڑا کر دیا تھا اور ہمارا پورا ذخیرہ فی بندوق ساٹھ راؤنڈ پر مشتمل تھا۔ ان بوڑھوں کو تاکید کر دی گئی تھی کہ جب وہ کسی نشانے باز کے کارتوس ختم ہوتے دیکھیں تو اپنے تھیلے میں سے مٹھی بھر کارتوس نکال کے اس کی طرف بڑھا دیں انہیں سخت تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ بے ضرورت کسی بھی نشانے باز کو کارتوس نہ دیں۔

جنگ کے جوش اور افرتفری کے پیش نظر بوڑھوں سے اور نشانے بازوں سے بھی اس اختیار کی توقع نہ کی جا سکتی تھی کہ وہ میری اس تاکیدی ہدایت پر عمل کریں گے لیکن اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب تھی ہی نہیں۔ اس وقت ایک ایک کارتوس سونے کی اینٹ سے زیادہ قیمتی تھا۔

ہمارے دل و دماغ کی کچھ ایسی حالت تھی کہ فی الحال نیند کے کوئی آثار نظر نہ آرہے تھے چنانچہ میں اور ریجنال آئندہ کی جنگ اور دفاع کے انتظامات کے متعلق باتیں کرنے لگے باتوں باتوں میں میں نے اس سے پوچھا کہ جب میں بستی میں تھا اور وہ خود کوہ مقدس پر دفاعی تدبیریں کر رہا تھا تو اسے اپنی بیوی کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ اس نے اس کے متعلق کچھ سنا تھا۔

"نہ دیکھا اور نہ کچھ سنا" ریجنال نے جواب دیا۔ "یہ مہنت بڑے گھنے ہیں کبھی انہوں نے میری بیوی کے متعلق کچھ کہا ہی نہیں اور اگر کہا تو میں کچھ سمجھ نہ سکا۔ کیونکہ تنہا ہاروت انگریزی بول سکتا تھا اور تنہا ہاروت کی باتیں میں سمجھ سکتا ہوں اس کے علاوہ میں اپنے وعدے پر نہ صرف قائم ہوں بلکہ اس پر سختی سے عمل بھی کر رہا ہوں چنانچہ جب میں مغربی راستے کو بند کر رہا تھا تو اس طرف سے پہاڑی کی چوٹی کا چکر کاٹ کے دوسری طرف گیا تھا کہ اس جگہ سے دور ہی دور رہوں جہاں ان لوگوں نے میری بیوی کو رکھا ہے کواٹر مین! میرے دوست! تم میرے دل کی حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میری بیوی اسی جگہ ہے، مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر مقیم ہے لیکن ہیں اس سے نہیں مل سکتا اور پھر یہ خیال اور بھی سوہان روح بنا ہوا ہے کہ بقول ہاروت وہ اپنے ہوش میں نہیں ہے"۔

"اگر یہ سچ ہے تو پھر ریجنال یہ خیال تسلی بخش ہونا چاہیئے کیونکہ جو اپنے ہوش میں نہیں ہوتا تو وہ کسی قسم کی تکلیف اور بے چینی بھی محسوس نہیں کرتا جیسا کہ تم

محسوس کر رہے ہو لیکن اگر واقعی ہاروت نے سچ کہا ہے اگر واقعی تمہاری بیوی ہوش میں نہیں ہے یابقول ہاروت اس کا دماغ خالی ہے تو پھر اس واقعہ کے متعلق کہو گے کہ ایک رات تم نے اور سیویج نے اسے دیکھا تھا؟ جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ یقیناً تمہارے وہم یا تصور کی پیج نہ تھی کیونکہ تم نے اس کے لباس کی جو تفصیل بیان کی تھی اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔"

"کواٹرمین! خود میری عقل حیران ہے کہ اس واقعہ سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا اس دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو انسان کے فہم سے بالاتر ہوتی ہیں اور چونکہ ہم انہیں سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اس لیے ہم ان کا مذاق اڑاتے ہیں ریجنال کی اس دلیل کا ایک اور ثبوت بہت جلد مل جانے والا تھا لیکن تم کہنا کیا چاہے ہو کواٹرمین؟ کوئی بات چھپا رہے ہو تم۔"

"ریجنال! تمہاری بیوی اگر واقعی ہوش میں ہوتی' دوسرے لفظوں میں اگر اس کی سمجھ بوجھ کی قوتیں بالکل ہی ختم ہو چکی ہوتیں تو ظاہر ہے کہ وہ تم کو تلاش کر کے نہ تو تمہارے پاس آتی اور نہ تم سے کچھ کہتی بے شک وہ خواب نہ تھا کیونکہ اسے تم نے ہی نہیں بلکہ سیویج نے بھی دیکھا تھا لیکن پھر یہ بھی ہے کہ وہ خود تمہارے پاس نہ آئی تھی اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اس نے دروازہ نہ کھولا تھا دروازہ واقعی کھولا نہ گیا تھا کیونکہ لکڑی کا جالا اس پر جوں کا توں موجود تھا اب دو نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں ایک تو یہ کہ تمہاری بیوی کے دماغ کا ایک حصہ ماؤف نہیں ہے اور وہ کسی سمجھ میں نہ آنے والے طریقے سے اپنے پیکر یا تصویر کو تمہارے سامنے منعکس کر سکتی ہے اور دوم یہ کہ وہ مر چکی ہے اور اس کی روح تمہارے پاس آئی تھی یہ دوسرا خیال غلط ہے کیونکہ ہم اسے نہ صرف زندہ دیکھ چکے ہیں بلکہ ہاروث بھی اس کا اعتراف کر چکا ہے اس لئے میں تو سمجھتا ہوں کہ اس کا یہ خود فراموشی کا عالم عارضی ہے جسے دور کیا جا سکتا لیونا کو پوری طرح ہوش میں لایا جا سکتا ہے مثلاً ہو سکتا ہے کہ ہاروت نے عمل تنویم سے اس پر نوم توجہ کا عالم طاری کر دیا ہوا اور ایک نہ ایک دن اس کا اثر زائل ہو کر رہے گا کیونکہ انسان عمر بھر نوم توجہ کی حالت میں نہیں رہ سکتا"۔

"شکریہ میرے دوست خدا کی قسم یہ تو مجھے خیال ہی نہ آیا تھا تمہاری ان

باتوں سے میری امید پھر سے بندھ گئی ہے اچھا اب سنو۔ اگر وحشیوں کی اس جنگ میں میں کام آگیا اور تم بچ گئے تو وعدہ کرو کہ میری بیوی کو صحیح سلامت میرے گھر پہنچا دو گے یہ لو میرے وصیت نامے کا صفحہ جو میں نے اس رات تیار کیا تھا جس رات کو میری بیوی مجھے نظر آئی تھی اس پر ہنیس اور سیویج کے دستخط بطور گواہ کے موجود ہیں چنانچہ اس کی رو سے تم مجاز ہو گے کہ میری بیوی کے علاج پر جتنا بھی چاہو خرچ کرو اور خود اپنی ضرورت کے لئے جتنا روپیہ چاہو خرچ کر سکو گے میرے دوست کاغذ کا یہ پرزہ کبھی نہ کبھی کام ہی آئے گا"۔

میں نے وصیت نامے کا ضمیمہ لے کر جیب میں رکھ لیا۔

"ریجنال! میں تمہاری بیوی کو گھر تک پہنچادوں گا اور جہاںتک ممکن ہو گا اس کی مدد کروں گا' میں نے کہا "لیکن بھائی! مناسب ہو گا کہ ہم جنگ میں مارے جانے کا خیال چھوڑ دیں کیونکہ اگر یہ خیال دماغ پر سوار رہا ہم ذرا بھی نیند نہ لے سکیں گے میں تو بہر حال ابھی مرنا نہیں چاہتا میں ان کالے کاندہ کو ایسا سبق دینا چاہتا ہوں کہ اسے وہ کبھی فراموش نہ کر سکیں اور پھر تمہارے اور خاتون ریجنال کے ساتھ ساحل تک جانے کا آرزومند ہوں چنانچہ میرے دوست بہتری کی امید رکھو خدا اچھا ہی کرے گا اچھا تو شب بخیر"۔

اور اس کے بعد میں نے کروٹ لے کر جو آنکھیں بند کی ہیں تو چند گھنٹوں تک دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا میرا خیال ہے کہ ریجنال بھی فوراً ہی سو گیا تھا۔ بہر حال جب میں بیدار ہوا ہوں تو سب سے پہلے میری نظر ہینس پر پڑی جو سائبان کے دروازے میں بیٹھا اپنا مخصوص پایپ پی رہا تھا اور اس کی پیاری رائفل انٹومبی اس کے گھٹنوں پر دھری ہوئی تھی میں نے اس وقت پوچھا تو اس نے جواب دیا۔

"باس! پھٹنے میں دو گھنٹے باقی ہے"۔

تو پھر تم یہاں جھک مار رہے ہو" سوئے کیوں نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"سو گیا تھا باس"

"تو پھر"

"پھر باس یہ کہ میں نے ایک خواب دیکھا"

”اب تمہارے خواب کہیں جانے کو تو ہیں نہیں جب دیکھو تب تمہیں خواب نظر آتے ہیں اور وہ بھی عجیب و غریب“

”یہ جواب بھی باس عجیب و غریب ہے“

”وہ تو ہو گا ہی کیونکہ آخر تمہارا خواب ہے اچھا تو کیا دیکھا تم نے ؟“ میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

”یہ خواب تو بے حد عجیب اور انوکھا ہے اس لئے کہ میں بہت جلد جنگ میں شریک ہو رہا ہوں اور باس جو آدمی جنگ میں شریک ہونے جا رہا ہو تو اسے ایسے خواب نظر نہیں آتے“

کچھ کہے گا بھی یا فضول بک بک کئے جائے گا میں نے چڑھ کے کہا۔

”باس میں نے دیکھا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جو بہت خاموش ہے وہاں اندھیرا نہ تھا بلکہ روشنی پھیلی ہوئی تھی لیکن یہ عجیب بات تھی کہ نہ سورج تھا اور نہ چاند جس کی وہ روشنی ہو ہوا بہت ہلکی معطر اور خوشگوار تھی اور باس نہایت ہی لذیز کھانوں اور عمدہ شراب کی بو تھی اس میں ایسی بو تھی کہ اگر کسی نے اس وقت میرے سامنے شراب کا جام رکھ دیا ہوتا تو میں اسے پینے سے انکار کر دیتا تو ایسی ہوا تھی اس جگہ جو مجھے خواب میں نظر آئی تھی اور پھر باس میں نے تمہارے والد کو دیکھا وہ میرے قریب ہی کھڑے ہوئے تھے مسکرا رہے تھے اور جوان نظر آتے تھے اب میں سمجھ لیا کہ میں مر چکا ہوں اور دوزخ میں پہنچ گیا ہوں لیکن میں حیران تھا کہ وہ آگ کہاں ہے جو ہمیشہ جلتی رہتی ہے“ پھر تمہارے والد نے کہا۔

”سلام ہنیس تو تم آ گئے ؟ یہ بتاؤ کہ میرے بیٹے ایلن کا کیا حال ہے کیا تم نے اسی طرح اس کا خیال رکھا اور خبر گیری کی ہے جیسا کہ میں نے کہا اور تم نے وعدہ کیا تھا ؟“

میں نے جواب دیا“

”میرے مقدس آقا! جہاں تک ممکن تھا میں نے ایمن کی خدمت کی اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اس کی خاطر خود اپنی جان کی بازی لگا دی یہ اور بات ہے کہ ہر دفعہ آخر میں ہم دونوں ہی زندہ بچ گئے“

اور باس چونکہ تمہارے والد بڑے غور اور توجہ سے میری باتیں سن رہے تھے اس لئے میں نے ہر واقعہ کو خوب نمک مرچ لگا کر اور بڑھا چڑھا کے بیان کیا حالانکہ تمہارے والد ان سب واقعات سے بے خبر نہ تھے اور انہیں معلوم ہو جاتا تھا کہ میں نے کہاں جھوٹ بولا ہے لیکن باس جھوٹ بولنے پر انہوں نے نہ تو مجھے ٹوکا اور نہ سرزنش ہی کی بلکہ جب میں خاموش ہوا تو انہوں نے کہا۔

"شاباش میرے وفادار خادم!۔۔۔۔۔" باس جب وہ زندہ تھے تو اس وقت بھی انہوں نے اسی طرح کئی دفعہ میری تعریف کی تھی پھر کہا۔۔۔۔۔ ہنیس! میرا بیٹا ایلن کس حال میں ہے"

اس کا جواب باس میں نے یوں دیا۔۔۔۔۔ مقدس آقا! تمہارا بیٹا ایلن اب ایک زبردست اور خونریز جنگ میں شریک ہونے والا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس جنگ میں مارا جائے مقدس آقا! اگر اس دنیا میں رونا اور رنج کرنا ممکن ہوتا تو میں خوب روتا اور میں نے خوب رنج کیا ہوتا کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی مر گیا لیکن مقدس آقا یہاں نہ تو کوئی آنسو بہا سکتا ہے اور نہ رنج ہی کر سکتا ہے۔ کاش کہ میں جنگ کے خاتمے تک زندہ رہتا اور تمہارے بیٹے ایلن کے پہلو بہ پہلو حبشیوں سے جنگ کر سکتا اور اپنے آقا ایلن کی جان بچانے کی کوشش میں مارا جاتا"۔

ہنیس خاموش ہو گا' پائپ منہ میں دبا کے دو چار طویل کش لئے گردن گھما کے اپنے مخصوص انداز میں تھوک کی پچکاری سی ماری اور پوچھا۔

"باس میرے خواب کی تفصیل سنتے سنتے اکتا گئے ہیں یا بقیہ خواب بھی سننا چاہتے ہیں"

"بقیہ خواب بھی سنادو میں نے نیچی آواز میں کہا اس کا یہ خواب میرے دل پر عجیب اثر کر رہا تھا۔

"تو باس میں اس خاموش مقام میں اکیلا کھڑا اپنا ہیٹ ہاتھ میں گھما رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کون جانے میرے سپرد کیا کام کیا جائے گا کہ ایک دم سے میں نے نہ جانے کیوں نظر اٹھا کرے سامنے دیکھا اور باس دو بے حد حسین عورتیں ہاتھ میں ہاتھ دیئے میری طرف آرہی تھیں ان دونوں عورتوں نے اپنے بالوں میں بھی موتی پرو

رکھے تھے باس! میں نے دیکھا کہ وہ جہاں قدم رکھتی ہیں وہاں بو بے حد خوبصورت پھول کھل اٹھتے لیکن میرا خیال ہے کہ پرندے ہی تھے جو بے حد میٹھی بولیاں بول رہے تھے۔

"کیسی تھیں وہ عورتیں "ہنیس" میں نے نیچی اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا

"ان میں سے ایک کا قد لانبا تھا اور میں نے اسے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا البتہ دوسری کوئی اور نہیں بلکہ خاتون میری تھی وہی جیسا کہ ہم نے انہیں اس وقت دیکھا تھا جب وہ زندہ تھیں البتہ اب وہ پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ حسین ہو گئی تھی"

میرے منہ سے ایک آہ نکل گئی ہنیس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

"دونوں عورتیں میرے قریب آکھڑی ہوئیں اور میری طرف دیکھنے لگیں وہ بہت دیر تک میری طرف دیکھتی رہیں اور پھر خاتون میری نے دوسری عورت سے کہا۔۔۔۔۔اب وہ جس کا نام کوکب ہے دیکھو یہ ہے ہنیس جس کے متعلق میں نے نہیں سب کچھ بتادیا ہے"

میرے منہ سے پھر ایک آہ نکل گئی اور میں سوچنے لگا کہ ہنیس کو عورت کا یہ لقب یا اس کا ترجمہ "کوکب" کیسے معلوم ہوا۔

"چنانچہ باس اس نے جس کا نام کوکب تھا مجھ سے پوچھا۔۔۔کیوں ہنیس! اس کا کیا حال ہے جسے ہم تینوں یکساں طور پر چاہتے ہیں؟۔۔۔باس میں سمجھ گیا کہ کوکب نے کسی اور کے نہیں بلکہ تمہارے متعلق پوچھا تھا چنانچہ میں نے ان دونوں کو وہ ساری باتیں بتادیں جو تمہارے والد سے کہی تھیں بلکہ ان دونوں کے سامنے میں نے کچھ زیادہ ہی تفصیلات بیان کردیں کیونکہ وہ تمہارا ذکر سنتے تھکتی ہی نہ تھیں اور باس جب میں نے انہیں بتایا کہ ایک رات میں نے باس کو اپنی بیوی میری کے لئے جو مر چکی ہے 'اور اپنی دوسری بیوی کے لئے جسے میں نہیں جانتا لیکن وہ بھی مر چکی ہے دعا کرتے سنا تھا وہ دونوں رو پڑیں ان کے آنسو موتیوں کی طرح تھے اور ان کے آنسو کے ہر قطرے سے پھولوں کی خوشبو نکل رہی تھی اور باس جہاں ان کے آنسو گرتے تھے وہاں دو پھول پیدا ہو جاتے تھے۔جو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے دو بچے ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے ہوں"

اب میں برداشت نہ کر سکا میں نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا کہ ہنیس

میری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ لے۔

"اب باس اس عورت نے جس کا نام کوکب تھا تمہارے بیٹے ہیری کے متعلق پوچھا اور میں نے جواب دیا کہ ہنیری کو جب میں نے دیکھا تھا تو وہ کافی بڑا اور پر قوت تھا اور۔۔۔۔۔۔۔ میں نے کہا۔۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہیری باس ایلن سے بھی زیادہ عظیم ثابت ہوگا اس پر کوکب نے ٹھنڈا سا سانس لے کر نفی میں سر ہلایا اب خاتون میری نے کہا۔۔۔۔۔ ہنیس! اپنے باس سے کہنا کہ میری بھی ایک اولاد ہے جسے وہ جلد ہی دیکھ لیں گے لیکن یہ لڑکا نہیں ہے۔"

"اس کے بعد ان دونوں نے بھی محبت کے متعلق کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں البتہ آخری الفاظ یاد رہ گئے ہیں جو یوں تھے۔۔۔۔۔ "اپنے باس سے کہنا کہ ہم دونوں بہنیں زندگی میں کبھی نہ مل سکیں لیکن اب یہاں حقیقی بہنوں کی طرح رہ رہی ہیں اور اس وقت کا انتظار کر رہی ہیں جب تمہارا باس ایلن ایک بار پھر ہم سے آ ملے گا۔۔۔۔۔" اس کے بعد وہ دونوں عورتیں بھی غائب ہو گئیں۔"

"اور باس میں ان کا پیغام تم تک پہنچانے کے لئے چل پڑا اور اتنی تیزی سے کہ اگر جانا بھی میرا تعاقب کر رہا ہوتا تو میں اتنا تیز نہ بھاگ سکتا۔ تو باس میں اس خموش مقام سے نکل آیا اور اب میں ایسے پہاڑوں میں تھا جن میں بہت سی وادیاں اور شگاف تھے اور ان وادیوں اور شگافوں میں سے زلو سپاہیوں کی آوازیں آ رہی تھیں، وہ جنگی گیت گا رہے تھے۔ باس میں ایک درے میں سے گزر رہا تھا کہ کہیں سے ایک خوبصورت عورت نکل کے میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کی جلد تانبے کی طرح چمک رہی تھی بلکہ تانبے کی اس کیتلی کی طرح چمک رہی تھی جسے میں خوب گھس گھس کر مانجھا ہو۔ باس یہ عورت چیتے کی کھال کا لباس یا موچھا پہنے ہوئے تھی' اس کے کندھے پر ایک روئیں دار لبادہ تھا اور گردن میں نیلے رنگ کے پتوں کی مالا پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے بالوں میں سارس کا ایک پر اڑس رکھا تھا اور وہ اپنے ہاتھ میں بھلا لئے ہوئے تھی اور جب وہ میری طرف آئی تو نہ تو راستے میں پھول کھلے اور نہ پرندے چہچہائے البتہ شاہی سلام "بائیٹی" کی آواز بادلوں کی گرج کی طرح پہاڑوں اور وادیوں میں گونج گئی۔۔۔۔۔ اور اس عورت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔"

اور یہاں میں نے اپنے ہاتھ چہرے پر سے ہٹا کر اپنی نظریں ہینس پر گاڑ دیں اور منتظر رہا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا کیونکہ میں نے اس عورت کو پہچان لیا تھا۔

"باس اس عورت نے کہا زرد آدمی رک جاؤ اور مجھے شاہی سلام کرو"

"چنانچہ میں نے اسے شاہی سلام کیا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ عورت کون ہے اور کیا چاہتی ہے تاہم مجھے اپنی خیریت اسی میں نظر آئی کہ گھڑی کی گھڑی رک کے اس کی باتیں سن لوں اس عورت نے کہنا شروع کیا اس بوڑھے اور دونوں سفید فام عورتوں نے اپنی اس محبت کا ذکر تمہارے سامنے کیا ہے جو انہیں تمہارے آقا میکو میزن سے رہا لیکن اے زرد روکتے! وہ نہیں جانتیں کہ محبت کیا ہوتی ہے اور کیسے کی جاتی ہے میں میکو میزن کو اتنا چاہتی ہوں کہ وہ دونوں سفید فام عورتیں سات جنم لے کر بھی میکو میزن سے اتنی محبت نہ کر سکیں گی خیر تو میکو میزن سے کہنا کہ میں جانتی ہوں کہ وہ ایک جنگ میں بھی اس کے ساتھ ہوگی اور اس وقت تک ساتھ رہے گی جب تک کہ وقت کا دریا دنیا کے کنارے پر سے گزر کے سورج کے اس پار نہیں پہنچ جاتا اسے کہنا کہ جب جانا اس کے سر پر پہنچ چکا ہو اور جب موت اس کے سامنے کھڑی ہو تو ادھر ادھر نظر دوڑائے شاید وہ مجھے دیکھ لے اب جاؤ جنگ کے وقت حق وفاداری ادا کرو اگر تم نے میکو میزن کی جان بچانے میں ذرا بھی کوتاہی کی تو میں تمہیں اس کی سزا دوں گی۔۔۔۔۔ جاؤ اور آقا سے کہو کہ ماہینا میکو میزن کو سلام کہتی ہے اور کہتی ہے کہ محبت واقعی ایک لافانی حقیقت مقدس اور ہے میں اس حقیقت کی پجارن ہوں اور میرا دل اس کا مقبد ہے"

اور پھر باس کیا ہوا کہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر سے سر کے بل گرا اور آنکھ کھلی تو اپنے بستر پر پڑا تھا! چونکہ یہاں ہم آگ نہیں جلا سکتے اس لئے میں نے کافی کی کیتلی بھوبھل میں دبادی تھی کہ تمہیں گرم گرم کافی پینے کو مل جائے اب میں کافی لے آتا ہوں جا کر"

اور مجھے حیرت زدہ چھوڑ کر وہ کافی لانے چلا گیا۔

اور حیرت کی بات بھی تھی میں نے اپنی پہلی بیوی اور ماہینا کے متعلق ہینس کو کچھ نہ بتایا تھا چنانچہ یہ اس کا کیسا خواب تھا کہ اس میں میرے والد اور میری کے علاوہ

میری پہلی بیوی اور مامینا ان سب نے ہینس کے ساتھ ایک نہ ایک پیغام مجھے بھیجا۔؟ میرے والد اور میری کے متعلق تو کہا جا سکتا تھا کہ وہ ان دونوں سے مل چکا تھا لیکن مامینا؟۔۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اس مشہور خاتون کے متعلق سن رکھا ہو کیونکہ مامینا اپنے دور کی مسہور ترین عورت تھی لیکن میری بیوی اسٹیلا کے متعلق تو وہ کچھ بھی نہ جانتا تھا۔

تو یہ تھا ہینس کا خواب جس پر بد قسمتی سے مجھے غور کرنے کا موقع نہ ملا۔ ایک یا دو منٹ بعد جب میں ہینس کی پلائی ہوئی کافی کا آخری گھونٹ پی رہا تھا کہ دو کاندہ ریجنال کا کوئی پیغام لے کر آ گئے

پندرہ منٹ بعد ہمارے دو جاسوس جنہیں ہم نے پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر بھیجدیا تھا کہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں، درختوں پر سے بندروں کی طرح اچکتے اور قلابازیاں کھاتے آتے نظر آئے۔ ان جاسوسوں نے اطلاع دی کہ کالے کاندہ کی فوجیں درے کے دوسری طرف جمع ہو رہی تھیں۔ گھوڑا سوار اپنے اپنے گھوڑوں پر سے اتر آئے تھے اور گھوڑے فوج کے عقب میں بھیجدیئے گئے تھے۔ کیونکہ یہاں ان کے خیال میں گھوڑے بیکار تھے اور کالے کاندہ کا یہ خیال غلط نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد درے کے موڑ پر پہلے ایک، پھر دوسرا اور پھر تیسرا شخص نمودار ہوا۔ یہاں تک کہ تقریباً تیس کالے کاندہ درے کا موڑ مڑ کر سامنے آ گئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں لمبے لمبے بانس تھے جن پر سفید پھریرے لہرا رہے تھے۔ میں بڑی دلچسپی سے ان آنے والوں کو دیکھنے لگا کہ پتہ نہیں وہ کیا کرنے والے تھے۔

دفعتہً وہ اِدھر اُدھر دوڑنے اور بانسوں کو زمین پر یہاں وہاں ٹھوکنے لگے وہ گڑھے تلاش کر رہے تھے۔ چند گڑھے انہیں مل گئے جن پر مٹی کھبی ہوئی تھی۔ اب انہوں نے ہر گڑھے کے کنارے پر، سفید جھنڈیاں گاڑ دیں تا کہ یہ جھنڈیاں ان گڑھوں کی نشان دہی کرتی رہیں اور فوج ان سے بچ کر نکل جائے۔

دفعتہً درے کے موڑ کے دوسری طرف سے قرنوں اور نعروں کا شور بلند ہوا۔ اور اب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ اس قدر حیرت انگیز کہ انسان کا اپنی آنکھوں پر سے اعتبار اٹھ جائے۔ چنانچہ پہلے تو مجھے بھی یقین نہ آیا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا

ہوں وہ حقیقت ہے یا خواب ہے۔

لیکن یہ حقیقت تھی میں خواب نہ دیکھ رہا تھا درے کا موڑ مڑ کر دنیا کا سب سے بڑا ہاتھی سامنے آ گیا۔ جی ہاں۔ وہ دیوتائے شر جانا ہی تھا جو جھومتا جھامتا اور ایک شان بے اعتنائی سے چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ نظر آئی کہ جانا پر دو سوار تھے۔ ایک اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا اس کی گردن پر بیٹھا مہادت کی خدمات انجام دے رہا تھا جانا کی پیٹھ پر بندھی ہوئی چوبی کرسی پر جو شخص بیٹھا اپنا بھالا ہلا رہا تھا وہ کوئی اور نہیں بلکہ خود بادشاہ سمبا تھا جس نے عجیب و حشت انگیز، فوق البھڑک اور ایک حد تک مضحکہ خیز لباس پہن رکھا تھا وہ شخص جو مہادت کی خدمات انجام دے رہا تھا وہی لنگڑا امہنت تھا جس کی ٹانگ میرے پستول کی گولی سے زخمی ہو گئی تھی۔

جانا کی گردن میں ایک نہ پوری بارہ زنجیریں پڑی ہوئی تھیں جو کسی چمک دار دھات کی تھیں۔ یہ زنجیریں نیچے لٹک رہی تھیں اور ان بارہ زنجیروں کے سرے بارہ آدمیوں نے پکڑ رکھے تھے اور یہ بارہ آدمی جانا کے ساتھ ساتھ، چھ دائیں اور چھ بائیں طرف چل یا دوڑ رہے تھے۔ اس کی سونڈ سے تین دوسری زنجیریں بڑی مہارت سے باندھی گئی تھیں۔ اور ان تینوں زنجیروں کے سروں پر ایک ایک بڑا سا آہنی گولا بندھا ہوا تھا اور ہر گولے میں بے شمار آہنی کانٹے تھے جو بھالوں کے پھل جتنے بڑے اور نوکدار تھے۔

جانا آگے بڑھا۔ اب وہ بھاگ رہا تھا۔ کالے کاندہ کی صفوں نے پھٹ کر راستہ بنا دیا جانا ان کے درمیان گزرنے لگا وہ بارہ آدمی، جو اس کی زنجیریں پکڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ بھاگ رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ وہ اگلی صف میں آکر کھڑا ہو جائے گا۔ لیکن نہیں وہ ہمارے مورچے کی طرف بڑھنے لگا اب وہ بھاگ نہ رہا تھا۔

اور اب وقت آ گیا تھا۔ اب موقع تھا کہ میں اپنے تجربے کو بروئے کار لے آؤں۔ میری دونالی ہاتھی مار بندوق بھری ہوئی تیار تھی۔ اور میرے ہاتھ میں تھی اور دوسری دونالی رائفل ہینس کے ہاتھ میں تھی اور اس کا بھی گھوڑا چڑھا ہوا تھا اور ہینس اسے اس طرح اٹھائے کھڑا تھا کہ یہ وقت ضرورت میں ایک لمحے کے بھی چوتھے حصے

میں اس کے ہاتھ سے بندوق گھسیٹ سکتا تھا۔

"خبر دار! کوئی جانا پر گولی نہ چلائے یہ میرا شکار ہے۔" میں نے کہا۔ "بس خاموش کھڑے رہو اور تم کالے کاندہ کے دیوتا کو خاک و خون میں دیکھ لو گے۔"

وہ زبردست چوپایا بدستور آگے بڑھ رہا تھا اور اب میں نے دیکھا کہ جانا کس قدر زبردست تھا۔ اتنا بڑا ہاتھی تاریخ کے کسی دور میں نہ رہا ہو گا۔ اس منحوس رات کو، جب جانا نے ہاروت کی جان لی تھی اور اپنا زبردست پیر میری پیٹھ پر رکھنے والا تھا۔ ہاں اسی رات مجھے اس کو دیکھنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ لیکن اب۔۔۔ میرے خدا! ناقابل یقین حد تک عظیم الشان تھا وہ ہاتھی جس کا نام جانا تھا۔

"باس! وہ بہت قریب آگیا ہے۔" ہینس نے آہستہ سے کہا۔ اب گولی چلا دو۔"

لیکن میں منتظر رہا کہ جانا رک جائے تو میں گولی چلا دوں۔

اور اب جانا رک گیا۔ اس نے اپنا غار جیسا منہ کھولا، اپنی زبردست سونڈ اٹھائی لوگوں سمیت اور بڑی بھیانک آواز میں بگل سا بجایا۔ سمبا اپنی کرسی پر سے اٹھا اور اس نے چیخ کر کہا۔

"خیریت اسی میں ہے کہ تم لوگ اپنے آپ کو لافانی جانا کے حوالے کر دو۔"

ابھی معلوم ہو جائے گا بچہ کہ تمہارا جانا لافانی نہیں ہے۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔

اور میں نے چاروں طرف دیکھا، ہینس دوسری بندوق لیے کھڑا تھا رہجنال ہاروت اور دوسرے لوگ مورچوں میں سے گردنیں نکالے میری طرف دیکھ رہے تھے اور منتظر تھے کہ میں جانا کو مار گراؤں، کالے کاندہ صف در صف کھڑے تھے اور ہمارے جواب کا انتظار کر رہے تھے اور سامنے جانا اپنا منہ کھولے اور سونڈ اٹھائے کھڑا تھا۔ اس کا زبردست ماتھا میرے سامنے تھا۔ مجھے صرف یہ کرنا تھا کہ ہاتھی مار بندوق کی گولی اس کے ماتھے پر ماروں اور وہ جانا کی کھوپڑی توڑتی ہوئی اس کے دماغ میں جا گھسے گی اور بھیجا پاش پاش کر دے، اور یہ میں کر سکتا تھا کیونکہ نشانہ بہت زیادہ آسان تھا۔ اس قدر آسان کہ میں شرط بدلنے کے لیے تیار تھا کہ میرا ایک ہاتھ میری پشت پر باندھ دیا جائے اور میں صرف ایک ہاتھ سے بندوق چلا کر جانا کو مار گراؤں۔

میں نے اپنی وزنی بندوق اٹھائی، شست باندھی، اس کے غار کی طرح کھلے

ہوئے سرخ منہ کے ذرا اوپر کے حصے کو نشانہ بنایا اور لبلبی دبادی۔ خاموش فضا میں ایک تڑاخا گونج گیا۔۔۔ لیکن۔۔۔ کچھ نہ ہوا میں نے گولی لگنے کی آواز نہ سنی۔ جانا اسی طرح بے پروا کھڑا رہا حتی کہ اس نے اپنا منہ بھی بند نہ کیا۔۔۔ تماشائیوں کے منہ سے "ارے" کی آواز نکل گئی۔

میں نے دوسری نالی کی لبلبی دبادی۔ گولی سنسناتی ہوئی چلی۔

پھر کچھ نہ ہوا۔

"ارے۔" تماشائیوں نے کہا۔

اب جانا نے اپنا منہ بند کر لیا اور ایک طرف گھوم کر اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اس کا پہلو میری بندوق کی زد میں تھا۔ اس نے نشانے کو اور بھی آسان بنادیا تھا۔

اپنے آپ پر دل ہی دل میں لعنت بھیج کر میں نے ہینس کے ہاتھ سے دوسری بندوق گھسیٹ لی اور جانا کے جسم کے اس حصے کو، جہاں ہاتھی کا دل ہوتا ہے نشانہ بنایا اور یکے بعد دیگرے دونوں لبلبیاں دبادیں۔ یکے بعد دیگرے دو دھماکے بلند ہوئے۔ یکے بعد دیگرے دو گولیاں سنسناتی ہوئی چلیں۔

لیکن جانا بدستور کھڑا رہا۔ اس نے اپنے کان تک نہ ہلائے اس کی موٹی جلد پر گولی لگنے کی آواز تک نہ سنائی دی۔ ایلن کواٹر مین کا نشانہ کبھی خطا نہ ہوا تھا۔۔۔ میں۔۔۔ ایلن کواٹر مین، مشہور شکاری اور اپنے وقت کا ماہر ترین نشانے باز۔۔۔ لیکن اس دفعہ اسی ماہر نشانے باز اور مشہور شکاری کے یکے بعد دیگرے چار نشانے خطا کر گئے تھے۔ یہ خیال۔۔۔ یہ شرمناک خیال میرے دماغ میں سے نکل کر میری رگ و پے میں دوڑ گیا۔ میرا پورا بدن جل سا اٹھا۔ شرم اور خجالت سے میرا چہرہ سرخ ہو گیا۔ کاش اس وقت زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتا۔"

اور میں نے کئی آوازیں سنیں۔

"میرے خدا! یہ ریجنال کی آواز تھی۔

"اب طفل مقدس ہی ہے جو ہماری مدد کرے۔" یہ ہاروت نے کہا تھا۔ اور لوگ میری طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے میں کوئی پاگل ہوں۔ اپنی قسم کا پہلا پاگل۔۔۔ اور پھر کوئی ہنسا اعصابی ہیجان میں مبتلا شخص کی سی ہنسی اور اب سب ہنس رہے

تھے۔ کالے کاندہ کی فوج کا ایک ایک سپاہی مارے ہنسی کے دہرا ہو گیا تھا اور وہ لوگ مجھ پر ایلن کواٹر مین ہنس پر رہے تھے دوست اور دشمن ہنس رہے تھے یہاں تک کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں پاگل ہوا جارہا ہوں۔

دفعتہً سمبا نے چیخ کر "لافانی جانا" کے متعلق کچھ کہا۔

جواب میں سفید کاندہ چلائے۔

"جادو۔۔۔ جانا پر سحر پھونکا گیا ہے۔"

"ہاں" سمبا نے چیخ کر کہا۔ "کوئی ہتھیار دیوتا جانا پر اثر نہیں کر سکتا۔ ہاں ان سفید فاموں کے ہتھیار بھی جانا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جنہیں محض جانا کی جان کے لئے بہت دور سے لایا گیا ہے۔"

ہینس ایک دم سے اچک کر دیوار پر جاچڑھا اور وہاں وہ شراب پیئے ہوئے بندر کی طرح اچھلنے اور کودنے لگا اور اپنا گھونسا سمبا کی طرف ہلا کر بولا۔

"تو پھر جانا کی ایک آنکھ کہاں گئی۔ نہیں جانتی کہ میری بندوق کی ایک ہی گولی نے اسے یوں بجھادیا جس طرح تیز ہوا چراغ سحری کو بجھادیتی ہے؟ اگر جانا لافانی ہے۔ اگر جانا پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا تو میری بندوق کی گولی نے اسے کانا کیوں کر دیا۔"

ہینس نے اپنی اچھل کود بند کر دی، اپنی پیاری بندوق انٹومبی اٹھائی اور چیخ کر کہا۔

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ جانا حقیقت میں دیوتا ہے یا صرف ایک ہاتھی ہے۔"

اس نے لبلبی دبادی اور میں نے انٹومبی کی گولی کے جانا کی موٹی جلد پر لگنے کی آواز سنی اور جانا کے عین اس جگہ سے خون نکل آیا جہاں ہاتھی کا دل ہوتا ہے۔ جانا کے اسی حصہ جسم کو میں نے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہوا تھا۔ لیکن انٹومبی کی گولی زیادہ زوردار نہیں تھی۔ چنانچہ وہ جانا کے دل تک کو کیا پہنچتی البتہ جلد چیر کر ایک دو انچ تک گوشت میں اتر گئی ہوگی۔ اتنے بڑے ہاتھی کے لیے یہ ایک معمولی سازخم بلکہ خراش تھی۔

لیکن اس معمولی سے زخم کا اثر اس "لافانی دیوتا" پر واقعی عجیب ہوا۔ وہ ایک

دم سے گھوم گیا، اپنی سونڈ اٹھا کے درد و تکلیف کے عالم میں چنگھاڑا اور کالے کاندہ کی صفوں کی طرف اتنی تیزی سے بھاگا کہ وہ بارہ آدمی، جو زنجیریں پکڑے اس کے دائیں بائیں دوڑ رہے تھے، اوندھے منہ گرے اور تھوڑی دور تک گھسٹنے کے بعد زنجیریں چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے۔۔۔ سمبا اپنی کرسی سے لپٹ گیا اور لنگڑے مہنت نے وہ رسہ مضبوطی سے پکڑ لیا جو جانا کی گردن سے بندھا ہوا تھا۔

جہاں تک جادو اور جانا کے لافانی ہونے کا سوال تھا وہاں تک تو ہینس کے اس نشانے کا نتیجہ بڑا امید افزا رہا اور کالے کاندہ کا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ جانا کو مارنا ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ سفید کاندہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے ہینس کے اس نشانے نے میری حالت اور بھی شرمناک کر دی کیونکہ اب ثابت ہو چکا تھا تو اس میں جادو یا جانا کی لافانیت کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ خود میرے اناڑی پن کا نتیجہ تھا۔ سچ کہتا ہوں میں آپ اپنی نظروں میں ذلیل ہو گیا تھا۔ ایسی ذلت و خواری میں نے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی حتیٰ کہ میں اپنے ساتھیوں سے نظر ملانے کی بھی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

"لعنت ہے تم پر ایلن کواٹر مین۔" میرے دل کی ہر دھڑکن کہہ رہی تھی۔ لیکن۔۔۔ لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ اپنے وسیع تجربے اور مہارت کے باوجود میرے ایک دو نہیں پورے چار نشانے خطا کر گئے؟ یہ ایسے سوالات تھے جن کے جواب میں آج تک حاصل نہ کر سکا۔

خوش قسمتی سے میرے ساتھیوں کو اس وقت میری طرف متوجہ ہونے اور مجھے ذلیل و شرمندہ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ یکایک ایک پرشور نعرے کی آواز سے فضا تھرا گئی، کالے کاندہ کے لشکر جرار کو جنبش ہوئی اور سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔

پیش قدمی کا آغاز ہو چکا تھا۔





جنگجو کالے کاندہ کا سیل بے کراں آگے بڑھا۔ خاموشی سے صف در صف وہ آگے بڑھے لیکن چونکہ جنگ زیادہ وسیع و عریض نہ تھی اس لیے ان کی صفیں بھی زیادہ لمبی نہ تھیں۔ ہر سپاہی کے پاس بہت سے چھوٹے چھوٹے بھالے تھے جو پھینک کر مارے جاتے تھے۔ یہ بھالے ڈھالوں کی پشت پر بنے ہوئے حلقوں میں اڑسے ہوئے تھے۔

جب یہ لوگ سو گز دور تھے تو ہم نے بندوق کی باڑھ ماری۔ اگلی اور پچھلی صف کے کئی سپاہی زخمی اور مردہ ہو کر گرے۔ لیکن کالے کاندہ کا سیلاب نہ رکا۔ وہ اپنے زخمی ساتھیوں اور لاشوں کو روندتے بدستور آگے بڑھتے رہے اور سچ تو یہ ہے کہ صرف پچاس رائفلیں ان وحشیوں کے سیلاب کو، جو موت سے ڈرتے نہ تھے روک نہ سکتی تھیں۔

اور اب انہوں نے بھالے پھینک کر مارے اور اب ہمارے آدمی بھی مرنے اور زخمی ہونے لگے۔ لیکن ہم چونکہ دیوار کی اوٹ میں تھے اس لیے دشمن کے بھالے ہمیں کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا رہے تھے۔ ہم نے یکے بعد دیگرے کئی باڑھیں ماریں اور پوری پہلی صف کو مار گرایا۔ لیکن پیچھے والوں نے آگے بڑھ کر مرنے والوں کی جگہ لے لی آگے

والے گرتے رہے اور پیچھے والے ان کی جگہ لیتے رہے اور اب وہ لوگ جو بچ رہے تھے بھاگ کر گنجان صفوں کے پیچھے ہو رہے۔ یہ گنجان صفیں ہم سے کوئی پچاس گز دور تھیں۔

چند لمحوں تک خاموشی کا وقفہ رہا۔ چند لمحوں تک کالے کاندہ سیل بے پناہ رک گیا۔ دفعتاً کسی نے چیخ کر کہا اور کالے کاندہ کی تین زبردست صفیں بہ یک وقت حملہ آور ہوئیں۔ ہم نے ان پر گولیاں برسا دیں۔ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ بندوقیں بڑ بڑائیں لیکن پچاس بندوقیں دشمن کی صفوں کو نہ روک سکیں۔ وہ بہت قریب آگئے اور ہم پیچھے ہٹے۔ جیسے کہ پہلے سے طے کیا گیا تھا ہم قدم بہ قدم پیچھے ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ پہلی دیوار سے، جس کے عقب میں تھوڑی دیر پہلے ہم کھڑے ہوئے تھے، کئی گز کے دور پہنچ کے ہم رک کے اور وہیں سے بندوقیں چلانے لگے۔

اور اب سفید کاندہ کی فوج کا گویا قلب حرکت میں آچکا تھا۔ اس کی کمان ہاروت اور رہبجنال کر رہے تھے۔ کالے کاندہ اس دیوار پر، جس کے عقب میں تھوڑی دیر پہلے ہم کھڑے ہوئے تھے، چڑھنے اور دوسری طرف کودنے لگے لیکن جب دیوار کے اس طرف آئے تو یہ دیکھ کے چکرا گئے کہ اس پہلی دیوار کے بعد دیواروں کا ایک جال سا بچھا ہوا تھا۔ دیواروں کے اس جال کے خانے بہت تنگ تھے اور زہر خانے کے ٹکڑے پر سفید کاندہ بھالے لیے ان کے استقبال کو تیار کھڑے تھے۔

اور وہاں گھمسان کا رن پڑا جگہ چونکہ تنگ تھی اس لیے کالے کاندہ نہ تو کھل کر لڑ سکتے تھے اور نہ اپنی بہادری کے جوہر دکھا سکتے تھے اس کے علاوہ دوسرے کالے کاندہ دیوار کود کر برابر چلے آرہے تھے اور آگے والوں کو، جو سفید کاندہ سے دست بدست جنگ میں مصروف تھے، ڈھکیلتے جاتے تھے اس طرح آگے والوں کو پیچھے ہٹ کر اپنے پ کو بچانے کا موقعہ نہ مل رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہو رہا تھا کہ کالے کاندہ سرعت سے کٹ کٹ لڑ رہے تھے دفعتہً کالے کاندہ ریلا کر کے دھنس آئے اور چشم زدن میں وہ دوسری دیوار کے اس پار تھے۔ لیکن اب تیسری دیوار اور مسلح سفید کاندہ سامنے تھے۔ چنانچہ ایک بار پھر وہ ایک دوسرے پر پل پڑے۔

پورے دو گھنٹے تک یونہی ہوتا رہا۔ کالے کاندہ یکے بعد دیگرے دیواریں فتح

کرتے اور ہر موڑ پر سفید کانڈہ سے مقابلہ کرتے اور اپنے پیچھے خود اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے انبار چھوڑتے آگے بڑھتے رہے۔ اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ کالے کانڈہ نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا تھا اور اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے ہماری بنائی دیواروں کو فتح کرتے چلے آرہے تھے۔ اس اثنا میں میں اور میرے ساتھ میرے نشانے باز بھی، چند خاص مقامات سے، جو ہم نے پہلے سے مقرر کر لیے تھے، ان پر گولیاں چلاتے رہے تھے۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ ہماری ان تھک کوششوں کے باوجود کالے کانڈہ کا بڑھتا ہوا سیلاب نہ رکا۔ ہر قدم پر ان کے ساتھیوں کی سینکڑوں لاشیں گر رہی تھیں لیکن وہ برابر آگے بڑھ رہے تھے۔

صبح کے آٹھ بج رہے تھے کہ ہم آخری دیوار کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور ہو چکے تھے۔ یہ بڑی مضبوط دیوار تھی جو ہیکل کے مشرقی دروازے کے عین قریب بنائی گئی تھی یہ جگہ تنگ تھی خصوصاً اس لیے کہ راستہ لاوا کی چٹان میں سے گذرتا تھا یا یوں کہئے کہ سرنگ میں سے گذرتا تھا۔

کالے کانڈہ نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ انہوں نے تین دفعہ حملہ کیا اور ہم نے تینوں دفعہ انہیں پیچھے ڈھکیل دیا یہاں تک کہ دیوار کے سامنے کا لمبا کھڈ لاشوں سے پٹ گیا۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرف کی زمین کچھ ایسی ناہموار تھی اور اس میں چٹانیں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں کہ ہم پر صرف سامنے کی طرف سے ہی حملہ کیا جا سکتا تھا چنانچہ جیسے ہی دشمن کے سپاہی دیوار چڑھتے سفید کانڈہ اپنے لمبے لمبے بھالوں سے انہیں پیچھے ڈھکیل دیتے اور جو بچ رہتے وہ ہماری بندوقوں کی گولیوں کا شکار ہو جاتے۔

آخر کار کالے کانڈہ بڑی ترتیب سے پسپا ہوئے اور ہم نے سوچا کہ انہوں نے اس دیوار پر چڑھنے اور ہیکل فتح کرنے کا ارادہ کر دیا ہے۔ لیکن ہمارا یہ خیال غلط تھا وہ لوگ دراصل اپنا دم درست کر رہے تھے اور اپنی محفوظ فوج کی آمد کے منتظر تھے۔

اور آخر کار ان کی محفوظ فوج آگئی یہ فوج دو ہزار خونخوار وحشیوں پر مشتمل تھا وہ لوگ نعرے لگاتے اور گیت گاتے آئے، ایک بار پھر وہ نہایت زور و شور سے، چڑھتے ہوئے دریا کی طرح، آگے بڑھے اور ایک بار پھر ہم نے انہیں پیچھے ڈھکیل دیا وہ پیچھے

ہٹے، انہوں نے اپنی قوت سمیٹی اور انہوں نے پھر حملہ کیا اس دفعہ بھی ہم نے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔

اور دیوار کے عین نیچے تڑپتے ہوئے زخمیوں اور بے شمار لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کے کالے کاندہ آپس میں کچھ صلاح مشورہ کرنے لگے دیوار مٹی اور ڈھیلے پتھروں کی بنیاد پر قائم تھی اور وہاں، دیوار کی عین بنیاد کے قریب، کالے کاندہ کھڑے کچھ مشورہ کر رہے تھے اور چونکہ بھالوں کی بوچھاڑ مسلسل ہو رہی تھی۔ اس لیے ہم دیوار پر چڑھ کے ان مشورہ کرنے والوں پر گولیاں نہ برسا سکتے تھے۔

اور آخر کار وہ ایک آخری فیصلے پر پہنچ گئے وہ دیوار میں نقب سی لگانے لگے۔ بنیادوں کے پتھروں کو چھوڑ کر وہ اوپر کے پتھروں کو بانسوں سے اندر کی طرف ڈھکیلنے لگے۔ بھالے برابر پھینکے جا رہے تھے۔ چنانچہ ہم ان نقب زنوں کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔ وہ بڑے اطمینان سے راستہ بنانے میں مصروف تھے اور اگر ہمارا کوئی ساتھی ان کی اس کارستانی کو دیکھنے کے لیے ذرا سا بھی سر ابھارتا کہ ایک نہ ایک بھالا اس کے ماتھے میں ترازو ہو جاتا۔

پانچ ہی منٹ بعد اس آخری دیوار میں رخنہ پیدا ہو چکا تھا اور کالے کاندہ یوں اندر در آئے جس طرح کہ بند کی دیوار میں سوراخ ہو جانے کے بعد پانی کا سیلاب مل آتا ہے اگر وہ لوگ آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے تب بھی ان سب کو قتل کر دینا ہمارے لیے ممکن نہ ہوتا۔ لیکن وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھے نہ تھے بلکہ جنگ کر رہے تھے ہم اپنا بچاؤ کرتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ ہیکل کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا تھا چنانچہ ہم مدافعانہ جنگ کرتے ہیکل کے بیرونی جانب ہو گئے۔ فوراً ہی کواڑوں کے پیچھے پتھر لگا دیئے گئے کہ دشمن اسے کھول نہ سکے لیکن یہ بند دروازہ بھی دشمن کے سیلاب کو نہ روک سکا کالے کاندہ نے ارد گرد سے خشک لکڑیاں اور جھاڑیاں لا کر دروازے کے سامنے ڈھیر کر دیں اور ان میں آگ لگا دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دروازے کی پرانی خشک لکڑی دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

اور جب دروازہ جل رہا تھا تو ہم مشورہ کر رہے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ پیچھے ہٹنا ناممکن تھا کیونکہ ہیکل کا عقبی دالان غلے سے بھرا ہوا تھا البتہ غلے کے ڈھیروں کے

درمیان تھوڑی سی جگہ بطور گذرگاہ کے چھوڑدی گئی تھی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ ہم وہاں کھڑے ہو کر دشمن کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے غلے کے انباروں کے پیچھے بستی کی ساری عورتیں اور بچے جمع تھے جن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی اور اسی جگہ ہمیں دشمن سے مقابلہ کر کے یا تو فتح حاصل کرنا تھی یا پھر کٹ مرنا تھا اسی جگہ ہم دشمن سے مقابلہ کر سکتے تھے یا اسے روک سکتے تھے۔

اب تک ہمیں کالے کاندہ کے مقابلے میں، جن کے دو ہزار سے زائد آدمی مارے گئے تھے، کچھ زیادہ جانی نقصان نہ پہنچا تھا۔ ہمارے صرف دو سو آدمی مارے گئے تھے اور تقریباً اتنے ہی زخمی ہوئے تھے۔ زخمیوں میں اکثر چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے تھے اس لیے ہم انہیں اٹھا کے ہیکل کے دالان میں لے آئے تھے اور اس وقت وہ لوگ حجرے کے دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور پر امید نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

اب ہماری فوج سولہ سو یا اس سے کچھ زیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھی لیکن سولہ سو آدمی سے اس تنگ جگہ میں بہ یک وقت سمانہ سکتے تھے چنانچہ اب اس تجویز پر عمل کرنے کا وقت آگیا تھا۔ جو ایسے وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے پہلے ہی سوچ لی تھی۔

اور تجویز یہ تھی کہ تین سو پچاس منتخب سپاہی ہیکل میں رکے رہیں۔ اور اس وقت تک اس کی حفاظت کرتے رہیں جب تک کہ ان کا آخری آدمی بھی مارا نہیں جاتا بقیہ سپاہی، جن کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زیادہ تھی، پیچھے ہٹ کر اس جگہ پہنچ جائیں جہاں عورتیں اور بچے بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں لے کر وہ خفیہ راستے سے، جس سے یہ لوگ واقف تھے، نکل کر وہاں پہنچ جائیں جہاں اونٹ تھے۔ اس کے بعد کام آسان تھا۔ جتنے بھی اونٹ پر سوار ہو سکتے ہوں، اتنے سوار ہو کر جس طرف چاہئیں نکل جائیں بقول ہاروت طفل مقدس ان کا نگہبان ہو۔۔۔ یہ سارا نقشہ محض اس امید پر بنایا گیا تھا کہ کالے کاندہ جنگ کے بعد اتنے تھکے ہوئے اور پھر فتح کے نشے میں اتنے سرشار ہوں گے کہ ان لوگوں کے تعاقب سے باز ہی رہیں گے یہ امید موہوم تھی اور یہ بڑا ہی جرأت مندانہ اور خوفناک فیصلہ تھا لیکن کیا کرتے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔ میری بیوی کا کیا ہو گا؟" رنجنال نے پھٹی ہوئی آواز میں

پوچھا۔

میرے آقا! جب تک ہیکل فتح نہیں ہو جاتا اسے یہیں رہنا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے ہاروت نے کہا "لیکن اگر جنگ کا فیصلہ دشمن کے حق میں ہو جائے اور میں مارا جاؤں تو اے سفید فام آقا تم ان مہمنوں کے ساتھ جو بچ رہے ہوں، مقام مقدس میں چلے جانا اور ندائے روح اور طفل مقدس کو لے کر خفیہ راستے سے نکل جانا اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو وہ تم سے سمجھ لے گا جس کی پرستش تم کرتے ہو۔"

ہاروت مسلسل کہتا رہا۔

"طفل مقدس کو یہاں نہ چھوڑ دینا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ جائے اسے تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور پھر اسے جلا دو گے یہاں تک کہ وہ راکھ بن جائے یا اسے ایک بڑے سے پتھر سے کچل دینا یہاں تک کہ اس کا سرمہ بن جائے میں اپنے مہمنوں کو، اور ان کو بھی جو زندہ بچ جائیں حکم دیتا ہوں کہ وہ غلے کو آگ لگا دیں تاکہ کالے کاندہ اسے حاصل نہ کر سکیں اور آخر کار بھوکوں مر جائیں خبردار ایک دانہ بھی کالے کاندہ کو نہ ملے جسے حاصل کرنے کے لیے وہ مقام کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ تم غلے کو آگ لگا دو گے کہ دشمن کے ان آدمیوں کا جو ہمارے بھالوں سے بچ جائیں، بھوک کی برچھی خاتمہ کر دے۔

ہاروت کا یہ فیصلہ بڑا ہی لرزہ خیز تھا لیکن سفید کاندہ ہاروت کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے سفید کاندہ کے لیے ہاروت کا حکم ربانی حکم کا درجہ رکھتا تھا جس کی تعمیل میں ہی انہیں اپنی نجات نظر آئی تھی چنانچہ چوں چرا کے بغیر اور ذرا بھی منہ بنائے بغیر سفید کاندہ ہاروت کے حکم کی تعمیل کرنے روانہ ہو گئے۔

سفید کاندہ کے سپاہیوں کا ایک کے بعد ایک گروہ اس طرف چلا جس طرف کہ بستی کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے۔ وہ لوگ دروازے کے قریب جا کر پلٹ پڑتے اور اپنے بھالے اٹھا اٹھا کے ہمیں دیتے۔۔۔ کیونکہ ہمیں یہیں ٹھہرنا اور ہیکل کو بچانا تھا۔۔۔ سلام کرتے اور سر جھکا کے دروازے میں داخل ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آخری گروہ بھی ہمیں سلام کر کے رخصت ہوا۔

اب ہیکل کے دالان میں ہم تین سو پچاس نفوس کھڑے رہ گئے تھے اور ہم

نے اپنی مختصر سی فوج کی صف بندی کی۔

سب سے آگے میں اپنے نشانے بازوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بچے ہوئے کارتوس تمام نشانے بازوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ کارتوس کا ذخیرہ زیادہ نہ تھا چنانچہ ہر نشانے باز کے حصے میں آٹھ آٹھ راؤنڈ آئے۔ ہمارے پیچھے اور ہیکل کے بیرونی دالان میں نیزہ برداروں کی چار صفیں تھیں۔ یہ لوگ بھالوں اور تلواروں سے مسلح تھے ان کی کمان ہاروت کر رہا تھا۔ ان صفوں کے پیچھے اور اندرونی دالان کے دروازے کے قریب تاکہ بہ وقت ضرورت وہ ندائے روح اور طفل مقدس کو نکال لے جا سکیں گے پچاس سورما ریجنال کے زیر کمان کھڑے ہوئے تھے۔ میں یہ بتانا بھول گیا کہ ریجنال زخمی تھا۔ حالانکہ اس کے یہ زخم گہرے اور تشویشناک نہ تھے لیکن وہ بہر حال زخمی تھا بھالے کا ایک زخم اس کے بائیں کندھے پر آیا تھا اور دوسرا زخم تلوار کا تھا جو اس کی بائیں ران پر آیا تھا۔ یہ دونوں زخم آخری مورچے کا بچاؤ کرتے وقت آئے تھے۔

جب ہم اپنی یوں صف بندی کر چکے اور ہر شخص مٹی کے ان بڑے بڑے پیالوں میں سے، جو دالان کی دیواروں کے قریب رکھے ہوئے تھے۔ پانی پی چکا تو ہم منتظر اور مستعد کھڑے ہو گئے۔ لیکن زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ جل کر گرا لیکن دروازے کے پیچھے ہم نے نہ صرف پتھر رکھ دیئے تھے بلکہ مٹی کا پشتہ بھی بنا دیا تھا۔ کالے کاندہ آگے بڑھے، انہوں نے جھاڑیوں کی جھاڑ وہنا کے انگارے صاف کئے اور اب وہ پتھر اور مٹی کے انبار ہٹا رہے تھے۔ لیکن یہ کام آسان نہ تھا کیونکہ دفعتہً ہمارے آدمی آگے بڑھے اور انہوں نے ان لوگوں کو، جو راستہ صاف کر رہے تھے بھالے مار مار کے پتھر مار مار کے گرا دیا یا بھگا دیا۔ لیکن ہر دفعہ زخمیوں کے پیچھے ڈھکیل دیا جاتا مردوں کا گھسیٹ لیا جاتا اور تازہ دم سپاہی آگے بڑھ آتے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک راستہ صاف نہ ہو گیا۔ اب میں نے نیزہ برداروں کو واپس بلا لیا جو ہمارے پیچھے اپنی صفوں میں جا کھڑے ہوئے۔

اور اب میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

یکایک کالے کاندہ کا ایک گروہ ریلا کر کے دروازے میں گھس آیا۔ میں نے اشارہ کیا۔ پچاس بندوقیں ایک ساتھ بڑبڑائیں اور دشمن کے سپاہی یوں پٹاپٹ گرے

جس طرح کہ ورانتی کے لمس سے نرم ونازک پودے لمبے لمبے لیٹ جاتے ہیں۔ فاصلہ صرف چند گز کا تھا چنانچہ ایک نشانہ خطانہ گیا اور دشمن کا ایک سپاہی بھی زندہ نہ بچا۔

بڑی عجلت میں ہم نے اپنی بندوقیں پھر بڑ بڑا ہیں اور دوسرے حملے کا انتظار کرنے لگے۔ اور دوسرا حملہ ہوا بندوقیں پھر بڑ بڑائیں پھر کشتوں کے پشتے لگ گئے اب دروازہ اور باہر کی سرنگ لاشوں سے یوں بھر گئی کہ تیسرا حملہ کرنے سے پہلے ان لاشوں کو ہٹانا ضروری تھا اور دشمن کے چند جیالے سپاہیوں نے میری، ہینس کی اور چند نشانہ بازوں کی گولیوں کی بوچھاڑ میں یہ کام بہر حال انجام تک پہنچا دیا۔

اور اب پھر حملہ ہوا۔ نتیجہ وہی رہا۔۔ اور پھر۔۔اور پھر۔۔۔ اور پھر۔۔۔ یہاں تک کے آخری کارتوس بھی استعمال کیا جا چکا۔اب کسی کے پاس ایک کارتوس بھی نہ تھا۔ یہاں میں یہ اعتراف کرلوں کہ کالے کاندہ جیسے نڈر لوگ میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔وہ گولیاں کھا کھا کر گر گئے رہے۔وہ اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ رہے تھے لیکن بڑھ بڑھ کر آتے تھے۔امنڈ امنڈ کر آتے تھے۔اپنی جان کی پروانہ کر کے ہلے پر ہلے کر رہے تھے۔

لیکن اب ہماری بندوقیں بیکار ہو چکی تھیں۔اب کسی کے پاس ایک کارتوس بھی نہ تھا۔ چنانچہ میرے نشانے بازوں نے بندوقیں پھینک کر بھالے اور تلواریں سنبھال لیں اور ہم ستانے کے لئے پیچھے گئے اور ہاروت اور اس کا دستہ آگے بڑھ آیا۔

آدھے گھنٹے تک اس تنگ جگہ عجیب جدو جہد ہوتی رہی۔دشمن آگے بڑھ رہا تھا اور ہاروت اور اس کے ساتھی اسے پیچھے دھکیل رہے تھے۔کالے کاندہ ان لوگوں کے بھالوں کا حصار نہ توڑ سکتے تھے جو اپنی جان اور اپنے دیوتا کی حفاظت کے لئے سینہ سپر بنے ہوئے تھے۔کالے کاندہ بھالوں میں چھدرہے تھے اور تلواروں سے کٹ رہے تھے لیکن بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔یہاں یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ کالے کاندہ صرف سامنے سے ہی کیوں حملے کر رہے تھے ؟ کیا وہ دائیں یا بائیں طرف سے نہ آسکتے تھے ؟ جی نہیں۔ ہیکل کے چاروں طرف عمودی چٹانیں تھیں جن پر چڑھنا اور پھر ہیکل میں اترنا ممکن نہ تھا۔

آخر کار دشمن پیچھے ہٹ گیا جیسے شکست کھا کے پسپا ہو رہا ہو۔ ہمیں اپنے

زخمیوں اور مردوں کو ہٹانے، ذرا دم لینے اور پانی پینے کا وقت مل گیا گرمی سخت تھی اور ہمارے حلق خشک ہو رہے تھے۔ اور اب ہمارے دلوں میں امید کی ایک شعاع رینگ آئی ہم نے سوچا کہ دشمن تھک گیا ہے، اس کے بہت سے سپاہی کھیت رہے ہیں اس لئے وہ گھبرا گیا ہے اور اب حملہ نہ کریگا لیکن ہمارا یہ خیال خام تھا۔ کالے کاندہ نہ تھکے تھے اور نہ گھبرا گئے تھے بلکہ وہ حملے کا ایک نیا نقشہ مرتب کر رہے تھے۔

یکایک دروازے میں گوشت و پوست کا وہ پہاڑ نظر آیا جس کا نام جانا تھا ایک تو وہ خود یونہی بھاگ رہا تھا لیکن چند کالے کاندہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے اور بھالوں سے اسے کچوکے دیتے جا رہے تھے۔ اس لئے وہ اور بھی تیز بھاگ رہا تھا۔ اور وہ بچاؤ کرنے والوں میں سے یوں نکلتا چلا گیا جیسے وہ انسان نہیں بلکہ خشک گھاس ہوں۔ وہ اپنی سونڈ ہلا رہا تھا، اس کی سونڈ سے بندھی ہوئی زنجیریں۔ اور زنجیروں پر لٹکتے ہوئے کانٹے دار آہنی گولے ہر اس شخص کی کھوپڑی کا چورا بنا رہے تھے جو اس کے سامنے آجاتا تھا۔ ہماری اگلی صفیں الٹ پلٹ ہو گئی تھیں۔ ہمارے ساتھی جانا پر بھالے برسا رہے تھے لیکن بھالوں کی یہ بوچھاڑ سے اسے ذرا بھی نقصان نہ پہنچ رہی تھی یا اگر سے زخم آ رہے تھے تو جانا کے نزدیک بھالوں کے یہ زخم سوئی کی چبھن سے زیادہ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ چنگھاڑتا اور سونڈ سے بندھے ہوئے گولے ہلاتا دیوتائے شر آرہا تھا۔

"عین اسی وقت میں ہینس کے ساتھ رہجنال کی خیریت معلوم کر کے عقبی دالان سے لوٹ رہا تھا تھوڑی دیر پہلے ہی میں تھکن سے چور اور پیاس سے نڈھال ہو کے پیچھے ہٹ وہاں تھا' رہجنال میری جگہ جا کھڑا ہوا تھا' لیکن اس کوشش میں اسے سر پر چوٹ آگئی تھی غالباً کسی کاندہ کا لٹھ اس کے سر پر پڑا تھا یا شاید کوئی پتھر لگا تھا بہر حال وہ بے ہوش ہو گیا تھا' ہمارے سپاہیوں نے دوڑ کر اسے اٹھالیا اور دالان کے انتہائی سرے پر ایک ستون سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا تھا جب مجھے اس بات کا پتہ چلا تو میں اسکی خیریت معلوم کرنے دوڑا گیا اور یہ دیکھ کر میں نے اطمینان کا سانس لیے اس کہ زخم اور چوٹ خطرناک نہ تھی چنانچہ میں رہجنال کے پاس سے لوٹ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ہاتھی جانا سیدھا میری طرف بھاگا آرہا تھا اس کے سامنے سے لوگ یوں دائیں بائیں ہٹ جاتے تھے جس طرح کہ تیل کی دھار کائی کو پھاڑ دیتی ہے لوگ دائیں بائیں دب کر جانا کو راستہ

دے رہے تھے اور جانا اپنی سونڈ ہلاتا اور بھیانک آواز میں چنگھاڑتا ہوا سیدھا میری طرف چلا آرہا تھا جیسے مجھے کچل کرر کھ دے گا۔

"جانا! اب وقت آگیا ہے کہ میں اپنے ماتھے کا کلنک مٹادوں میں نے دانت پیس کر کہا اس دفعہ مجھ سے کوئی لغزش نہ ہو گی اور ہوئی تو یہ میری آخری لغزش ہو گی اب یا تو میں نہیں یا تو نہیں۔

اور وہ سونڈ سے بندھے ہوئے لوگوں کو پچھاڑتا ایک طوفان کی طرح چلا آرہا تھا۔

میں زمین پر ایک گھٹنا ٹیک کے اور دوسرا اٹھا کے بیٹھ گیا اور اپنی ہاتھی مار دونالی بندوق اٹھائی جانا چونکہ اپنا سر برابر ہلا رہا تھا اس لئے اس کے ماتھے میں گولی پیوست کرنا ممکن نہ تھا اس لئے میں نے بندوق کی نالی کا رخ عین اس حصے کی طرف کر دیا جہاں جانا کا حلق اس کے دھڑ سے مل رہا تھا امید تھی کہ ہاتھی مار بندوق کی بڑی اور سخت گولی یا تو جانا کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گذر جائے گی یا اس کی کوئی شہ رگ پھاڑ دے گی یا کم سے کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ گولی کا سخت دھکا جانا کو گرادے گا۔

جانا مجھ سے صرف بیس قدم دور تھا کہ میں نے لبلبی دبادی۔۔۔۔اور گولی ۔۔۔۔ جانا کے نہیں بلکہ اس لنگڑے مہنت کی کھوپڑی میں لگی جو مہاوت کی خدمات انجام دے رہا تھا۔ اس کی کھوپڑی انڈے کی خون کی طرح پھٹ گئی اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔

بڑی عجلت میں میں نے پھر شست باندھی ۔۔۔۔ جانا اور میرے درمیان صرف تیس فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ میں نے دوسرے نال کی لبلبی دبادی لیکن کچھ نہ ہوا سوائے اس کے کہ جانا کے اس دانت کی، جو خراب اور ٹوٹا ہوا تھا، ایک کرچ اور جھڑ گئی چنانچہ اس دفعہ بھی میرا نشانہ خطا کر گیا تھا۔

اور میں نے امید چھوڑ دی۔ اٹھ کر بھاگنے کا وقت نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو میں جانا کے سامنے سے بھاگ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش نہ کرتا۔ پہلی دفعہ چار اور اس دفعہ دو نشانے خطا کر گئے تھے اور اب میں کیا منہ لے کر اپنے ساتھیوں کے سامنے جا سکتا تھا؟ جی نہیں۔ اس لئے تو مر جانا ہی بہتر تھا۔

اور میں دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کے بیٹھ گیا اور اپنی موت کا انتظار کرنے لگا۔

دوسرے ہی لمحے جانا میرے سر پر تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت میں نے سر اٹھا کے اس خوانخوار اور خوفناک ہاتھی کی طرف دیکھا۔ یہ میری موت تھی۔ جو جانا کے روپ میں میرے سر پر پہنچ چکی تھی۔۔۔۔۔۔ دفعتاً ایک حیرت انگیز بات ہوئی میں یہ پورا واقعہ بغیر کسی وضاحت کے بیان کئے دیتا ہوں کہ معلوم ہو جائے کہ ایسے نازک وقت میں، جب دل میں مایوسیاں نوحہ گر ہوں خلاف عقل ممکن اور ناممکن باتیں بھی ایک اٹل حقیقت کی طرح معلوم ہوتی ہیں۔

قارئین ہینس کے اس عجیب و غریب خواب کو بھولے نہ ہوں گے جو اس نے اسی صبح مجھے سنایا تھا۔

چنانچہ آپ کو یاد ہو گا کہ اس عجیب و غریب خواب میں ہینس کی ملاقات اپنے وقت کی مشہور ترین خاتون ماہینا سے ہوئی تھی۔ کئی سال پہلے میں اس سے ملا تھا۔ اسی ماہینا نے ہینس کے ذریعہ مجھے یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ اس جنگ میں میرے ساتھ ہو گی اور جب موت قریب ہو اور جانا میرے سر پر پہنچ چکا ہو۔

تو اس وقت میں ادھر ادھر نظر کروں۔ شاید مجھے وہ ماہینا نظر آ جائے۔

خدا جانے کیوں مجھے ہینس کے یہ الفاظ ماہینا کا یہ پیغام یاد آ گیا۔ حالانکہ مجھے ایسے مضحکہ خیز خوابوں پر اعتبار نہیں تاہم میں نے ادھر ادھر دیکھا اور میرے دماغ نے جس میں اس وقت بگولے سے چیخ رہے تھے ایک خیالی پیکر کو میرے سامنے لا کھڑا کیا یہ تصویر اس قدر صاف تھی کہ حقیقت معلوم ہوتی تھی بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ بعض دفعہ حقیقت بھی ایسی صاف اور واضح نہیں ہوتی جی ہاں میرے اور جانا کے درمیان ماہینا اپنا مخصوص سموری لباس پہنے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ رکھے تھے اور وہ بالکل ایسی ہی معلوم ہو رہی تھی، جیسی کہ میں نے اسے آخری بار دیکھا تھا یعنی اس وقت جب وہ زولو بادشاہ پانڈا کے سامنے مر رہی تھی میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے گھنے کالے بالوں کی ایک لٹ سے ہوا کے جھونکے کھیل رہے تھے اور سورج کی شعائیں اس کی کلائی میں پڑے ہوئے پیتل کے ایک خاص کنگن کو چمکا رہی تھیں۔

"تو یوں وہ کھڑی ہوئی تھی یا یوں وہ کھڑی نظر آتی تھی۔ وہ بے حس و حرکت

کھڑی ہوئی تھی اور یہ عجیب بات ہے کہ دیو تائے شر جانا نے دفعتہً اپنے آپ کو یوں روکا کہ وہ چند قدم تک پھسلتا چلا گیا اور میں سمجھا کہ وہ سرکس میں کرتب دکھانے والے ہاتھی کی طرح چاروں ٹانگوں پر بیٹھ جائے گا یا تو جانا کسی چیز کو دیکھ کر ڈر گیا تھا یا پھر میری بندوق کی اس گولی نے، جو اس کے سڑے ہوئے دانت کی کرچ اڑا گئی تھی' اسے گھڑی بھر کے لئے بوکھلا دیا تھا بہر حال یہ حقیقت ہے کہ جانا ایک دم سے بھاگتے بھاگتے رک گیا اور اب ماینا میری طرف جھک گئی اس نے کچھ کہا خدا جانے کیا کہا کیونکہ اس کی آواز نہ نکلی البتہ اس کے ہونٹ ضرور ہلے تھے پھر وہ مسکراتی ہوئی ہوا میں تحلیل ہو گئی۔

"دوسرے ہی لمحہ ایک دوسرا واقعہ ہوا اور یہ میرا واہمہ نہیں بلکہ حقیقت تھی جانا اس اثنا میں سنبھل چکا تھا اور وہ اپنا منہ کھول کر اور سونڈ اٹھا کے میری طرف بڑھا یکلخت میں نے ڈچ زبان میں کسی کے گالی بکنے کی آواز سنی اور ایک پست قامت سایہ میرے قریب سے نکلا چلا گیا یہ ہینس تھا وہ آگے بڑھا اور اس نے دوسری ہاتھی مار بندوق کی نالی جانا کے کھلے ہوئے منہ میں گھسیڑنے کی کوشش کی لیکن جانا اتنا بلند تھا کہ نالی اس کے منہ میں داخل نہ ہو سکی اور اب ہینس نے یکے بعد دیگرے دونوں لبلبیاں دبا دیں۔

دوسرے ہی لمحے جانا اپنی زبردست سونڈ ہینس کے گرد لپیٹ کر اسے اوپر اٹھا چکا تھا اس نے نہایت زور سے ہینس کو ہوا میں اچھال دیا موخرالذکر ہوا میں بلند ہوا اور قلابازیاں کھاتا تیس چالیس فٹ دور سر کے بل گرا۔

جانا بھی لڑکھڑا گیا اور ایسا معلوم ہوا جیسے کہ وہ بھی گرنے والا ہے لیکن وہ سنبھلا اور دائیں طرف جانا چاہتا ہو جہاں ہینس گرا تھا وہ آگے بڑھا وہ میرے قریب سے نکلا چلا گیا اور چند قدم آگے بڑھ کے پھر رک گیا۔

میں بڑی کوششوں کے بعد گھوم کر دالان کی دہلیز پر بیٹھ گیا اور وہ دیکھا جو ہو رہا تھا اس منظر کو مرتے دم تک نہ بھلا سکوں گا۔

پہلے میری نظر رجنال پر پڑی جو اسی طرف سے بھاگتا ہوا آیا اور اپنی بندوق کی دونوں نالیاں جانا کے سر پر خالی کر دیں جانا نے بندوق کے دھماکوں کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور اگر گولیاں اس کے لگی تھیں تو جانا نے ان زخموں کی بھی پروا نہ کی۔

اور اب میں نے اسے دیکھا۔۔۔۔۔۔جی ہاں ریجنال کی بیوی کو جو سفید کا ندہ میں ندائے روح کے نام سے مشہور تھی۔ وہ سر پر پروں کی ٹوپی رکھے اور دیوی ایزیس کا لباس پہنے اپنی دو خادماؤں کے ساتھ عقبی دالان کے دروازے میں سے نکل رہی تھی وہ اپنے دونوں ہاتھوں پر طفل مقدس کو اٹھائے ہوئے تھی۔

وہ بڑے اطمینان اور سکون سے آگے بڑھی۔ اس کی نگاہیں جانا پر پڑی ہوئی تھیں۔ وہ قدم قدم آگے بڑھ رہی تھی ۔۔۔۔۔۔ جانا کی طرف ۔۔۔۔ اور صاحب معلوم ہوتا تھا کہ جانا بے چین ہوا جا رہا تھا۔ دفعتہً جانا نے اپنی گردن گھما کر سونڈ اٹھائی وہ اپنی سونڈ اپنے دائیں پہلو کی طرف لے گیا۔ یہاں تک کہ وہ سمبا کے ٹخنے تک پہنچ گئی اس تمام عرصے میں سمبا اپنی کرسی میں بت کی طرح بیٹھ رہا تھا۔

جانا کے سونڈ نے سمبا کی ٹانگ ٹخنے کے قریب سے پکڑ لی اور جانا نے آہستہ آہستہ سمبا کو کرسی پر سے گھسیٹ لیا۔ سمبا لڑھک کر جانا کی اگلی ٹانگوں کے قریب گرا دوسرے ہی لمحے جانا اپنی سونڈ سمبا کے گرد لپیٹ چکا تھا۔ موخر الذکر کی آنکھیں مارے خوف کے پھٹ گئی تھیں اور اس کے منہ سے آواز نہ نکل رہی تھی۔ جانا نے سمبا کو اٹھا لیا اب وہ اسے اپنی سونڈ میں پکڑ کے گھما رہا تھا پہلے آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے تیزی اور بھی تیزی سے یہاں تک کہ سمبا کے سینے پر پڑی ہوئی چاندی کی زنجیریں سورج کی شعاعوں میں ایک سمیں دائرہ سا بنانے لگیں اور پھر اس نے سمبا کو زمین پر دے پٹخا۔ اور میں نے دیکھا کہ سمبا اب ایک خون آلودہ گٹھری میں تبدیل ہو چکا تھا۔ کالے کاندہ کا بادشاہ سمبا مر چکا تھا۔

اور اب ندائے روح دیوتائے شر جانا کے عین سامنے کھڑی ہوئی تھی وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ تھی حالانکہ اس کی دونوں خادمائیں اسے چھوڑ کر بھاگ گئی تھیں۔ ریجنال اپنی بیوی کو اس ہاتھی کے سامنے سے گھسیٹنے کے لیے جھپٹا لیکن بارہ تیرہ سفید کاندہ اس سے لپٹ گئے اور انہوں نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ میں کہہ سکتا کہ ریجنال کو یوں روک لینے میں ان کا کوئی خاص مقصد تھا یا پھر وہ ریجنال کی جان بچانا چاہتے بہر حال وجہ کچھ بھی ہو انہوں نے ریجنال کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

جانا نے ندائے روح کی طرف اور ندائے روح نے جانا کی طرف دیکھا دفعتاً

جانا نہایت زور سے چنگھاڑا، اس نے اپنی سونڈ آگے بڑھائی، اس نے خاتون ربجنال کی گود سے طفل مقدس کو گھسیٹ لیا جس طرح اس نے سمبا کو کرسی میں سے گھسیٹ لیا تھا، وہ طفل مقدس کو گھمانے لگا جس طرح اس نے سمبا کو چک پھیریاں دی تھیں اور اس نے طفل مقدس کو پتھروں پر دے مارا جس طرح اس نے سمبا کو دے مارا تھا۔ طفل مقدس کاہت بہت قدیم تھا چنانچہ وہ پتھروں پر گرتے ہی ہزار ہا کرچیوں میں بکھر گیا۔

یہ منظر دیکھ کر سفید کاندہ چیخ اٹھے، داسیاں اپنا سینہ کوٹنے اور بال نوچنے لگیں اور انہوں نے اپنے لباس پھاڑ دیئے اور ہاروت، جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا، غالباً بے ہوش ہو کے گرا۔

ایک بار پھر جانا چیخا۔ لرزہ خیز اور بھیانک آواز میں وہ آہستہ سے اپنی چاروں ٹانگوں پر بیٹھ گیا جیسے وہ ندائے روح کو سلام کر رہا ہو۔ اس نے تین دفعہ اپنی سونڈ نہایت زور زور سے پتھروں پر ماری، اس کا زبردست جسم سونڈ کی نوک سے دم کی نوک تک کانپ گیا، اور پھر جانا ایک طرف لڑھک گیا دیوتائے شر جانا مر چکا تھا۔

جنگ بند ہو گئی۔

کالے کاندہ، جو اب تک دالان میں دھنسے آرہے تھے، دفعتاً یوں رک گئے جیسے ان کے پیر زمین میں گڑ گئے ہوں۔ ان کا جوش و غصہ یکلخت ٹھنڈا پڑ گیا دفعتہً کسی نے چیخ کر کہا۔

”دیوتا مر گیا۔ بادشاہ مر گیا۔ جانا نے سمبا کو مار ڈالا اور پھر خود بھی مارا گیا طفل مقدس کی کرچیاں بکھر گئیں۔ جانا کا خون بہہ گیا۔ کالے کاندہ کے لوگو! بھاگو۔۔۔ بھاگو۔۔۔ کیونکہ دیوتا مر گئے اور اب تمہارا ملک بھوتوں کا ملک بن گیا ہے۔“

اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں :۔

بھاگو۔۔۔ کالے کاندہ کے لوگو بھاگو۔۔۔ دیوتا مر گئے۔“

کالے کاندہ پلٹے اور اپنے زخمیوں کو اٹھا کر بھاگے۔ دنیا کی کوئی طاقت اب ان کے قدم نہ جما سکتی تھی وہ بھاگے۔۔۔ تیزی سے بھاگے اور انہوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ تیس منٹ بعد آخری سانس لیتے ہوئے زخمیوں کے علاوہ وہاں اور درے میں ایک بھی کالا کاندہ نظر نہ آیا تھا۔

جنگ ختم ہو چکی تھی۔ اس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ہماری شکست فتح میں تبدیل ہو گئی تھی۔ میں بدقت تمام اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی، اب جب کہ میں موت کی دہلیز پر سے واپس آ گیا تھا، میری ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ کاندہ نے ریجنال کو چھوڑ دیا تھا اور وہ اپنی بیوی کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا وہ مردہ جانا کے ایک دانت پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے بعد وہ بھی تھکن اور کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ مردہ جانا کے ایک دانت کا سہارا لیے اور اپنی بندوق جانا کے سر سے ٹکائے چپ کے عالم میں اپنی بیوی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"لیونا" ریجنال نے آہستہ سے اپنی بیوی کو پکارا۔ "لیونا"

شوق تجسس سے بے تاب ہو کر میں ایک کاندہ کے کندھے کا سہارا لیکر آگے بڑھ آیا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔

بہت دیر تک خاتون ریجنال خاموش کھڑی خالی خالی نظروں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھتی رہی۔ دفعتہً اس کی آنکھوں کا خالی پن آہستہ آہستہ دور ہونے لگا۔ ان میں حیات کی چمک ابھرنے لگی بالکل اسی طرح جس طرح شفاف آسمان پر آہستہ آہستہ چاند ابھرتا ہے۔ اس کی تقریباً بے نور سی آنکھوں میں رفتہ رفتہ چمک آنے لگی۔ آخر کار اس کے ہونٹ ہلے اور اس نے بے حد نیچی مگر مترنم آواز میں کہا۔

آہ! جارج! اس ظالم جانور نے اس نے مردہ جانا کی طرف اشارہ کیا۔

"ہمارے بچے کو مار دیا۔ دیکھو جارج۔۔۔ یہ پڑا ہے ہماری آنکھوں کا نور۔

جارج!۔۔۔ اب میری زندگی تم ہو۔۔۔ صرف تم جب تک کہ خدا ہمیں ایک اور بیٹا نہیں دیدیتا۔"

اور دفعتاً وہ پھوٹ پڑی اور اپنے شوہر سے لپٹ گئی میں وہاں سے ہٹ گیا اور سفید کاندہ بھی ہٹ گئے کہ دونوں میاں بیوی جی بھر کے رولیں۔

یہاں میں دو باتیں بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ اس کے واقعہ کے بعد خاتون ریجنال کے حواس پھر بحال ہو گئے معلوم ہوتا ہے کہ طفل مقدس کے ٹوٹتے ہی وہ اثر یا سحر زائل ہو گیا تھا جو غالباً ہاروت نے اس پر طاری کر دیا تھا یہ اثر کیا تھا یہ تو میں نہیں جانتا البتہ میرا خیال ہے کہ وہ کسی وجہ سے طفل مقدس کے بت کو اپنا وہ بچہ

سمجھ رہی تھی جسے کئی برسوں پہلے انگلستان میں سرکس کے ایک ہاتھی نے مار ڈالا تھا چنانچہ پہلے حادثے کے بعد اس کے حواس گم ہو گئے تھے اور اس دوسرے حادثے نے اس کے حواس بجا کر دیئے تھے کیونکہ وہ اس بت کو اپنا بچہ سمجھے ہوئے تھی اکثر ایسا ہوتا کہ ایک سخت صدمہ انسان کا دل الٹ دیتا ہے اور اسے پاگل کر دیتا ہے لیکن اسی قسم کا دوسرا صدمہ مریض کو نہ صرف اپنے حواس میں لے آتا ہے بلکہ اسے پوری طرح تندرست کر دیتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ انگلستان والے واقعہ کے بعد خاتون ریجنال کی یاد داشت بالکل ختم ہو گئی تھی اسے کچھ یاد نہ تھا سوائے ایک واقعہ کے اور یہ واقعہ ایک خواب تھا جس کی تفصیل اس نے چند دنوں بعد مجھے اور ریجنال کو سنائی تھی۔ اس کا خواب یوں تھا ایک رات اس نے ریجنال اور سیوتج کو طفل مقدس کے شہر کے ایک مکان میں سوتے دیکھا تھا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ ریجنال اور سیوتج نے ایک رات خاتون ریجنال کو ہماری رہائش گاہ کے کمرے میں، جہاں وہ دونوں سو رہے تھے، دیکھا تھا۔ خاتون ریجنال کا یہ خواب اسی رات کا تھا۔ چنانچہ قارئین اس واقعہ اور خاتون ریجنال کے بیان کو پیش نظر رکھ کے اپنے طور پر اس واقعہ کے متعلق اگر کوئی نتیجہ اخذ کر سکتے ہوں تو کر لیں کیونکہ خود میں کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔

ریجنال اور اس کی بیوی کو دل کی بھڑاس نکالتے چھوڑ کر میں ہینس کی تلاش میں چلا۔ ہیکل کی شمالی دیوار کے قریب وہ مجھے پڑا مل گیا ہینس اب کسی بھی انسانی مدد سے بالاتر چکا تھا۔ جانا نے اسے اپنی سونڈ میں لپیٹ کر اس کی اکثر پسلیاں توڑ دی تھیں۔ ہم اسے اٹھا کر ایک حجرے میں لے آئے اور میں اس کے قریب اس وقت تک بیٹھا رہا جب تک کہ میرے اس مخلص دوست اور وفادار خادم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آنکھیں نہ موند لیں۔ اور ہینس عین اس وقت دوسری دنیا کو سدھار گیا جب سورج غروب ہو رہا تھا۔

"لیکن مرنے سے پہلے اسے پوری طرح ہوش آ گیا تھا اور اس نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔

"باس اب تمہیں اس بات کا افسوس نہ کرنا چاہیے کہ تمہاری ایک بھی گولی جانا

کے نہ لگی" اس نے کہا قصور تمہارا نہ تھا باس بلکہ یہ کوئی شیطان تھا جس نے تمہاری نال کا رخ جانا کی طرف سے بھر دیا تھا۔ بات یہ ہے باس کہ جانا پر سحر پھونکا گیا تھا اور یہ سحر کچھ ایسا تھا کہ سفید فاموں کی گولیاں اس پر اثر نہ کر سکتی تھیں۔ تم اس کی لاش کا معائنہ کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ آقا انجینئر ا کی بندوق کی گولی بھی اسے نہ لگی تھی۔

یہ بات عجیب معلوم ہو گی لیکن ہینس نے غلط نہ کہا تھا واقعی ریجنال کے بھی دونوں نشانے خطا کر گئے تھے۔

"اور باس جب تمہاری بندوق کی آخری گولی جانا کے ایک دانت کی کرچ اڑا گئی تھی تو اس وقت وہ سحر ٹوٹ رہا تھا جو اس پر کیا گیا تھا لیکن کالے کاندہ کے جادوگر اپنے دیوتا کو سفید فام کے مقابلے میں سحر زدہ کرنا بھول گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی میں نے گولی چلائی اسے جا کر لگی وہ جانتا تھا کہ کس کی گولیاں اسے زخمی کر رہی ہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ تمہیں چھوڑ کر سیدھا میری طرف آیا تھا۔ آہ! باس! مجھے مرنے کا غم میں بڑی خوشی اور سکون سے جان دے رہا ہوں کیونکہ میں نے جانا کا خاتمہ کر دیا اور جانا نے باس تمہارا بلکہ میرا خاتمہ کر دیا۔ اور باس یوں بھی میں مرنے ہی والا تھا۔ باس یہ بات میں نے تم سے چھپائی تھی لیکن اب بتائے دیتا ہوں کہ کسی کالے کاندہ کا بھالا، جو اس نے پھینک کر مارا تھا، میرے زیر ناف لگا تھا۔ یہ زخم مجھے اس وقت آیا تھا جب میں آج صبح کالے کاندہ کے پڑاؤ میں گیا تھا یہ زخم معمولی سا تھا اور اس میں سے تھوڑا سا خون نکل کے بند ہو گیا تھا لیکن جب جنگ ہو رہی تھی تو میرے پیٹ میں کوئی چیز پھٹ گئی اور میری چربی اور آنتیں اس زخم میں سے باہر نکل آئیں۔ حالانکہ میں نے آنتیں واپس ڈھکیل کے زخم پر پٹی کس دی تھی لیکن ایک دو دن بعد میری موت یقینی تھی۔

بعد میں میں نے اس کے زخم کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ہینس نے غلط نہ کہا تھا۔ اگر وہ جانا سے بچ جاتا تب بھی دو تین دن سے زیادہ نہ جی سکتا۔

"باس! چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہا "یقین ہے کہ آج ہی رات میری ملاقات اس خاتون سے ہو گی جس کا نام مامینا ہے۔ یہ بتاؤ باس کہ کیا واقعی اس قابل ہے کہ اسے شاہی سلام کیا جائے؟ اگر نہیں تو پھر میں اسے کبھی سلام نہ کروں گا اور چونکہ دوسری دنیا میں میں بھی اس کی طرح روح بن جاؤں گا اس لیے وہ میرا

کچھ نہ بگاڑ سکے گی اس نے مجھے ایسے خطاب دئے ہیں جو بڑے ذلیل ہیں چنانچہ میں کیوں اسے شاہی سلام کرنے لگا؟ ہاں اگر وہ اس سلام کی مستحق ہے تو پھر میں اسے سلام کروں گا۔

یہ عجیب اور مضحکہ خیز مسئلہ چونکہ اسے ذرا پریشان کئے ہوئے تھا اس لیے میں نے کہا کہ مامینا کسی بھی شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتی تھی چنانچہ اس سلام کی بھی مستحق نہ تھی جسے "بائیٹی" کہتے ہیں اور جو صرف بادشاہوں کو کیا جاتا ہے۔

"آہا!" وہ مسکرا کے بولا "اب میں سمجھ لوں گا اس سے خصوصاً اس لیے بھی کہ میں نے اس کا پیغام تک پہنچا دیا تھا چنانچہ اب وہ مجھے کوئی الزام نہ دے سکے گی۔ باس! یہ تو بتاؤ کہ جب جانا تم پر حملہ آور ہو رہا تھا تو کیا یہ عورت تمہیں دکھائی دی تھی جس طرح کہ، میرا خیال ہے، مجھے دکھائی دی تھی؟

"میں نے کچھ دیکھا تو تھا ہینس لیکن وہ یقیناً واہمہ تھا۔"

واہمہ! یہ تو بتاؤ باس کہ وہم اور حقیقت کی سرحدیں کہاں ملتی ہیں؟ اور کیا بعض ایسی باتیں، جو وہم معلوم ہوتی ہیں، بعد میں حقیقت ثابت نہیں ہو جاتیں؟

چونکہ اس پہیلی کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لیے میں خاموش ہو رہا۔

باس! تم اپنی بیویوں اور والد کو کوئی پیغام نہیں دینا چاہیئے؟ اگر کوئی پیغام دینا ہو تو جلد کہہ دو کیونکہ جلد ہی میرے دماغ کی ایسی حالت ہو جائے گی کہ میں ایک لفظ بھی یاد نہ رکھ سکوں گا۔"

قارئین کو میری یہ حرکت احمقانہ معلوم ہو گی لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے ہینس کے ذریعہ اپنی دونوں بیویوں اور والد کو چند پیغامات بھجوا دئے۔ کیا پیغامات تھے وہ؟ میں انہیں یہاں تحریر کرنا نہیں چاہتا اور سچ تو یہ ہے کہ اس کی ضرورت بھی نہیں۔ میں نے جو کچھ کہا اس کا ایک ایک لفظ ہینس نے یاد کر لیا۔ اور پھر اس نے میرے پیغامات میرے سامنے لفظ بہ لفظ دہرا دئے۔ اور اب ہینس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے اٹھا کے حجرے کے دروازے کے سامنے بٹھا دوں تاکہ آخری بار سورج کو غروب ہوتے دیکھ لے۔

"چونکہ میں سورج کے اس پار جا رہا ہوں اس لیے پھر کبھی اسے غروب

ہوتے نہ دیکھ سکوں گا" وہ بولا۔

وہ دیر تک غروب ہوتے ہوئے سورج کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا:۔

"باس! معلوم ہوتا ہے کہ موسم بہت عمدہ ہو جائے گا چنانچہ تمہاری واپسی کا سفر آسان ہو گا اور سفر کو آسان ہونا بھی چاہئے کیونکہ تمہارے ساتھ ہاتھی دانت سے لدے ہوئے اونٹ ہوں گے۔"

"ہینس! شائد وہ ہاتھی دانت میں کبھی حاصل نہ کر سکوں گا جو ہاتھیوں کے قبرستان میں پڑے ہوئے ہیں۔"

"کیوں باس؟"

"ظاہر ہے کہ کالے کاندہ مجھے اس ہاتھی دانت کو ہاتھ بھی لگانے نہ دیں گے۔"

"نہیں باس۔ ایسی کوئی بات نہ ہو گی۔" وہ سر ہلا کے بولا چونکہ جاناما مر چکا ہے اس لیے کالے کاندہ یہاں نہ رہیں گے وہ چلے جائیں گے کسی طرف پھر وہ ان کارناموں کے متعلق باتیں کرنے لگا جو ہم نے ساتھ مل کر انجام دیئے تھے آخر میں اس نے کہا۔۔۔ اور یہ اس کے آخری الفاظ تھے۔

"باس! تمہارے والد نے جب محبت کا ذکر کیا تھا تو میں حیران تھا کہ وہ یہ باتیں کیوں کہہ رہے ہیں جب کہ میں عورتوں کے سائے سے بھی بھاگتا ہوں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ ان کا مطلب کیا تھا باس! مجھے تم سے محبت تھی اور ہے۔ میں تمہاری محبت لیے اس دنیا سے جا رہا ہوں اور اب معلوم ہوا ہے کہ ایک دوست کی محبت اس محبت سے عظیم ہوتی ہے جو عورت سے کی جاتی ہے۔"

ہینس کا سر ڈھلک گیا۔ وہ میرے پیغامات میری بیویوں اور میرے والد تک پہنچانے کے لیے دوسری دنیا کو روانہ ہو چکا تھا۔

اور میری آنکھوں سے آنسو یوں رواں تھے جیسے میری آنکھوں کے پیچھے کوئی بند ہو جو ٹوٹ گیا ہو۔



اب ہماری اس مہم کے متعلق کچھ زیادہ تحریر کرنا باقی نہیں رہ جاتا بلکہ یوں کہوں تو غلط ہو گا کہ اب میں کچھ زیادہ تفصیلات بیان کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر ریجنال چاہے تو وہ طفل مقدس اور اس کی پرستش کے متعلق ایک ضخیم کتاب تیار کر سکتا ہے۔ وہ غار کے اس عفریت کے متعلق بھی بہت سی باتیں بتا سکتا ہے جس نے سیو تیج کو نگل لیا تھا اور جسے بعد میں ہینس نے زہر دے دیا تھا۔ اس سانپ کی کاندہ لوگ پوجا کرتے تھے اور اس پرستش کی جڑیں بہت دور تک پہنچی ہوئی تھیں جی ہاں اس دور تک جب دریائے نیل کے کنارے ایک عجیب و غریب تمدن جنم لے چکا تھا۔ قدیم مصری بھی سانپ کو مقدس سمجھتے تھے اور وہاں وہ ہمارے صحرائی سفر کی تفصیلات میں بیان کرتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ہینس کی موت کے بعد میری طبیعت کچھ بجھ سی گئی تھی اور مجھے خود اپنے اور دوسرے کے حال کی ذرا پروانہ تھی۔ ہم نے اسے عین اس جگہ دفن کر دیا جہاں اس نے جانا کو گولی ماری تھی۔ یعنی عقبی دالان کے عین سامنے اور جب ہینس پر مٹی ڈالی جارہی تھی تو میں یوں محسوس کر رہا تھا جیسے ہینس کے ساتھ میرا نصف ماضی بھی دفن ہو رہا ہو اور واقعی میرے ماضی کی بہت سی یادیں ہینس سے وابستہ تھیں۔ خدایا!

ہینس جیسا دوسرا دوست مجھے اس دنیا میں اب کہاں ملے گا؟ کون چاہے گا مجھے اس طرح؟

ہینس نے کالے کاندہ کے متعلق غلط نہ کہا تھا۔ وہ واقعی اپنا وطن چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ غالباً غذا کی تلاش میں وہ کہاں اور کس طرف گئے تھے؟ یہ میں نہیں جانتا اور نہ معلوم کرنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ مجھے یہ بھی کبھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ کالے کاندہ عارضی طور پر ترک وطن کر گئے تھے یا مستقل طور پر ایک رات البتہ میں جانتا ہوں اور وہ یہ کہ کالے کاندہ کی اکثریت جہاں تھی وہیں پڑی رہی اور وہ یہ لاشیں تھیں جنہیں کالے کاندہ چھوڑ گئے تھے۔ تین ہزار لاشیں جو سفید کاندہ کو دفن کرنی پڑیں۔ اس مقصد کے لیے وہ کھڈ استعمال کئے گئے جو ہم نے اپنے بچاؤ کے لیے تیار کئے تھے۔ اس جنگ میں ہمارے پانچ سو تین سپاہی مارے گئے تھے ان میں وہ زخمی بھی شامل ہیں جو جانبر نہ ہو سکے۔ کالے اور سفید کاندہ کی یہ آخری جنگ بڑی ہی خوفناک جنگ تھی جو سفید کاندہ کو اور خود ہمیں بھی عمر بھر یاد رہے گی۔

جانا کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں وہ مرا تھا۔ ایک کافی لمبا چوڑا اور گہرا کھڈ کھودا گیا اور سارے کے سارے کاندہ نے مل کے خوب زور لگایا اور جانا کو اور پھر اس کے آقا سمبا کو اسی کھڈ میں لڑھکا دیا۔ جب جانا کے لیے گڑھا کھودا جا رہا تھا تو میں نے اس کی لاش کا معائنہ کیا، معلوم ہوا کہ اس کے بدن پر دو ہی زخم تھے جو ہینس کی بندوق کی گولیوں سے آئے تھے۔ ایک آنکھ کا زخم جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تھی۔ دوسرا عین دل پر کی جلد میں چھوٹا سا سوراخ جو اس وقت آیا تھا جب ہینس نے دیوار پر چڑھ کے انٹو مبی سے گولی چلائی تھی۔ اور منہ کے پچھلے حصے میں دو بڑے سوراخ جو ہاتھی مار بندوق کی گولیوں سے آئے تھے۔ یہ دونوں گولیاں اس کا تالو پھوڑ کر دماغ تک پہنچ گئی تھی اور یہی اس کے لیے پیغام موت لائی تھی۔

میں نے سفید کاندہ سے کہا کہ وہ جانا کے دونوں دانت مجھے دیدیں۔ جانا کے دانت نوادرات میں سے تھے کیونکہ اتنے بڑے دانت کبھی کسی ہاتھی کے نہ رہے ہوں گے۔ لیکن میری یہ درخواست منظور نہ کی گئی۔ غالباً وہ دیوتائے شر کے دانتوں کو بطور یادگار اپنے پاس ہی رکھنا چاہتے تھے۔ بہر حال جانا کو گڑھے میں لڑھکانے سے پہلے کاندہ

لوگوں نے بڑے بڑے کلہاڑے مار مار کر اس کے دونوں دانت کاٹ لیے اس کے دانت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جانا بہت بوڑھا تھا۔ حیرت انگیز حد تک بوڑھا۔ اس کی عمر کتنی تھی ؟ نہ اندازہ لگانا ممکن ہے۔

تو یہ ہے جان کا قصہ جو یہاں ختم ہوتا ہے۔

رہی دوسری باتیں تو وہ زنجیر و خولی طے ہو گئیں سفید کاندہ اپنی قسم اور وعدے پر قائم رہے۔ چند حیرت انگیز مذہبی رسوماتِ ادا کرنے کے بعد، جن میں شریک نہ ہو سکا، خاتون ریجنال ''ندائے روح'' کے عہدے سے برطرف کر کے ریجنال کے حوالے کر دیا گیا۔ چونکہ دیوتا نہ رہا تھا اس لیے اب ندائے روح کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اس کا وہ لباس، جو اسے مصر قدیم کی دیوی ایزیس بنائے ہوئے تھا، اتار کر اسے مقامی عورتوں کے کپڑے پہنا دئے گئے اس کے بعد اس کی وہ حیثیت ختم ہو گئی جو اسے کاندہ لینڈ میں حاصل تھی اب وہ بھی ہماری طرح سفید کاندہ کی مہمان اور ایک معمولی عورت تھی۔ تاہم اسے اپنے شوہر کے ساتھ اس حجرے میں قیام کرنے کی اجازت دے دی گئی جہاں اسے اس وقت رکھا گیا تھا جب وہ ''ندائے روح'' تھی چنانچہ ریجنال اس حجرے میں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا یہاں تک کہ ایک ڈیڑھ مہینے بعد ہم کاندہ لینڈ سے نکل کر صحرا کی طرف روانہ ہو گئے۔

ایک دفعہ، صرف ایک دفعہ مجھ سے خاتون ریجنال سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع ملا۔

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب ریجنال کے زخم، جو اسے جنگ میں آئے تھے، مندمل ہو چکے تھے اور وہ کسی خاص کام کے لیے۔۔۔ یاد نہیں پڑتا کہ وہ کیا کام تھا۔۔۔ کوہ مقدس پر سے اتر کے طفل مقدس کے شہر میں گیا ہوا تھا اور وہ اپنی بیوی کو میری حفاظت میں دے گیا تھا۔

چنانچہ ہم ذرا تفریح کو نکلے اور میں خاتون ریجنال کو اس جنگل میں اور اس جگہ لے لیا جہاں بیٹھ کے ہم نے سفید کاندہ کی پہلی فصل کا جشن اور خود خاتون ریجنال کو ندائے روح کے روپ میں دیکھا تھا۔ وہاں تھوڑی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد ہم اس راستے پر چل پڑے جس راستے سے ہم پہلی فصل کے جشن کے موقعہ پر ہیکل تک آئے